SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Friday, June,19, 2009

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at 10.50 a.m in the morning with Mr. Acting Chairman (Mir Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرجِیم

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

وَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَالۡغَوۡا فِیۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ۔ فَلَنُذِیۡقَنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا عَذَابًا شَدِیۡدًا ۙ وَّلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۔ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِیۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ۔ وَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِیَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِیۡنَ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غل مچاؤ تاکہ تم غالب ہو جاؤ پس ہم ضرور کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ہم انہیں ان کے بد ترین اعمال کا بدلہ دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اللہ کے دشمنوں کی یہی سزا آگ ہی ہے ان کے لئے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے اس کا بدلہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں وہ لوگ دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا جنوں اور انسانوں میں سے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے ڈال دیں تاکہ وہ بہت ہی ذلیل ہوں۔ بے شک جنھوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

(سورۃ حم السجدہ آیات 26 تا 30)

Leave of Absence

Mr. Acting Chairman: Leave applications.

پروفیسر ساجد میر صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 12,13,19 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئر مین: جناب عبدالنبی بنگش صاحب 9 سے 16 جون تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور فرماتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئر مین: زاہد خان صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے تھے، تلاوت کے دوران آپ نے ہاتھ اٹھایا تھا۔

Points of Order

All Provinces should have Equal Representation in the Planning Commission.

سینیٹر محمد زاہد خان: مہربانی۔ چیئر مین صاحب! دو تین ایسے اہم issues ہیں کہ جس پر میں ہاؤس کی اور آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ ہمارا یہ حال ہے کہ یہاں پر کوئی منسٹر صاحب نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں عوام کے مسائل لے کر آتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اس ہاؤس کا خرچہ قومی خزانے سے ہوتا ہے، وہ عوام کے مسائل کو سنیں اور اس کا کوئی حل نکالیں اور ہاؤس میں آکر بتائیں۔ میں نے Planning Commission کے متعلق سوال کیا تھا جو کہ 10 جون کو آیا تھا، جب میں نے یہ سوال کیا تھا تو اس وقت منسٹر صاحب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ Planning Commission کے چیئر مین پرائم منسٹر صاحب ہیں لہٰذا میں ان سے مل کر جواب دوں گا۔ جناب! اس میں دس ممبر ہیں اور دس کے دس پنجاب سے ہیں۔ کیا جو چھوٹے صوبے ہیں ان کا کوئی right نہیں؟ کیا اس میں کوئی ایسا بندہ ہے ہی نہیں کہ وہ کمیشن میں ممبر بننے کا حقدار بن سکے یا اس میں اہلیت ہی نہیں ہے کہ وہ ممبر بن سکے؟ جب یہ بے انصافی ہو تو اس بجٹ کا کیا فائدہ، اس ہاؤس میں خرچے اور عوام کے نمائندوں کے آنے کا کیا فائدہ۔ میرے خیال میں اس پر حکومت کو توجہ دینی چاہیے۔

دوسری بات یہ تھی کہ مالاکنڈ ڈویژن میں بونیر، مینگورہ اور سوات میں بجلی، ٹیلیفون اور گیس کا نظام خراب ہو گیا تھا، گیس اور بجلی تو بحال ہو گئی لیکن PTCL جو کہ private sector کو دیا گیا ہے، ابھی تک وہاں پر ٹیلیفون کا نظام بحال نہیں ہو سکا ہے۔ کیا جو ادارے privatize ہیں اس پر کوئی check and balance نہیں ہے اور اگر ہے تو انہیں کیوں نہیں پوچھا جاتا؟ جیسے کراچی کی صورت حال ہوئی ہے، اگر پرائیوٹ ادارے نہیں چلا سکتے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ ان سے واپس لے لے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جو مالاکنڈ ڈویژن کے students ہیں ان کے لیے پرائم منسٹر صاحب نے اعلان کیا تھا کہ پورے پاکستان میں ان کی فیس معاف ہو گی۔ وہ students ہمیں ٹیلیفون کر رہے ہیں کہ اسلام آباد کی universities کے Vice Chancellors ان سے فیسیں مانگ رہے ہیں۔ دو دن پہلے یہاں پر Education Minister صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پرائم منسٹر صاحب سے پوچھ کر ہاؤس کو بتائیں گے لیکن آج تیسرا دن ہے۔ پورے پاکستان میں فیس معاف

کی گئی ہے تو اسلام آباد میں کیوں فیس لی جا رہی ہے۔ ان issues پر یہاں ہاؤس میں ممبران اٹھتے ہیں اور بات کرتے ہیں لیکن ان کا کوئی جواب نہیں آتا، نہ اس کا کوئی حل نکالا جاتا ہے اور نہ یہاں ہاؤس میں آکر بتایا جاتا ہے۔ مہربانی کر کے متعلقہ منسٹر صاحبان آکر جواب دیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: شکریہ۔ مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئر مین! میں ان کی بات کو support کرتا ہوں، اگر Planning Commission میں قومی وحدتوں کی نمائندگی نہیں تو پھر کیا فائدہ۔

جناب قائم مقام چیئر مین: عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئر مین! ہم سب اس کی تائید کرتے ہیں۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ ہم بجٹ پر بات کر رہے ہیں اور بجٹ کا ایک پہلو ہے کہ economic ترقی کے لیے پالیسی بنائی جائے گی اور اس کے لیے رقوم کی allocations ہوں گی۔ اس جگہ جہاں ہمارے دیگر وفاقی units ہیں وہاں ان کا کوئی نمائندہ ہی نہ ہو اور وہ تمام فیصلے ایک صوبے والے کریں تو وہ کیسے plan بنا سکیں گے۔ یہاں ہم جو کچھ اس بجٹ میں پڑھ رہے ہیں وہ بالکل یہی بات ہے۔ ہمارے صوبے کے لیے صحیح معنوں میں کوئی ایسا project نہیں ہے جو کہ نیا ہو یا اس کے لیے رقم کی allocation ہو۔

جناب قائم مقام چیئر مین: شکریہ۔ جناب عباس خان۔ تھوڑی تھوڑی بات کریں، ابھی تقاریر بھی بہت رہتی ہیں نہیں تو آج تین سیشن ہوں گے۔

سینیٹر عباس خان آفریدی: جناب! یہاں پر رواج بن گیا ہے کہ ہم جو بھی سوال کرتے ہیں اس دن تو منسٹر صاحب گول مول جواب دے کر کہتے ہیں کہ next time اور وہ next time وہ سوال ختم ہو جاتا ہے۔ یہ سسٹم ختم ہونا چاہیے، ان کو تیاری کر کے آنا چاہیے اور ہمیں پورے طور پر convince کرنا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: صحیح ہے۔ حسیب خان صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئر مین! جو زاہد خان صاحب نے بات کی ہے وہ بڑی important ہے۔ جب ہماری oath ceremony ہوئی تھی تو اس Joint Session میں، میں نے پرائم منسٹر صاحب کے سامنے یہ پیش کیا تھا کہ آپ کو Planning Commission کو strength دینی چاہیے کیونکہ یہ تمام دنیا میں ہوتا ہے اور یہ ہماری economic growth کے لیے پہلی سیڑھی ہے۔ ہمیں اصل میں اس بات پر سوچنا چاہیے کہ جب آپ نے بجٹ بنایا ہے تو یہ سب بیکار ہو جاتا ہے کہ جب law and order ٹھیک نہیں ہوتا اور law and order اس لیے ٹھیک نہیں ہوتا کہ جو صحیح حل ہے وہ آپ نہیں نکال رہے۔ اس کا صحیح حل کیا ہے، آپ provincial autonomy کیوں نہیں دیتے۔ ہم یہاں جتنی باتیں کرتے ہیں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، اس کا کوئی impact نہیں آئے گا، اس سے ملک بہتر نہیں ہوگا۔ آپ provincial autonomy پر ایک ماہ تک debate کیجیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ مولانا شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! زاہد خان صاحب نے جو بات کی ہے یہ مشکلات ہر مرحلے پر ہیں۔ مثلاً جب 56 کا آئین تھا اور یہ وفاق دو یونٹوں پر مشتمل تھا تو وہاں پر بلدیاتی اداروں تک نمائندگی مساوی تھی۔ جب 62 کا آئین بنا تو یہاں پر دو وفاق تھے تو تب بھی دونوں یونٹوں کے درمیان بلدیاتی اداروں تک کی نمائندگی مساوی تھی لیکن جب یہ وفاق چار یونٹوں پر مشتمل ہوا تو اب یہاں پر نمائندگی مردم شماری پر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس سے ایک شبہ تو پیدا ہو جائے گا کہ یہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ کل بھی میں نے تقریر میں کہا تھا کہ کسی مشترکہ محاصل کی تقسیم کے لیے نو نقطے ہوتے ہیں، جس میں مختلف جہتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے، لیکن یہاں پر جو صوبوں میں مشترکہ محاصل کی تقسیم ہوتی ہے وہ مردم شماری پر ہوتی ہے تو اس سے پھر کیا تاثر لیا جائے گا، اور پھر جب Planning Commission ہو تو اس میں ایک ہی یونٹ کی نمائندگی ہو۔ میرے خیال میں یہ جو اس قسم کے تسلط کا تسلسل ہے اس سے کوئی اچھا اثر پورے وفاق پر نہیں پڑتا۔ للہٰذا اس لیے ہم زاہد خان صاحب کی اس تجویز کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ یہ وفاقی گورنمنٹ ہے یہ وحدانی نہیں ہے اور وفاقی گورنمنٹ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ مساوات پر نمائندگی ہو۔ یہی ایک مشکل ہے کہ مالیاتی بجٹ میں سینیٹ کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ حالانکہ یہ تمام اختیارات سینیٹ کے پاس ہونے چاہئیں، قومی اسمبلی کے پاس نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ یہاں پر یونٹوں کی نمائندگی مساوی ہے یا پھر یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں یونٹوں کو مساوی نمائندگی دی جائے۔ جہاں پر مساوات ہے وہاں اختیارات بھی ہیں، جہاں پر بہت بڑا فرق ہے وہاں اختیارات منتقل ہو جاتے ہیں تو پھر شبے تو پیدا ہو جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ مولانا صاحب! جی اسمٰعیل بلیدی صاحب۔

Point of Order

Balochistan is neglected in the observance of Service Quota in all the Government and Semi Government Departments and Foreign Missions of Pakistan

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: شکریہ، جناب چیئرمین! زاہد خان صاحب نے جو مسئلہ اٹھایا یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ دیکھیں جتنی بھی کارپوریشنیں ہیں آپ پی آئی اے کو دیکھیں، کوئی ہمارا ڈپٹی ڈائریکٹر، ڈائریکٹر نہیں ہے۔ اسی طرح پی پی ایل اور پی ٹی سی ایل اور او جی ڈی سی کو دیکھیں اور بیرون ملک میں سفارت خانوں کو دیکھیں وہاں پر آپ کو کوئی بھی بندہ بلوچستان کا نظر نہیں آتا ہے جو کہ کسی ایگزیکٹو پوسٹ پر ہو۔ ہمارے بلوچستان میں جو بھی چیف سیکرٹری اور آئی جی پولیس ہوتا ہے وہ import کر کے وہاں بھیجا جاتا ہے تو آپ یہ روایت بھی رکھیں کہ کبھی بلوچستان کا کوئی چیف سیکرٹری پنجاب میں بھی بھیج دیں اور یا پنجاب کا چیف سیکرٹری سرحد میں اور سرحد کا پنجاب میں بھیج دیں۔ جناب چیئرمین! جو سوال ہم یہاں پر کرتے ہیں تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ جی ہم اس کا ازالہ کریں گے، اس کی assurance دیتے ہیں کہ آپ کو مطمئن کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے یہ

صرف پلاننگ کمیشن کا ہی مسئلہ نہیں ہے ان تمام مسائل پر اپنی ruling دیں اور ہم نیئر بخاری صاحب سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ آپ کی حکومت ہے اور یہ کریڈٹ بھی آپ کو جاتا ہے تو آپ چھوٹے صوبوں کو مطمئن کریں بجائے کہ اگر آپ کو وفاق متحد کرنا ہے، مضبوط کرنا ہے تو اس کی صورت یہی ہے کہ آپ ان مسائل کا حل نکالیں۔ وہ وقت نہیں رہا کہ صوبے خاموش رہیں گے۔ اس کے لیے آپ ایک دن مقرر کریں اور اس پر بحث کرالیں یہ بہت اہم مسائل ہیں جو صوبوں کو درپیش ہیں۔ مجھے بارہ سال ہوگئے ہیں اس ایوان میں مجھے تو تسلیاں ہی ملتی رہی ہیں ان مسائل کا حل نہیں ہوا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس پر serious notice لیں کیونکہ آپ کے پاس اختیار بھی ہے جو متعلقہ ادارے ہیں ان کو بلا کر پوچھیں اور ہمارا حق دلائیں۔ ہم بھیک نہیں مانگتے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے جی شکریہ۔ حاجی لشکری رئیسانی صاحب۔

Prime Minister Announced Waiver of Fees for the Students of Malakand from all Universities of Pakistan.

سینیٹر نوابزادہ حاجی میر لشکری رئیسانی: جناب چیئرمین! زاہد خان صاحب نے نشاندہی کی پلاننگ کمیشن کی کیونکہ اس وقت بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور پلاننگ کمیشن اس حوالے سے بہت اہم ادارہ ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ حکومت اس کو re-constitute کرے۔ اس میں صوبوں کی برابری کی بنیاد پر ارکان ہوں تاکہ جو ہمارے صوبوں کی شکایات ہیں کہ ان کی allocation صحیح نہیں ہوتی۔ اس کو نئے سرے سے constitute کیا جائے تاکہ پسماندہ اور چھوٹے صوبوں کی شکایات ختم ہو سکیں۔ ایک اور بات جناب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جو صوبوں کا کوٹہ ہوتا ہے ملازمتوں میں خصوصاً میں بلوچستان کی بات کروں گا کہ اس کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے اور مختلف اداروں کے ساتھ بات چیت کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے اور کوٹے کے مطابق ہمیں ہر محکمے میں نمائندگی دی جائے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ نیئر بخاری صاحب قائد ایوان۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: شکریہ، جناب چیئرمین! زاہد خان نے جن issues پر بات کی اور باقی ممبران نے بھی ان کی حمایت کی میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جو موقف تھا اس حد تک کہ فیڈریشن میں جو federating units ہیں ان کی نمائندگی ہونی چاہیے۔ پلاننگ کمیشن کے حوالے سے جو نشاندہی کی گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنی vigilance ہمارے جو coalition partners ہیں ان کی اس issues پر ہے تو کم از کم ان کو یہ بھی پتا ہوگا کہ جہاں یہ قائد ایوان سے یہ توقعات کرتے ہیں surely I am here to represent the government also and to convey all these concerns to the government also. But at least the member, the coalition partners where the Minister in the Cabinet. I don't know whether these members agitate these things with their Minister also. They should ask their ministers also to raise their issues in the Cabinet too. Secondly, I have asked the Minister for Education also the other day, the issue regarding the payment of fees of those students who belong to

Malakand Division. As far as the University of Sindh was concerned that they had decided that they are exempted from the fee and this was conveyed to the education minister also that you should also exempt the students studying in other universities in Pakistan, like in Islamabad or in the other provinces which are under the federal government. So, he said that he would check the record if there is any recommendation or any announcement by the Prime Minister surely those benefits would be extended to other students also. As far as the issue of Planning Commission is concerned I have asked the Minister for Planning and Development to come to the House and make a statement on this behalf what has he done so far and he should make a statement that he would come back within a week, so obviously he will be coming and making a statement before his House. Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: بخاری صاحب ! جو طالبعلم ادھر تعلیم حاصل کر رہے ہیں اسلام آباد میں ان کے لیے بھی یہ follow up کروالیں۔ ہزار خان بجارانی سے کہیں کہ تھوڑی progress بھی لیں تاکہ وہ ایوان کو بتا سکیں۔

Senator Sayed Nayyer Hussain Bokhari: Surely, I have conveyed to the Minister for Education wherever they are studying. Irrespective of this they are studying in Islamabad or in other provinces. So, he is coming to the House and he would make a statement for this issue.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکر ہے کہ ایک Parliamentarian Education Minister ہے۔ ہائر ایجوکیشن کے ڈاکٹر عطاء الرحمان نہیں ہیں who was answerable to the then President. زاہد خان صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ mike on کرلیں۔ آپ اپنی سیٹ پر آ جائیں وہ دریا بھی رخ موڑ لیتے ہیں، آپ کی سیٹ دوسری طرف ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ جو فیس تھی وہ صرف جامشورو یونیورسٹی کے لیے یا سندھ کے لیے نہیں تھی۔ جب وزیر اعظم کے ساتھ ہماری ملاقات ہوئی تھی اور اس وقت وزیر اعظم نے واضح طور پر کہا تھا کہ مالاکنڈ ڈویژن بشمول باجوڑ کیونکہ باجوڑ بھی اس وقت آپریشن کی زد میں ہے تو ان کے طالبعلم جہاں بھی پاکستان میں ہیں، جس یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں یہ اعلان ان کے لیے ہے۔ کیونکہ ہمارے صوبے میں جو تھے وہ تو ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں تھے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ پورے پاکستان میں جہاں بھی وہ پڑھ رہے ہیں ان کی فیس معاف ہے۔ پرسوں جب میں نے بجارانی صاحب سے بات کی تو ان کو اس بات کا علم ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ آپ جائیں اور وزیر اعظم صاحب سے بات کر کے پھر ایوان میں آکر بتادیں کیونکہ جب ہمارے ساتھ وزیر اعظم نے commitment کی

تھی وہ پورے پاکستان کے لیے کی تھی۔ اسلام آباد بھی پاکستان کا حصہ ہے تو مہربانی کرکے وہ آئیں کیونکہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں شام کو آؤں گا اور بتاؤں گا لیکن آج تیسرا دن ہے ابھی تک وہ یہاں ایوان میں نہیں آیا تو میں قائد ایوان سے کہتا ہوں کہ آپ مہربانی کرکے ان کو کہہ دیں کہ وہ ایوان میں بتادے کہ ان کی وزیر اعظم سے کیا بات ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی انہوں نے کہا ہے کہ بجارانی صاحب کو اطلاع دی ہے، خوش قسمتی سے اعظم سواتی صاحب اور جسٹس عبدالرزاق تھہیم صاحب بیٹھے ہیں وہ اس ایوان میں وزیر اعظم سے بھی یہ باتیں گوش گزار کرلیں کیونکہ وزیر اعظم اسمبلی میں آئیں گے۔ جی تھہیم صاحب۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق اے تھہیم (وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی): اس بات کا وزیر اعظم صاحب اور وزیر صاحب کو پتا ہے اور وہ consider کررہے ہیں۔ میں خود بھی وہاں موجود تھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Thank you اسمٰعیل بلیدی صاحب ابھی آگے چلیں بہت سی تقریریں ابھی باقی ہیں۔ آپ نے تو تقریر کرلی ہے اب دوسروں کو بھی سنیں۔

Hostel Arrangments for the Students from Balochistan in Islamabad

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ نے بلوچستان کے طالبعلوں کے حوالے سے جو بات کی تو میں سمجھتا ہوں کہ تین صوبوں کے طالبعلموں کے لیے یہاں اسلام آباد میں ہاسٹل ہیں اور صرف بلوچستان کے students کے لیے کوئی ہاسٹل نہیں ہے، کوئی جگہ ہمیں نہیں دی جارہی ہے اور ہم تین چار سال سے مطالبہ کررہے ہیں وزیر اعظم سے بھی اور حکومت سے بھی کہ ہمارے students کے لیے ایک جگہ مختص کی جائے اور صوبائی حکومت اس پر خود تعمیرات کرے گی تاکہ ہمارے طالعلم جو اس وقت لاوارث ہیں ان کی دادرسی ہوسکے۔ نیئر بخاری صاحب کو بھی کہتا ہوں کہ اس مسئلے کو دیکھ لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں بہت سی چیزیں ہیں ابھی میں کیا بتاؤں۔ کس کس چیز کو روئیں ہم۔ جی میڈم اپنی تقریر آپ شروع کریں گی۔ جی شروع کریں اور وقت کا بھی ذرا خیال رکھیں کیونکہ ابھی closing stages ہیں۔ جیسے فلم کے آخر میں سین پارٹ تیزی کے ساتھ آتا ہے۔ .It should be a dramatic end

سینیٹر ثریا امیر الدین: .Thank you so much جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ جب کراچی کی بجلی چلی گئی ایک دن کے لیے تو پورا کراچی اور پورا واپڈا چیخ اٹھا۔ ہمارے سینیٹ کے ممبران بھی بے چین ہوگئے تھے کہ کراچی میں بجلی نہیں ہے لیکن ہمارے بلوچستان کے اب بھی کئی سو گاؤں ایسے ہیں جہاں نہ بجلی ہے اور نہ گیس اور نہ پانی ہے۔ ذرا سینیٹ اس پر بھی غور کرے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم یہ باتیں آپ کو اپنی تقریر میں کرنی چاہییں please take the floor اور بسم اللہ کریں اور تقریر شروع کریں۔ میڈم ثریا امیر الدین صاحبہ! آپ بجٹ تقریر شروع کریں۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے تین دن بعد مجھے وقت دیا تاکہ میں تقریر کر سکوں۔ ان کا شکریہ بھی ادا کروں گی محترمہ حنا ربانی کھر کا جنھوں نے یہ بجٹ پیش کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی خاتون نے بجٹ پیش کیا۔ میں انہیں مبارکباد دیتی ہوں اور اپنے سینیٹ کے تمام ممبران کو مبارکباد دیتی ہوں جنھوں نے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو دو دفعہ وزیر اعظم مقرر ہوئیں ان کے بعد فہمیدہ مرزا اسپیکر مقرر ہوئیں اور شمشاد اختر گورنر سٹیٹ بینک مقرر ہوئیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا پاکستان خواتین کو promote کر رہا ہے اور وہ آگے آ رہی ہیں یہ بہت زیادہ خوشی کی بات ہے۔ بجٹ اس وقت پیش کیا جب ہمارا ملک اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے۔ ہر طرف افراتفری ہے، بم دھماکے ہیں، ڈرون حملے ہیں، بے روزگاری ہے، لوٹ مار ہے، بینکوں کو لوٹا جا رہا ہے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ بہت بری حالت ہے۔ ملک تباہی کے راستے پر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ پاکستان قائم بھی رہے گا کہ نہیں رہے گا۔ ایسے موقع پر جب سوات کے ۳۵ لاکھ لوگ میدانوں میں پڑے ہیں۔ بے یار و مددگار ہیں۔ حکومت ان کی مدد کر رہی ہے۔ پرائیویٹ ادارے بھی ان کی مدد کر رہے ہیں۔ میں ایک مثال دینا چاہوں گی کہ خلفائے راشدین کے عہد میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا کہ اگر دریائے فرات کے ساحل پر ایک کتا بھی بھوک سے مر جائے گا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں گا۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ ۳۵ لاکھ IDPs کو ہم کب تک support کریں گے اور کب وہ اپنے گھروں کو جا سکیں گے؟ وہ کب اپنے گھروں میں آرام، سکھ اور چین کا سانس لیں گے؟ یہ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔ اس کی limit کب تک ہو گی؟ ہم کب تک ان کی مدد کریں گے؟

میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ بلوچستان میں ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ وہاں پر بھی ڈرون حملے ہوں گے۔ وہاں پر آجکل بہت زیادہ لوٹ مار ہے۔ افراتفری ہے۔ لوگوں کو بم دھماکوں سے ہلاک کیا جا رہا ہے۔ اغواء کیا جا رہا ہے۔ Even خواتین تک لاپتہ ہیں۔ مہینوں گزر گئے ہیں کہ لوگ بلوچستان سے لاپتہ ہیں اور ان کا کوئی پتہ تک نہیں ہے۔ آیا وہ زندہ بھی ہیں یا مر گئے ہیں۔ خواتین بیوہ ہیں یا سہاگن ہیں انہیں یہ تک پتہ نہیں ہے۔ میں التجا کرتی ہوں کہ بلوچستان وہ افراد جو لاپتہ ہیں انہیں جلد سے جلد بازیاب کرایا جائے تاکہ ان کی فیملی کو سکون ہو اور اطمینان ہو۔ دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ عوام دوست بجٹ ہے لیکن میں کہتی ہوں کہ اس سے بہتر بجٹ پیش کیا جا سکتا تھا۔ اگر ان دو معصوم چھوٹے چھوٹے صوبوں، صوبہ سرحد اور بلوچستان، پر زیادہ توجہ دی جاتی تو ہمارا بلوچستان آج تباہی کے کنارے پر نہ ہوتا۔ بلوچستان کے لوگ پریشان ہیں۔ ان کا ذہنی سکون لٹ چکا ہے۔ وہ مریض بن گئے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کریں؟ مائیں اداس ہیں کہ ہمارا بیٹا گیا ہے واپس بھی آئے گا کہ نہیں۔ ہماری یونیورسٹی کا یہ حال ہے کہ پچھلے سال ہمارے وی سی صاحب پیسے مانگنے کے لئے خود اسلام آباد آئے کہ ہماری یونیورسٹی میں سٹاف کو تنخواہیں دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ خیر انہیں یہاں سے پیسے دے دیے گئے لیکن یہ کب تک چلے گا؟

دوسرے صوبوں میں اتنی یونیورسٹیاں ہیں اور ہماری واحد ایک یونیورسٹی ہے اس کو بھی اتنی گرانٹ نہیں دی جاتی کہ وہ اپنے اخراجات پورے کر سکے۔ بلوچستان میں سکولوں کی بہت کمی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہر محلے میں، ہر ڈسٹرکٹ میں کم از کم ایک پرائمری سکول ہو جہاں لڑکیوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیم دی جا سکے۔ لڑکیاں پڑھی لکھی ہوں گی تو جب وہ مائیں بنیں گی تو وہ اچھی قوم produce کریں گی جن میں شعور اور آگاہی ہو گی۔ وہ علم کی دولت سے مالا مال ہوں گی اور وہ ملک کے لئے ایک بہترین سرمایہ ہوں گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو ہمارا گوادر پورٹ ہے وہاں سے مچھلی ٹنوں کے حساب سے نکالی جاتی ہے۔ وہی مچھلی اگر ڈبوں میں پیک کر کے بیرون ممالک میں بھیجی جائے تو اس سے ہمیں کافی سرمایہ مل سکتا ہے۔ اسی طرح ہمارے پھل۔۔۔ بلوچستان کا سیب دنیا میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ بلوچستان میں اتنا پھل ہوتا ہے کہ اگر ہم اسے ڈبوں میں پیک کر کے باہر بھیجیں تو ہم کافی سرمایہ کما سکتے ہیں۔ ہمارے صوبے میں معدنیات بہت زیادہ ہیں۔ ہم اس کو استعمال کریں اور بجائے اس کے اس کو ہم کراچی بھیجیں یا پشاور بھیجیں وہیں پر فیکٹریاں لگائی جائیں، وہاں کے نوجوانوں کو جو پڑھے لکھے ہیں، جو بے روزگار ہیں، جن کے پاس روزگار نہیں ہے ان کو وہیں پر نوکریاں دی جائیں۔

وہاں سے جو ماربل نکل رہا ہے ان فیکٹریوں کے اندر ان کو ملازمتیں دی جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان کا کوٹا مقرر کیا جائے تاکہ ہمارے نوجوان پورے پاکستان میں جائیں اور انہیں نوکریاں ملیں اور وہ خوشحال زندگی گزار سکیں۔ آخر ہمارے نوجوانوں کا کیا قصور ہے کہ وہ مایوس بیٹھے ہیں؟ وہ بہت افسردہ ہیں۔ ان کی مائیں پریشان ہیں کہ ہم نے سولہ سال تک ان کو پڑھایا اس امید پر، اس آس پر کہ جب یہ جوان ہوں گے، پڑھیں لکھیں گے تو ماں باپ کا سہارا بنیں گے۔ کوئی سہارا نہیں ہے۔ کوئی نوکری نہیں ہے۔ کھانے کو نہیں ہے۔ سب پریشان ہیں۔ روزانہ بچے اغواء ہو جاتے ہیں۔ Even خواتین بھی اغواء ہو گئی ہیں اور خضدار سائیڈ کے جو نوجوان ہیں وہ نشے کے عادی ہو گئے ہیں۔ وہ گٹکا کھاتے ہیں۔ ان کو پولیس اٹھا کر لے جاتی ہے اور ان کو مارتی پیٹتی ہے۔ یونیورسٹی کے ہاسٹل سے لڑکوں کو اٹھایا جاتا ہے اور ان کو مار پیٹا جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں یہ سارا سلسلہ بند ہو اور یہاں پر خوشحالی آئے۔ ہمارا صوبہ بھی دوسرے صوبوں کی طرح ہو۔

بلوچستان کے پورٹ سے مچھلی اور جھینگے بے شمار نکلتے ہیں۔ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔ بلوچستان دنیا کا بہترین اور دیگر صوبوں سے وافر مقدار میں پھل پیدا کرنے والا صوبہ ہے۔ ان پھلوں کو بھی ڈبوں میں پیک کر کے بھیجا جائے۔ بلوچستان میں اکلوتی وولن مل تھی جس کا نام ہرنائی وولن مل تھا اس کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کم از کم اس مل کو بھی کھولا جائے اور دوسرے شہروں میں بھی ملیں بنائی جائیں تاکہ ہم بھی اپنا کپڑا باہر بھیج سکیں۔ ہمارا بھی نام ہو۔ ایک زمانے میں ہرنائی وولن مل کا کپڑا باہر کے ملکوں میں جاتا تھا اور ہم لوگ بڑے خوش ہوتے تھے کہ ہمارے پاس کم سے کم ایک تو ہے۔ ایک یونیورسٹی ہے۔ ایک ہرنائی وولن مل ہے۔ ایک ہاسپٹل ہے جو سالوں میں سول ہسپتال بنا تھا۔ وہاں کے حالات بھی اتنے خراب ہیں کہ وہاں کے مریض پریشان ہیں۔ Even doctors بھی پریشان ہیں۔ ہسپتال میں مریض تو ہیں لیکن دوائیاں نہیں ہیں۔ کوئی میڈیکل ایڈ نہیں ہے۔ Facilities نہیں ہیں۔ کم از کم ہمارے ہسپتال کو وہ سہولتیں دی جائیں جو دوسرے ہسپتالوں کو دی جا رہی ہیں۔ مشینری دی جائے تاکہ ہمارے مریض فائدہ اٹھا سکیں۔

بلوچستان میں قدرتی گیس کے خزانے ہیں لیکن بلوچستان کے لوگ قدرتی گیس سے محروم ہیں۔ کتنے گاؤں ایسے ہیں جہاں ابھی تک گیس نہیں ہے۔ وہ لوگ لکڑی جلاتے ہیں۔ اسی طرح سرنج اور مچھ میں کوئلے کی بہت کانیں ہیں لیکن اس کوئلے سے فائدہ اٹھایا نہیں جاتا۔ وہاں کے جو مزدور ہیں ان کو کوئی سہولت نہیں ہے۔ ایبٹ آباد اور دوسرے شہروں سے کام کرنے کے لئے لوگ وہاں آتے ہیں لیکن انہیں کوئی سہولت نہیں ہے۔ وہ بے چارے hand to mouth رہتے ہیں۔ ان کو کھانے کے لئے نہیں ہے۔ ان حالات میں IDPs بھی چلے گئے ہیں، ان پر اور burden بڑھ گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہاں کے IDPs کو بھی فائدہ پہنچایا جائے۔ ان کی بھی امداد کی جائے۔ آخر میں میں سب سیاسی جماعتوں سے یہ request کروں گی کہ یہ وہ وقت ہے کہ ہم پاکستان کو بچائیں اور اس کے لئے کام کریں۔ پاکستان کی فلاح و بہبود کے لئے اس کی سلامتی کے لئے۔۔۔ ہم جب تک مل جل کر کام نہیں کریں گے پاکستان ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

ابھی بھی بلوچستان میں یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ ہمیں آزاد بلوچستان چاہیے۔ اگر اس نعرے نے عملی شکل اختیار کر لی تو بنگال کی طرح یہ بھی ٹوٹ جائے گا اور ہم ایک اور صوبے سے محروم ہو جائیں گے۔ میں بلوچستان کی صرف رہنے والی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو بلوچ کہلانے پر بڑا فخر محسوس کرتی ہوں۔ میں ہر جگہ بلوچستان کے عوام کے لئے آواز اٹھاتی رہوں گی کیونکہ یہ ہمارا حق ہے اور ہمیں وہ تمام حقوق ملنے چاہئیں جو پنجاب کو حاصل ہیں اور جو صوبہ سندھ کو حاصل ہیں۔ آپ دیکھیں کہ جو بھی پوسٹ ہوتی ہے وہ یا تو سب سے پہلے سندھ کو جاتی ہے یا پھر پنجاب کو جاتی ہے۔ کہیں بھی بیرون ممالک کے دورے ہوتے ہیں تو پنجاب والے جاتے ہیں، سندھ والے جاتے ہیں اور بلوچستان والوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو وظیفے آتے ہیں وہ بلوچستان کے students تک نہیں پہنچتے اور وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ ہمارے students منتظر رہتے ہیں کہ ہمیں کوئی وظیفہ ملے اور ہم بھی اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ آخر میں میں ایک شعر سنانا چاہوں گی کہ:

حیات لے کر چلو، کائنات لے کر چلو
چلو تو زمانے کو ساتھ لے کر چلو

Thank you so much.

Mr. Acting Chairman: Pervaiz Rashid sahib, please take the floor.

اتنے میں لیڈر آف دی ہاؤس آ جائیں نا۔ مخدوم صاحب آپ لیڈر آف دی ہاؤس کے ساتھ تھوڑی سی بات کر لیں۔ کوئی issue ہے تو پھر میں وضاحت مانگوں گا۔ سومرو صاحب ان باتوں پر پھر آ رہے ہیں۔ اچھا پرویز رشید صاحب وضاحت کر لیں۔ نہیں پہلے آپ بتا دیں کیونکہ دونوں اطراف سے انتظار میں بیٹھے ہیں Treasury Benches سے اور Opposition سے بھی یہ مسئلہ اٹھا ہے۔

مخدوم شہاب الدین (وفاقی وزیر برائے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ): جناب! گزارش یہ ہے

there is actually a concern, which is being shown about the composition of the Planning Commission Members in the Planning Division, so I had made a submission over here when Naek sahib was presiding. I said that this matter is already in the notice of the Prime Minister and I have already brought it in the notice of Prime Minister and we are looking into it. This needs legal procedure. This is a highly specialized job. All those who are working in the Planning Commission/Planning Division will have to have a certain expertise. It will take a little time but let me assure you, I do understand, this composition is lopsided. There has to be a representation from other provinces also. So, we invited certain applications and we are going through applications. There are so many applications with me also. So, we are going to ....

سینیٹر محمد زاہد خان: آپ عجیب سی بات کر رہے ہیں۔ شہاب الدین صاحب اس دن وزیر صاحب نے یہ کہا تھا کہ یہ اہلیت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو چھوٹے صوبوں میں اتنی اہلیت کے لوگ نہیں ملتے؟ کیا ہم انسان نہیں جو وہاں رہ رہے ہیں؟ آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ انہوں نے statement غلط دی ہے۔

(Interruption)

Mr Acting Chairman: Please hear your Minister.

یہ treasury benches والے اپنے وزیر کا تو خیال رکھیں۔ یہ within the treasury benches tumultuous ہو رہا ہے۔

(Interruption)

جناب قائم مقام چیئرمین: رضا ربانی صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ انہیں غور سے سنیں۔ سنیئر ممبر بھی رہے ہیں، Leader of the House, Leader of the Opposition بھی رہے ہیں اور ہم سب انہیں عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین صاحب! میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بات درست ہے کہ یہ anomaly Planning Commission کے اندر موجود ہے۔ جیسے آپ کو اور باقی تمام دوستوں کو اس بات کا علم ہے کیونکہ ہم نے اکٹھے آمریت کے خلاف جدوجہد کی ہے، اس سائیڈ پر بھی بیٹھ کر چھوٹے صوبوں کے حقوق اور ان کی representation کی بات ہمیشہ کی ہے۔ آج بھی اس بات پر Pakistan Peoples' Party and coalition Government commitment رکھتی ہے۔ میرے خیال میں کچھ misunderstanding ہوئی ہے تو اس کے لیے میں ذاتی طور پر اور میں اپنی پارٹی کی طرف سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔ خدانخواستہ یہ impression create کیا گیا ہے کہ چھوٹے صوبوں میں لوگ اس caliber کے نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے نامور لوگ

bureaucracy کے اندر، اس کے باہر چھوٹے صوبوں سے ہیں جنہوں نے پاکستان اور وفاق کا نام روشن کیا ہے۔ ہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شاید کل ہاؤس prorogue ہو جائے، میں آپ کے توسط سے ان ممبران سے صرف آج کے دن کی مہلت مانگتا ہوں۔ میں پرائم منسٹر سے بات کر کے کل ہاؤس کو اس پورے مسئلے سے آگاہ کر دوں گا کہ کہاں تک بات پہنچی ہے اور کیا صورتحال ہے؟ میری کوشش یہ ہو گی کہ آج شام کے سیشن میں بات کر لوں لیکن آج پرائم منسٹر پشاور جا رہے ہیں تو شاید یہ ممکن نہ ہو، اگر possible ہوا تو شام کے سیشن میں میں جواب دے دوں گا ورنہ کل صبح کے سیشن میں جواب دے دوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ، رضا ربانی صاحب۔ آپ نے آج treasury benches میں revolt دیکھ لیا ہے۔ جی Leader of the Opposition جناب وسیم سجاد صاحب۔

There must be representation of the Senate in the Central Selection Board

سینیٹر وسیم سجاد (قائدِ حزبِ اختلاف): جناب! رضا ربانی صاحب اور وزراء موجود ہیں تو میں اسی ضمن میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ Central Selection Board کتنی اہم body ہوتی ہے۔ اس کے گریڈ 19 سے 20 اور 20 سے 21 کے لیے جو بورڈ تشکیل دیا گیا ہے اس میں ممبران نیشنل اسمبلی کو نمائندگی دی گئی ہے اور یہ بہت اچھی بات ہے کہ public representatives کو نمائندگی دینی چاہیے لیکن مجھے پتا چلا ہے کہ سینیٹ کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ شاید ان کو اس وقت خیال نہیں آیا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر Prime Minister Sahib کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے تو یقیناً وہ سینیٹ کو نمائندگی دیں گے۔ میں نے اس لیے یہ point out کیا ہے کیونکہ رضا ربانی صاحب آج Prime Minister Sahib سے بات کریں گے تو وہ یہ بھی بات کر لیں کہ سینیٹ سے، ہر صوبے سے، ایک نمائندہ لیں کیونکہ یہ وفاق کا نمائندہ ہے، ہر صوبے سے ایک نمائندہ Central Selection Board for Grade 19 to 20 and 20 to 21 میں سینیٹ کی طرف سے ہونا چاہیے اور میں امید رکھتا ہوں کہ رضا ربانی صاحب PM سے بات کریں گے اور اس کی بھی یقین دہانی لا کر سینیٹ کو کم از کم مطمئن کر دیں گے کہ ان کی بھی کوئی relevance Pakistan کے نظام کو چلانے میں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی رضا صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani: I assure the honourable Leader of the Opposition that I will take this issue up and either today or tomorrow when I get back to the House I will inform the House.

جناب قائم مقام چیئرمین: جی حاصل بزنجو صاحب۔

Bonded labour in the Senate Secretariat

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب! یہ بہت اچھی بات ہے کہ آج ڈھیر سارے وزراء نظر آرہے ہیں۔ میں اس پورے ہاؤس including Leader of the House, Secretary Senate, Deputy Chairman, Chairman Senate آپ تمام کی اطلاع کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں نے bonded labour کا کام سینیٹ میں کب سے شروع کیا ہے؟ Practically you people are doing bonded labour in Senate. جناب! تیس آپ کے employees ہیں جن کو آپ نے employ کیا ہوا ہے، ان سے آپ کام لے رہے ہیں مگر you are not paying them anything. ان کو کوئی پیسہ نہیں دے رہے ہیں۔ وہ ملازم confirm ہوتا ہے جو سیکریٹری صاحب کا ہوتا ہے، جو Leader of the House کا ہوتا ہے یا کسی Senator کا ہوتا ہے۔ یہ تیس سے زیادہ لوگ ہیں آپ ان کو تنخواہ نہیں دے رہے ہیں۔ I am so sorry کہ کل ایک driver نے مجھے یہ کہا کہ جناب، میرا بچہ اسکول سے نکالا گیا، میں نے اپنا موبائل بیچ کر اپنے بچے کی فیس جمع کرائی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ House پورے پاکستان کے تحفظ کے دعوے کرتا ہے، آپ bonded labour کر رہے ہیں، it is a shame for all of us کہ ایک آدمی اس لیے بھرتی ہو گیا، confirm ہو گیا، permanent ہو گیا کیونکہ وہ Leader of the House کا آدمی تھا، ایک آدمی اس لیے confirm ہوا کہ وہ ڈپٹی چیئرمین کا آدمی ہے، ایک سینیٹ کے چیئرمین کا آدمی ہے۔ خدارا! آپ لوگ جب ایسی حرکتیں کرتے ہو، اس House کے چلانے والے جب ایسی حرکتیں کرتے ہیں، آپ ان bureaucrats سے کیا توقع رکھیں گے؟ آپ کو اس کا جواب دینا ہوگا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں تھوڑی وضاحت کر دوں جو میرے پاس اطلاع ہے۔ یہ لوگ جب employ ہوئے تھے-----

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر پر پھر آپ کی تقریریں مکمل نہیں ہوں گی۔ آپ نے اپنی تقریر کر ڈالی، دوسروں کو سننے کی عادت ڈالیں۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: چیئرمین صاحب! جو میر صاحب کہہ رہے ہیں، آپ کے rules میں ہے کہ تین سال کے بعد ان کو confirm کریں گے، کیوں نہیں کرتے ہیں؟ تنخواہ بند ہے کتنے مہینوں سے، لوگ بھوکے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ مسئلہ ہے۔ کمیٹیز کے جو چیئرمین تھے اس وقت انہوں نے اپنی choice سے لگائے تھے اور appointment letter میں یہ لکھا ہوا ہے کہ as long as the committee is there.

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب! یہ بتائیں کہ یہ کون سا طریقہ ہے، کون سا rule ہے کہ اگر میں کمیٹی کا چیئرمین بن گیا، میں نے اس کو نہیں لیا، آپ اس کو نکال دیں گے؟ دیکھو، یہی رویہ ہے آپ لوگوں کا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: رویہ ہم لوگوں کا نہیں ہے، یہ رویہ سارے ایوان میں پہلے سے چلا آرہا ہے مثال کے طور پر ولی بادینی صاحب چیئرمین بنناچاہتے ہیں، وہ اپنی مرضی کے آدمی رکھتے ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب! bonded labour کی مثال آپ لوگ کیوں قائم کرتے ہیں یہاں پر؟

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ bonded labour نہیں ہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب! Bonded labour ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ اپنی مرضی سے آئے ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: بغیر تنخواہ کے آپ ان سے کام لے رہے ہیں، bonded labour اور کیاہوتاہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم لوگ بھی ان چیزوں کے بہت زیادہ conscious ہیں لیکن ان کو-----

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: اگر conscious ہوتے توآپ ایسی حرکتیں نہ کرتے----

جناب قائم مقام چیئرمین: ایسے ان کو کہا گیاہے کہ نئے چیئرمین committees کے بنیں گے، مثال ولی بادینی کی choice ہے توان کی مرضی کاہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: ہر چیئرمین اپنے لیے نیاآدمی لائے گاتوان کاکیابنے گا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ لوگ contract پر تھے، they are not permanent employees

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: آپ لوگوں نے ان کو کہاہے کہ آپ محنت کریں، کسی کے پاس جائیں، کسی کے بوٹ پالش کریں تاکہ وہ تم کولے ورنہ ہم آپ کونکال دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بات یہ ہے M1 والا بھی کنٹریکٹ والاہے، ڈرائیور بھی contract والاہے، یہ problem ہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: آپ کے سینیٹ کا office, bonded labour کررہاہے۔اس کے اوپر case ہوناچاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ تقاریر نہیں ہونے دیں گے، آپ کے colleagues رہ جائیں گے۔

Abolition of Parliamentarians Hajj Quota

سینیٹر سیمیں یوسف صدیقی: جناب! حج کے لیے parliamentarians کو دس آدمیوں کا کوٹہ ملتا تھا، اب quota ختم کر دیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پرائم منسٹر نے اپنا بھی surrender کر دیا ہے۔

سینیٹر سیمیں یوسف صدیقی: نہیں ٹھیک ہے، سب نے surrender کر دیا، مجھے تو ایسا لگتا ہے کوئی نئے ٹور آپریٹرز آ گئے ہیں ان کے contact میں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جیسے انہوں نے heroin ڈال کر بھیجا ہے، اس قسم کا ٹور آپریٹر تو کوئی نہیں چھوڑے گا۔

سینیٹر سیمیں یوسف صدیقی: یہ جو ہم سے انہوں نے quota لیا ہے، اس کا pool بنے گا اور نئے operators میں اس کو distribute کیا جائے گا اور یہ ایک پیسے کمانے کا نیا طریقہ ہے۔ جناب! خدا کے لیے اس کو بحال کریں، بہت سارے balloting میں رہ جاتے تھے اور ہمارے توسط سے ان کے نام چلے جاتے تھے، وہ حج پر چلے جاتے تھے۔ دس دس آدمی کوئی بڑی بات نہیں ہے، انہوں نے آتے ہی یہ کیوں ختم کر دیا۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئرمین! حکومت نے یہ بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے، کوئی quota نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے دربار میں سب کو equally جانا چاہیے۔ یہ بہت اچھا فیصلہ ہے، اس کو revise نہ کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرے ہاتھ میں نہیں ہے، کاظمی صاحب اور ان کے گروؤں کے ہاتھوں میں سب کچھ ہے۔ ابھی پرویز رشید صاحب. please take the floor تقریریں کرنے دیں نا، آپ ادھر بحث میں پڑ گئے ہیں۔ تقریریں بجٹ کی ہیں، حج کوٹہ ہمارے purview میں بھی نہیں ہے۔ بخاری صاحب کے علم میں آ گیا ہے وہ کاظمی صاحب سے بات کریں گے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: چیئرمین صاحب! مالاکنڈ ڈویژن کے طلباء کی فیس کے معاملے میں وزیر صاحب کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: وزیر تعلیم صاحب! وہ کہہ رہے ہے کہ اسلام آباد میں جو مالاکنڈ ڈویژن بشمول باجوڑ کے students ہیں ان سے یہاں فیس مانگی جا رہی ہے، ان کے پاس تو ہے نہیں they are part of the displaced families, especially اسلام آباد میں یہ lacuna ہے، دوسری جگہ adjust ہو گئے ہیں، تو اسلام آباد میں proper instructions نہیں گئیں۔

میر ہزار خان بجارانی (وفاقی وزیر تعلیم): جناب! بالکل ان کی بات بجا ہے اور یہ باقی جگہوں پر تو instructions چلی گئی ہیں، اسلام آباد میں آج ہی انشاء اللہ میں یہ ساری instructions pass کر دیتا ہوں۔ ہمیں

خود ان سے بڑی ہمدردی ہے اور ہم چاہیں گے کہ ان کے لیے ہم آسانی پیدا کریں نہ کہ ان کے لیے ہم کوئی مشکل پیدا کریں۔

I assure the honourable Senator through you that today, Insha-Allah, these orders will be passed on. Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: بہت شکریہ جناب وزیرِ تعلیم صاحب۔ پرویز رشید صاحب! please take the floor.

Discussion on the Budget 2009-10

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین! میرے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ گزشتہ 36 یا 48 گھنٹوں سے جو کرسیاں ویران پڑی تھیں، وہ آباد ہیں اور میری تقریر کی باری ایک ایسے اچھے لمحے میں آئی جب ایوان میں کئی وزراء موجود ہیں لیکن خوشی کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کا دکھ اور افسوس بھی ہے کہ جو وزراء اپنی کرسیوں پر موجود ہیں، وہ اپنی اپنی پارٹیوں کے اعتماد سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ایوان میں ہم سب نے دیکھا کہ وزراء کو جو جواب دینا تھا، وہ جواب رضا ربانی صاحب نے دیا اور رضا ربانی صاحب کی بات پر اعتماد کر لیا گیا۔ جن کی ذمہ داری تھی ان کی بات پر اعتماد کرنا تو دور کی بات، ان کی بات کو سننا بھی ان کی اپنی جماعتوں کے اراکین نے پسند نہیں کیا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جنابِ والا! میں اس بات کو طعنے کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا، نہ یہ بات کرتے ہوئے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اس بات کو صرف اس لیے بیان کرنا پڑا، میں ignore کر دیتا اس مسئلے کو جو ابھی ہوا، میں اس کی مثال بھی پیش نہ کرتا اگر مجھے یقین ہوتا کہ بجٹ بناتے وقت بھی یہی رویہ نہیں تھا جو رویہ اس وقت ایوان میں ہماری آنکھوں کے سامنے پیش ہوا۔ اگر بجٹ بناتے وقت ان اراکین سے جو آپس میں اپنے آپ کو اتحادی کہتے ہیں، ان سے مشورہ کر لیا جاتا تو یقیناً اس بجٹ کی اہمیت اور اس بجٹ کی حیثیت اور اس بجٹ کی قبولیت اس سے کہیں زیادہ ہوتی جو کہ اس وقت تک نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ ہم سب کے علم میں ہے کہ اتحادی جماعتوں کے سب سے بڑے قائدین نے اس بجٹ پر تقاریر کرنے سے صرف اس لیے انکار کر دیا، بجٹ کی بحث میں حصہ لینے سے صرف اس لیے انکار کر دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس بجٹ کی تعمیر کے وقت، اس بجٹ کی تشکیل کے وقت ان سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا، ان کی رائے کو سنا نہیں گیا۔ لہٰذا وہ اس بجٹ کی بحث میں حصہ لینے سے بھی اپنے آپ کو انکاری سمجھتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اگر یہ بجٹ مشورے سے نہیں بنایا گیا، اگر یہ بجٹ جو حکومت میں شامل لوگوں نے نہیں بنایا تو پھر یہ بجٹ بنایا کس نے ہے؟ کیا اس سوال کا جواب کوئی دینے والا ہے؟ کیا یہ مجھے بتایا جائے گا کہ جب اس بجٹ میں جو رقوم مختص کی گئی ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ مجھے یہ بات کس سے پوچھنی ہے، یہ بات مجھے اس سے پوچھنی ہے جس نے اس بجٹ کو پڑھا، یا مجھے یہ بات اس سے پوچھنی ہے جس نے اس بجٹ کو لکھا یا مجھے یہ بات ان سے پوچھنی ہے جنہوں نے یہ بجٹ لکھوایا؟ جنہوں نے یہ لکھوایا، ان سے پوچھنے کا اختیار تو میرے پاس نہیں، ہماری حیثیت نہیں کہ ہم ان

سے بات کر سکیں لیکن جنھوں نے اس کو لکھا یا جن سے لکھوایا گیا، کیا وہ مجھے اس بات کا جواب دینا پسند کریں گے کہ اگر آپ آمدن اور اخراجات کے فرق میں، gap کے بارے میں، بجٹ پیش کرنے والے دن تک بھی، اعتماد کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتے کہ اس کو friends of Pakistan سے پر کیا جائے گا یا یہ IMF کی طرف سے ملنے والی بھیک سے پر کیا جائے گا یا IMF کی طرف سے پاکستان پر ڈالے گئے بوجھ کے ذریعے سے اس gap کو fill کیا جائے گا؟ تو پھر مجھے یہ بتائیں کہ اس بجٹ پر ہم بحث کیوں کر رہے ہیں؟ جس چیز کے مستقبل کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہے اس پر ہم گفتگو کیوں کر رہے ہیں؟ جس کے مستقبل کے بارے میں ہمیں یہ نہیں معلوم کہ کل اس کا حشر کیا ہونا ہے؟ جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ آمدن کے تناسب سے اخراجات کا جو اضافہ ہوا ہے، ان اخراجات کو ہم کہاں سے پورا کریں گے؟ کیا ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ہم اپنے مستقبل کی نسلوں کو مزید گروی رکھیں گے؟ ہم اپنے پیدا ہونے والے بچے جو ابھی اس دنیا میں آئے ہی نہیں، ان کا بال بال قرضے میں جکڑ دیا ہے۔ ہم ان پر مزید قرضوں کا بوجھ ڈالیں گے یا پھر ہم جو بھوکے ننگے لوگ اس وقت پاکستان میں پھر رہے ہیں ان کی جیبوں سے مزید پیسے نکالیں گے، ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کر سکتے تھے؟ مخدوم صاحب اور سندھو صاحب اگر آپ دو منٹ تشریف رکھ لیں اور میری بات سن لیں، آپ وہیں اپنے مقام پر بیٹھیں، وزراء کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے آپ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ جناب والا! میرے یہ دوست مجھ سے seniors ہیں، مجھے ان سے بہت محبت ہے، میں ساری عمر ان لوگوں سے سیکھتا رہا ہوں۔ میرے خیال میں میری بات کو سنا جانا چاہیے۔ اگر میری کوئی بات ناگوار گزر رہی ہو تب بھی آپ کو سننا چاہیے کیونکہ ہم نے تمام عمر آپ لوگوں کی ناگوار باتوں کو سنا۔

جناب والا! مجھے بتائیں کہ یہ تین سو ارب کا فرق ہے۔ کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا کہ جو حکومت کے اخراجات کو کم کر کے ان تین سو ارب کو متوازن بجٹ کی شکل میں پیش کر دیتا؟ کیا یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ حکومت کے وہ ادارے جو نقصان میں جا رہے ہیں جن کو ہر سال پاکستان کے عوام سے پیسے لے کر دینے پڑتے ہیں اور پھر ان کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے؟ کیا ان اداروں کے نقصانات کو ختم کر کے بجٹ کو متوازن نہیں بنایا جا سکتا تھا؟ کیا یہ ضروری تھا کہ ہم اس کے لیے باہر جائیں اور گلی گلی رسوائی کا سامان اپنے لیے خرید کر لائیں؟ جناب والا! ہم friends of Pakistan سے پیسے مانگتے ہیں، یعنی پاکستان کے دوستوں سے کچھ مانگتے ہیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم پاکستانیوں سے ہی دوستی کر لیں؟ اگر پاکستانیوں سے دوستی کر لیں تو پھر کیا ضرورت رہ جائے گی کہ آپ کو باہر جا کر اپنے ہاتھ پھیلانے پڑیں اور پاکستانیوں سے دوستی کیوں نہیں کی جاتی؟ آپ کو صرف بلوچستان اتنے وسائل مہیا کر کے دے سکتا ہے، صوبہ سرحد سے بہہ کر آنے والا پانی جو ہم سمندر میں غرق کر دیتے ہیں اس کو بھی بچا لیا جائے تو ایک ایک قطرہ آپ کو اتنے ڈالر اکھٹے کر کے دے سکتا ہے جس سے پاکستان کی محتاجیوں کو ختم کیا جا سکتا ہے لیکن ایسا کیوں ہے کہ ہم پاکستانیوں سے دوستی نہیں کرتے؟ ہم اپنے ملک میں موجود وسائل کو استعمال کرنے کے بارے میں کوئی منصوبہ سازی نہیں کرتے لیکن ہم پاکستان کے لیے اور پاکستان کے لوگوں کے لیے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیتے چلے جا رہے ہیں جس میں غریب اور امیر کا فرق اپنی انتہاؤں پر پہنچ چکا ہے۔ آپ سب اس بات کی گواہی دیں گے کہ آج سے کچھ سال پہلے تک جب آپ کی کاریں سڑکوں پر کھڑی

ہوتی تھیں، یہ درست ہے کہ اس وقت آپ کے پاس جو کاریں ہوتی تھیں وہ والی کاریں نہیں تھیں جو آج آپ کے پاس ہیں۔ جب آپ کی کاریں red signal پر سڑکوں پر کھڑی ہوتی تھیں تو آپ کو کوئی بچہ ہاتھ میں wiper لیے ہوئے آپ کی گاڑی کی سکرینوں کو صاف کرنے کے لیے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جناب والا! ان بچوں کے ہاتھوں میں wipers کی جگہ قلم ہونے چاہیے تھے۔ مجھے یہ بتائیں کہ پاکستان میں امیر اور غریب کا جو طبقاتی فرق ہے جس میں ایک طرف خوشحالی نے شہروں کو جنم دیا، جس میں ایک طرف یہ اسلام آباد کا شہر ہے، جس کو کراچی سے صرف اس لیے منتقل کیا گیا تھا کہ اسے منتقل کرنے والوں نے سوچا کہ کراچی سے دارالحکومت اسلام آباد میں لایا جائے تو اس وقت کے فیلڈ مارشل صاحب کا خیال یہ تھا کہ وہ اپوزیشن کی دسترس سے باہر ہو جائیں گے، اس وقت کراچی کو حزب اختلاف کا شہر سمجھا جاتا تھا۔ مجھے بتائیں ہم اپنے آپ کو حزب اختلاف سے بچاتے رہے، ہم آج اسی شہر میں محصور ہو کر بیٹھے ہیں۔ اگر آج فیلڈ مارشل کی روح کسی شخص کے جسم میں داخل ہے تو وہ شخص بھی محصور ہے۔ ہم اس شہر میں آزادانہ سڑکوں پر چل پھر نہیں سکتے۔ یہ ہماری ان پالیسیوں کا نتیجہ ہے جس نے اس ملک میں طبقاتی تقسیم کو، جس نے اس ملک میں ناانصافی کو، جس نے اس ملک میں اپنے وسائل استعمال کرنے کے بجائے غیروں پر بھروسہ کرنے کی پالیسیوں کی وجہ یہ نتائج بھگتنے پڑے کہ آج ہمارے لوگ محفوظ نہیں ہیں، ہمارے شہر محفوظ نہیں ہیں، ہمارے حکمران محفوظ نہیں ہیں۔ جناب والا! کیا اس سے زیادہ اس حکومت کے لیے کوئی خوش قسمتی کی بات ہو سکتی ہے کہ اسے ہم جیسی اپوزیشن ملی؟ ان کا دوسرا سال چل رہا ہے۔ دو سال کے طویل عرصہ میں کسی ایسی اپوزیشن سے واسطہ پڑا جو آج بھی بار بار تکرار سے اس بات کو دہراتی ہے کہ ہم ان کا حق حکمرانی تسلیم کرتے ہیں، ہم ان کی آئینی مدت جو پانچ سال کی ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم تمام قومی معاملات پر جس میں اس ملک کی معیشت کو درست کرنا بھی شامل ہے، ان کا ساتھ دینے کے لیے، ان کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن مجھے یہ بتائیں کہ ہمارا جو دست تعاون ہے اس کے جواب میں ہمیں کیا موصول ہوتا ہے؟ جناب والا! میں یہ گلہ اور شکوہ نہیں کرتا لیکن کیا یہ بات درست نہیں کہ پچھلے سال فروری کے انتخابات ہوئے ان انتخابات میں کسی بھی جماعت کو اکثریت حاصل نہیں ہوئی تھی؟ Single largest majority party نہ مرکز میں اور نہ صوبوں میں تھی۔ Single largest parties تھیں مگر single largest majority party کوئی بھی نہیں تھی۔ یہ ہماری جماعت تھی جس نے انتخابات سے بھی پہلے جب Charter of Democracy پر دستخط ہو رہے تھے اس سے بھی پہلے جدہ سے میاں نواز شریف صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ آئندہ جب بھی اس ملک میں انتخابات ہوں گے اگر کسی جماعت کو ایک ووٹ سے بھی اکثریت حاصل ہو گی تو میں پانچ سال کے لیے اس کے حق حکمرانی کو تسلیم کروں گا لیکن جناب والا! فروری کے انتخابات میں کسی پارٹی کو ایک ووٹ سے بھی اکثریت حاصل نہ ہو سکی، اس کے باوجود ہماری جماعت نے وزیراعظم کو منتخب کروایا۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ ہماری جماعت کی پیش قدمی تھی جس کی وجہ سے دوسری جماعتوں کو بھی اس اقدام کو appreciate کرنا پڑا اور دوسری جماعتوں نے اس چیز کو adopt کیا۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین! ابھی یہ بات کر رہے ہیں، بعد میں جو ممبران بولیں گے اس کے بعد لیں گے، Budget speeches ہیں اس لیے we have short of time. پرویز رشید صاحب میں تو اس چیز کا قائل نہیں ہوں لیکن قانون مجبور کر رہا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ آج speakers زیادہ ہیں اور وقت کم ہے۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب والا! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ عموماً میں آپ سے بہت کم وقت مانگتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین: شیخ صاحب! بجٹ کی تقریر میں بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ ہم قومی اسمبلی اور بلوچستان میں بھی دیکھتے رہے ہیں۔ اس میں اب گنجائش نہیں ہے۔ اور حکومتی بنچوں کو ہر وقت سننے کی ہمت اور حوصلہ ہوتا ہے۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب والا! اگر ان میں ہمت اور حوصلہ ہوتا تو آج صورت حال اس مقام تک نہ پہنچتی۔۔

جناب قائم مقام چیئر مین: جی، فرمائیے۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئر مین! میں اس مدد کے لیے آپ کا مشکور ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم آج بھی حکومت کو یہ پیشکش کرتے ہیں، ہماری یہ پیشکش موجود ہے کہ پاکستان کو مشکلات سے نکالنے کے لیے ہماری طرف سے ہمارا دست تعاون آپ کے لیے حاضر رہے گا لیکن آپ کو بھی اپنی اداؤں پر غور ضرور کرنا چاہیے۔ جناب والا! میں اس بات کا شکوہ نہیں کروں گا جب پنجاب میں حکومت کو ایک judicial coup کے ذریعے ختم کیا گیا۔ جناب والا! میں یہ شکوہ بھی نہیں کروں گا کہ آج بھی پاکستان مسلم لیگ کے قائد میاں نواز شریف کو پارلیمنٹ کا حصہ بنانے سے روکنے کے لیے سازشیں کی جارہی ہیں لیکن میں اس بات کو ضرور ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ہم ان سے یہ توقع کرتے ہیں، ہماری یہ توقع ہے اور خصوصاً حکومت میں شامل سب سے بڑی سیاسی جماعت سے ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ below the belt جا کر نہ کھیلیں کیونکہ اگر آپ ایسا کھیل کھیلیں گے تو صبر کا دامن کہیں لبریز نہ ہو جائے۔ اب بھی ہم اپنے پر قابو پا کر رکھتے ہیں، ہم اپنے جذبے کو، غصے کو اپنے پر حاوی نہیں ہونے دیتے اور ہم اپنے غصے کو اپنے پر حاوی نہیں ہونے دیں گے لیکن مجھے یہ بتائیے کہ اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ اگر وزیر اعظم صاحب یہ کہتے ہیں کہ ایڈووکیٹ جنرل سندھ نے جو کاغذات سپریم کورٹ میں پیش کیے ہیں، اس کی انہیں ہدایت نہیں کی گئی تھی اور انہیں روک دیا جاتا ہے کہ آپ دوبارہ اس کیس کی کارروائی میں حصہ نہ لیں تو اس سے بڑھ کر زیادہ برا کام Prosecutor General Sindh آکر کرتے ہیں اور Prosecutor General Sindh جب کہتے ہیں کہ نواز شریف کو انتخاب میں حصہ لینے کا حق حاصل نہیں ہے اور نواز شریف انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ انہیں عدالت سے سزا ہو چکی ہے تو کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ عدالت سے سزا پہلی دفعہ صرف ایک سیاستدان نواز شریف ہے جس کو ہوئی ہے؟ اور اگر اس سزا کو تقدس حاصل ہے،

اگر نواز شریف کو ملنے والی سزا کوئی آئینی، قانونی حیثیت کے ساتھ ساتھ کوئی اخلاقی تقدس بھی حاصل ہے جس کی پیروی کرنا یہ لوگ ضروری سمجھتے ہیں تو جناب والا! وہ سزا بھی سپریم کورٹ سے ہوئی تھی جس میں ذوالفقار علی بھٹو کو قاتل کہا گیا تھا لیکن ہم آج بھی کہتے ہیں ذوالفقار علی بھٹو قاتل نہیں تھا۔ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو کا قتل کیا گیا تھا لہذٰ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، میری آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ اس بحث کو جو تلخیوں کی طرف جاتی ہے مہربانی کرکے اس طرف نہ لے جائیں۔ نواز شریف کو ہائی جیکنگ کیس میں جب سزا دی گئی تو ہم میں سے کون نہیں جانتا اور میں چاہتا ہوں کہ اس ایوان کے ریکارڈ پر یہ چیز آئے کہ اس وقت بارہ اکتوبر کو جہاز کے اڑنے سے بھی پہلے پاکستان آرمی کے افسران پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن کے دفتر میں داخل ہو چکے تھے۔ جناب والا! میں بحیثیت چیئرمین، پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن کے دفتر میں اس وقت موجود تھا جب وردیوں میں ملبوس لوگ ٹیلی ویژن کی دیواروں کو پھلانک کر ٹیلی ویژن کے دفتر میں داخل ہوئے اور انہوں نے ٹیلی ویژن کا کنٹرول حاصل کر لیا اس وقت پانچ بج کر پینتالیس منٹ کا وقت تھا اور چھ بجے کے خبرنامے میں سے اس خبر کو جنرل (ریٹائرڈ) مشرف کی برطرفی کی خبر تھی اس کو رکوانے کی کوشش کی گئی۔ جناب والا! میں سینیٹ کا بھی ممبر تھا اور سینیٹ کے اس ممبر کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس کا ذکر نہ میں نے کبھی پہلے کیا اور نہ آج میں اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں لیکن میں اپنے دوستوں کو یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ میری باری تھی اور اگر آج بھی ہم اپنے جمہوری credentials درست نہیں کریں گے، اگر آج بھی ہم جمہوری spirit نہیں اپنائیں گے، آج بھی اگر ہم ان ایوانوں کے تقدس کا خیال نہیں کریں گے تو جناب والا! یہ باری کسی دوسرے کی بھی آ سکتی ہے۔ مجھے اپنے دکھ اور غم کو بیان نہیں کرنا لیکن میں اس تکلیف سے جس سے مستقبل میں میرا کوئی دوسرا سینیٹ کا ساتھی گزر سکتا ہے، آج بھی اس سے لرزاں ہوتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ ان نشستوں پر بہت سے ایسے لوگ بیٹھے ہیں جو بارہا ان تکالیف سے گزرے ہیں لیکن مجھے اس چیز کا بھی احساس ہے کہ آج وہ پچھلی نشستوں پر ہیں، اگلی نشستوں پر کم لوگ رہ گئے ہیں جو اس عذاب اور ان تکالیف سے آگاہ ہوں جو جمہوریت کی جدوجہد کے راستے میں پیش آتی ہیں۔ جناب والا! اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر آج ہم اس ایوان اور اس ایوان کے احترام کو اور اس کی آئینی حیثیت کو جو 1973 کے آئین میں درج کی گئی ہے، آج اگر ہم اس کو بحال کرا دیں تو ہمارے لیے اور پاکستان کے مستقبل کے لیے شاید ایک ایسا دن آ جائے جب ہم ان ایوانوں سے روشنی کی، امید کی اور خوشی کی وہ روشنی طلوع ہوتی دیکھیں جو پاکستان میں رہنے والوں کو امن اور خوشحالی کے ساتھ زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کر سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: محترم چیئرمین صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں کہ اگرچہ وزراصاحبان تو جا ہی رہے ہیں لیکن آپ نے مجھے تقریر کا موقع دیا ہے۔ مجھ سے پہلے جن سینیٹر حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اس میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ پاکستان میں پہلی خاتون وزیراعظم تھیں، آج پہلی خاتون سپیکر صاحبہ ہیں اور یہ بجٹ پہلی مرتبہ ایک خاتون وزیر پیش کر رہی ہیں۔ اب چونکہ فوج میں بھی ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں شامل ہو رہی ہیں

تو مجھے ڈر ہے کہ کسی دن ٹیلی ویژن پر پیارے ہم وطنو، خطاب کرتے ہوئے کوئی خاتون مارشل لا ایڈمنسٹریٹر ہمیں خطاب نہ کرے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شریف گھرانوں میں تو اکثر ہیں۔ شریف خاوندوں کے گھروں میں تو مارشل لا ایڈمنسٹریٹر وہی ہیں، کوئی نئی بات تو ہے نہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! آپ کے نوٹیفکیشن کے آرٹیکل ۷۳ کا بار بار ذکر ہے کہ اس کے تحت اس ایوان کو یہ اجازت ملی ہے کہ سات دن مالیاتی بل پر بات کرے اور دو دن کے اندر۔۔ ان سات دنوں میں دو دن چھٹی کے بھی ہیں اور صرف دو دن کے اندر اپنی سفارشات اس مالیاتی بل کے حوالے سے پیش کرے۔ جناب والا! جب میں نے بجٹ کی کتابوں کو دیکھا اور میں نے انہیں اٹھانے کی کوشش کی تو مجھے اپنے ڈاکٹر کی ایڈوائس یاد آ گئی کہ وزن مت اٹھائیں تو میں نے پھر ان کتابوں کے صفحات گننے شروع کیے۔ تو وہ صفحات کل ۵۹۵۸ یعنی تقریباً چھ ہزار صفحات تھے اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ ہر سینیٹر دس منٹ بات کرے گا یعنی ایک سیکنڈ میں اس کو چھ صفحات دیکھنے پڑیں گے تو ہم تو 10 million dollar personality نہیں ہیں کہ scanning ہمارے دماغوں میں ہے کہ ہم ایک سکینڈ میں دس صفحات پڑھ لیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذاق ہے اس ایوان کے ساتھ۔ باہر کے جمہوری ممالک میں فروری اور مارچ کے مہینے میں بجٹ کی کارروائی شروع ہو جاتی ہے اور مسلسل اس پر بحث ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ کوشش ہے۔ ہماری حکومت ہو یا جو آج حزب اختلاف میں ہیں ان کی حکومت ہو۔ بات ایک ہی ہے۔ بیوروکریسی نے ہمیں قوانین اور آئین کے چکر میں ڈالا ہوا ہے اور ایسے رولز بنے ہوئے ہیں کہ ہم بجٹ کو پڑھ بھی نہیں سکتے ہیں۔ وہ بجٹ جو کہ ہماری بیوروکریسی اور ہمارے کچھ وزیر پورا سال مل کر بناتے ہیں۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ 18 گھنٹے کے اندر یا دو دن کے اندر اس پر اپنی سفارشات پیش کریں اور دلائل بھی دیں۔ اسحاق ڈار صاحب تشریف نہیں رکھتے لیکن اکثر اس طرف سے یہ بات ہوتی ہے کہ یہ تو اتحادی پارٹی ہے۔ آپ کے علم میں ہونا چاہیے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ پنجاب میں جو بجٹ پیش ہوا ہے کیا اتحادی پارٹی کے ہر رکن کو آپ نے اعتماد میں لیا ہے؟ ہمارے ہاں یہ غلط روایت ہے۔ ہمارا تو خیال تھا کہ ایک سال کے اندر آئین میں وہ ترامیم ہوں گی جس کا مطالبہ پاکستان کی تمام سیاسی پارٹیاں کرتی ہیں۔ Charter of democracy میں بہت ساری باتوں کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ زیادہ provincial authority مالیاتی اور سیاسی دونوں کا مطالبہ قوم پرست جماعتیں کرتی ہیں، ہم کرتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ اس ایوان کو بااختیار ہونا چاہیے تھا کہ وہ بجٹ اور مالیاتی بل پر بحث کرتا اور فیصلے کرتا، سفارشات کی حد تک نہ رہتا کہ ہم سفارش کریں گے اور قومی اسمبلی والے مان لیں۔ یہ تو قوموں کی برابری کی نمائندگی کا ایوان ہے، لیکن جناب چیئرمین صاحب! ایک سال ہوا نہ آئین میں ترمیم ہوئی، نہ سینیٹ کے اختیارات میں اضافہ ہوا، نہ صوبوں کو وہ provincial autonomy ملی جس کا وہ مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ان کا اپنے وسائل پر اختیار تسلیم کیا گیا۔ مجھے تو تعجب ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ کل Joint Session سے جناب صدر محترم خطاب کریں اور یہ کہیں کہ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ کمیٹی بنائیں اور اپنی ترامیم پیش کریں۔ پتا نہیں وہ کمیٹی ایک سال گزرنے کے باوجود کیوں نہیں بن رہی ہے؟ بار بار صدر صاحب نے الٹا ہمیں یہ الزام دیا کہ آپ نے کمیٹی نہیں

بنائی۔ جناب چیئرمین! میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں اگر آئین میں کوئی ترمیم کبھی ہو سکی یا اس پارٹی نے کی یا اُس پارٹی نے کی تو کم از کم سینیٹ کو بااختیار بنانے کے ساتھ ساتھ جیسا کہ بہت سے ساتھیوں نے مطالبہ بھی کیا ہے Public Accounts Committee میں بھی سینیٹ کی نمائندگی ہونی چاہیے۔ بجٹ اور مالیاتی بل ایک Joint Session میں ہونا چاہیے تاکہ repetition نہ ہو کہ ایک طرف تو آپ تقریر دو گھنٹے کرتے ہیں اور دوسری طرف آ کر کتابیں رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ جب آئین میں یہ ترامیم ہوں گی تو ضرور ہم یہ چاہیں گے۔

جناب چیئرمین! اس بجٹ میں جو میزانیہ ہمیں دیا گیا تھا، ہمارا خیال تھا کہ پچھلے سال جو بجٹ ہمیں ملا، اس میں مشرف صاحب کے National Finance Commission کے حوالے سے جو فیصلے ہوئے تھے ان پر عمل کیا گیا۔ ہمیں اس وقت جلدی تھی اور ہمارا یہ خیال تھا کہ اس سال میں National Finance Commission کا اجلاس ہوگا، اس کی meetings ہوں گی اور divisible pool کے حوالے سے تمام صوبوں کو ان کے وسائل پر اختیار دیا جائے گا اور صرف ایک factor population نہیں ہوگا۔ اب تو پنجاب بھی یہ تسلیم کرتا ہے کہ divisible pool کو صرف ایک factor population کی بنیاد پر تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ بلوچستان کا رقبہ بہت زیادہ ہے۔ ہمارا صوبہ پشتونخواہ سب سے زیادہ غریب صوبہ ہے۔ جناب چیئرمین! گزشتہ 30 سال سے افغان مہاجرین کا بوجھ ہم برداشت کرتے آئے ہیں اور ان افغان مہاجرین کی وجہ سے جتنی بیرونی امداد آئی ہے وہ مرکز کے پاس آئی ہے۔ آج دو تین سال ہوئے ہیں کہ war on terror اور دہشت گردی کے ہم شکار ہیں۔ آج ہمارے صوبے میں اپنی فوج کے حکم پر تقریباً 35 لاکھ لوگ بے گھر ہو گئے ہیں اور بے روزگار ہیں۔ کیمپوں میں رہ رہے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کے ہاں رہ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض سیاسی پارٹیوں نے ان کے سندھ میں داخلے کی مخالفت بھی کی ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے دکھ ہے کہ آج تک ان دو ماہ میں ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ IDPs کی تعداد کتنی ہے؟ بجٹ تقریر میں وزیر مملکت صاحبہ فرماتی ہیں کہ 25 لاکھ ہیں۔ جبکہ اس سے ایک دن پہلے اس ایوان میں محترم وزیر صاحب نے فرمایا تھا کہ 3933741 ہیں اور NADRA والے فرماتے ہیں کہ 1880701 ہیں۔ اگر یہ حالت ہے کہ آپ خود فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ IDPs کی تعداد کتنی ہے تو باہر سے جو ہم امداد مانگ رہے ہیں اس امداد کی بنیاد کیا ہوگی؟ جناب چیئرمین! بجٹ تقریر میں یہ بتایا ہے کہ تقریباً 35 ارب ڈالرز کا ہمارا نقصان ہوا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے، لیکن یہ 35 ارب ڈالرز کا نقصان کہاں ہوا ہے؟ پشتونخواہ اور فاٹا اس وقت war zones ہیں۔ پشتونخواہ کے بہت سارے علاقوں سے لوگ نقل مکانی کر چکے ہیں اور بہت سارے علاقوں میں کارخانے بند ہو چکے ہیں۔ کاروبار ختم ہے۔ اب شہروں میں کرفیو کی صورت ہے۔ ائیرپورٹ بند کر دیئے گئے ہیں۔ اس 35 ارب ڈالرز کے نقصان میں 90 فیصد پشتونخواہ اور فاٹا کے لوگوں کا نقصان ہے، لیکن جب یہ امداد باہر سے آئے گی جو ہمیں شاید ملے گی، تو حکومت یہ گارنٹی دیتی ہے کہ یہ ساری امداد شفاف انداز سے پشتونخواہ اور فاٹا کی بدحالی اور ان IDPs کی بحالی پر خرچ ہوگی۔ مجھے بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ دو دن سے پاکستان کے میڈیا اور پریس میں یہ آ رہا ہے کہ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے یہ کہا ہے، مجھے پتا نہیں کہ یہ صحیح کہا ہے یا غلط کہا ہے کہ پچھلے سال 45 ارب روپے کی کرپشن ہوئی تھی اور اس سال 195 ارب روپے کی کرپشن ہو

رہی ہے۔ اب حکومت کی طرف سے یہ وضاحت نہیں آئی ہے۔ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے پاس کیا ثبوت ہیں اور کیا شواہد ہیں۔ آیا انہوں نے یہ صحیح کہا ہے یا غلط کہا ہے۔ اگر غلط کہا ہے تو اس کی تردید آنی چاہیے اور اگر صحیح ہے تو بڑا شرم کا مقام ہے اور انہوں نے بتایا کہ سب سے زیادہ کرپشن بجلی پیدا کرنے والے اداروں میں ہوتی ہے، واپڈا میں ہوتی ہے، PEPCO, PESCO, LESCO & QESCO میں ہوتی ہے۔ جناب چیئرمین! ایک طرف تو یہ بجلی پیدا کرنے والے ادارے ہمیں اندھیرے دے رہے ہیں اور دوسری طرف جب ہم بجٹ میں دیکھتے ہیں تو ان کو سہولتیں ملتی رہی ہیں۔ 210 ارب کے واجبات ان کے حکومت نے برداشت کر لیے کہ ہم یہ دیں گے بنکوں کو اور ان کا سود بھی ہم دیں گے۔ PESCO کے ذمہ تقریباً 90 ارب کے واجبات ہیں اس کی بھی ادائیگی کی ذمہ داری حکومت نے لی ہے، لیکن ایک وہ رقم جس کی AGN Qazi formula کے تحت 91-1990 میں صدارتی حکم کے تحت گارنٹی حکومت پاکستان نے لی ہے اور جو میرے حساب سے 8 کھرب روپے واپڈا کے ذمہ پشتو نخواہ کے بنتے ہیں net hydel profit پر، جو کہ ایک مصالحتی ٹریبونل بنا تھا اس نے 2006 تک جو calculation کی ہے اور جس میں 1973 اور 1990 کے واجبات شامل نہیں تھے، جس میں وہ سود بھی شامل نہیں تھا کیونکہ ہمارے ہاں اس وقت اسلامی حکومت تھی سود ہم دے رہے تھے وصول کرنے کے لئے ہم تیار نہیں تھے، اس کے تحت بھی 30 جون 2006 تک 110 ارب واپڈا کے ذمہ بنتے تھے اور 22 ارب سالانہ اور ہر سال اس میں 10% کا اضافہ۔ جناب چیئرمین! نہ AGN Qazi formula کو مانا جائے، نہ صدر کی اس گارنٹی کو جو 1991 میں دی گئی اس پر عمل ہو، نہ مصالحتی ٹریبونل کے فیصلے کو مانا جائے اور دوسری طرف ہم واپڈا اور PEPCO & LESCO وغیرہ کو پیسے دے رہے ہیں اور ان کے نقصانات کا ازالہ کر رہے ہیں۔ زیادہ تر جو لائن لاسز ہیں اور اس میں جو چوری ہوتی ہے اور جو ایک صوبے کا حق ہے، اسے تو ہم دے ہی نہیں رہے ہیں۔ ہماری اپنی حکومت ہے۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ NFC کا آج تک کوئی اجلاس نہیں ہوا۔ ہم آج بھی جنرل مشرف کے ان اقدامات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہر سال آدھا فیصد بڑھتا جائے گا اور شاید اب اس سال 4.50 فیصد divisible pool میں جائے گا۔ باقی غربت، بے روزگاری، war on terror, ان تمام factors پر کبھی غور نہیں ہوگا۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگلے تین مہینوں میں یہ ہوگا۔ مجھے یقین نہیں آتا کیونکہ ایک سال سے ہم یہ سنتے آ رہے ہیں کہ اس کی meeting ضرور ہوگی، اس کا notification بھی جاری ہو چکا تھا۔

جناب چیئرمین! ہمیں یہ آپ سے پوچھنا ہے کہ یہاں ان کتابوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ Indus River System پر، اگر ہم چاہیں تو تقریباً 54000 million mega watt بجلی پیدا کر سکتے ہے۔ ہم مانتے ہیں بلکہ ہمارے صوبے میں Shadow نے بھی اس پر کام کیا ہے لیکن یہ بجلی صرف کالا باغ ڈیم کے حوالے سے نہیں ہے۔ اس system میں کئی اور بہت ساری جگہیں ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ پختونخواہ میں جو منڈا ڈیم اور ایک چھوٹا سا ڈیم ہے وہ تو public sector سے نکال کر private sector کے حوالے کر دیا ہے اور آج تک کوئی private sector میں آیا ہی نہیں کہ جی ہم یہ ڈیم بناتے ہیں۔ باقی تمام dams public sector میں ہیں اور مجھے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا

ہے کہ ہم نے کالاباغ ڈیم کو تو بڑی مشکل سے ختم کرایا تھا۔ بجٹ تقریر میں اب اکھوڑی ڈیم کا بھی ذکر ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ یہ اکھوڑی ڈیم اس حکومت کی کابینہ کی کس meeting میں pass ہوا ہے۔ یہ تو ایک سازش کے تحت، پچھلے وزیراعظم جو کہ import کیے گئے تھے، انہوں نے سازش کی کہ اگر کالاباغ ڈیم نہیں بنتا تو سندھ کا پانی، اباسین کا پانی ہم کیسے چرائیں اور انہوں نے جس طرح کہ غازی بروتھا جس کا پہلے نام غازی تھا اور اس پانی کو ایک concrete canal کے ذریعے اکھوڑی ڈیم میں transfer کیا جائے گا۔ پہلے وہ تین ڈیم بنائیں گے، پھر ان تینوں کو اکٹھا کر کے ایک carry over reservoir بنایا جائے گا اور اس میں پانی کی مقدار اتنی ہو گی جتنی کالاباغ ڈیم میں ہوتی یعنی 6 million acre feet اور اس میں صرف 600 mega watt بجلی پیدا ہو گی۔

جناب چیئرمین! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلی حکومت نے ایک غلط کام کیا تھا، وہ شوکت عزیز کا حلقہ تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کو بہلانے کے لیے ایک نیا idea دیا جس کو vision 2025 کے نام سے مشرف صاحب نے منظور بھی کر لیا۔ اس پر اختلاف کیا گیا تھا۔ آج یہ حکومت جو ہماری اپنی حکومت ہے، جس کے ہم اتحادی ہیں، یہ اکھوڑی ڈیم کی بات کیسے کرتی ہے۔ آیا کیا اکھوڑی ڈیم کے معاملے میں اتحادیوں کو اعتماد میں لیا گیا؟ یہ تو ہمارے پورے دریا کی چوری ہے۔ غازی بروتھا کے بننے کے بعد آپ اٹک کے پل پر کھڑے ہو کر دیکھیں کہ ہمارا دریا خشک ہو چکا ہے۔ غازی بروتھا بناتے ہوئے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جو surplus پانی یا سیلابی پانی آئے گا وہ اس میں divert کیا جائے گا۔ آج غازی بروتھا کی نہر پانی سے ہمیشہ لبریز رہتی ہے لیکن دریا خشک ہیں۔ ہماری آبی، حیوانی زندگی وہاں پر ختم ہو چکی ہے۔ وہاں سے جو پانی کسانوں کو ملتا تھا اب وہ فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ تھوڑا سا پانی رہ گیا ہے۔ وہ بھی اب آپ اکھوڑی ڈیم کے نام پر ہم سے لینا چاہتے ہیں۔ ہم کہاں کے اتحادی ہیں، کس کے اتحادی ہیں؟ نہ تو ہمیں پختونخواہ کا حق ملتا ہے اور اس کے علاوہ ہمارا پانی بھی ہم سے چھینا جا رہا ہے اور ہم سے بات تک نہیں کی گئی۔

جناب چیئرمین! ہم پورے اعتماد کے ساتھ آپ کو کہتے ہیں کہ ہم کالاباغ ڈیم تسلیم کرتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا ڈیم تسلیم کرتے ہیں جس سے کالاباغ ڈیم کی طرح ہمارے پانی کو چرایا جاتا ہے اور اباسین کو خشک کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! اس ملک میں 400 billion ton کوئلہ موجود ہے اور اس کے حساب سے ہم تقریباً 185 billion ton of oil کے مطابق بجلی پیدا کر سکتے ہیں لیکن ہم اس پر کام نہیں کرتے۔ ہمارے ملک میں کوئلے سے جو بجلی پیدا ہوتی ہے وہ hardly 1% or 2% ہے جبکہ ہندوستان میں 60% بجلی کوئلے سے پیدا کی جا رہی ہے اور مقامی کوئلے سے پیدا کی جا رہی ہے۔ ہم نہ پانی سے بجلی پیدا کرنا چاہتے ہیں، نہ ہم کوئلے سے بجلی پیدا کرنا چاہتے ہیں، ہماری سوئی ایک ہی چیز پر اٹکی ہوئی ہے، ہم دھڑا دھڑ، بڑے بڑے generators منگاتے ہیں اور اب تو ships بھی آئیں گے جو تیل سے بجلی پیدا کر کے ہمیں دیں گے۔

آخر ایسی پالیسیاں کیوں بنتی ہیں؟ اس لیے بنتی ہیں، ہمارے ساتھی ٹھیک کہتے ہیں کہ دوسرے صوبوں کی Planning Commission میں کوئی نمائندگی نہیں ہے، صرف ایک صوبے کی نمائندگی ہے۔ چاہے اس کا چیئرمین یعنی وزیراعظم ہو یا ڈپٹی چیئرمین ہو یا اس کے دوسرے ممبران ہوں ان کا تعلق ایک ہی صوبے سے ہے۔ وہ اپنے

صوبے کے مفاد کے لیے سوچیں گے۔ جب تک تمام اداروں میں تمام صوبوں کی برابر نمائندگی نہیں ہوگی، جب تک تمام اداروں میں تمام قوموں کی برابر نمائندگی نہیں ہوگی اس وقت تک یہ پاکستان نہ خوشحال ہوگا، نہ آباد ہوگا اور نہ کامیاب ہوگا۔

جناب چیئرمین! بجٹ کے میزانیہ میں بڑا اچھا کیا جس کی ہم تعریف کرتے ہیں کہ جو ہمارے فوجی بھائی اس وقت ہمارے صوبے کے اندر اور ہماری مغربی سرحدوں پر جنگ لڑ رہے ہیں۔ پہلی مرتبہ پاکستان کی فوج پاکستان کی جنگ لڑ رہی ہے۔ پاکستان کے فوجیوں نے، سپاہیوں نے، افسروں نے جانیں دی ہیں ہم ان کو appreciate کرتے ہیں۔ ہم اس فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ فوجیوں کی تنخواہ میں ایک بنیادی تنخواہ، جو اس علاقے میں ہیں، جو یہ services provide کر رہے ہیں ان کی بنیادی تنخواہ میں یکم جولائی سے اضافہ ہوگا۔ جناب چیئرمین! اس جنگ میں فوجیوں کے ساتھ ہماری سول آرمڈ فورسز بھی کام کر رہی ہیں۔ فرنٹیئر کانسٹبلری، فرنٹیئر کور اور ہماری پولیس، ہماری پولیس کے لوگ شہید ہوئے ہیں۔ ہماری فرنٹیئر کانسٹبلری کے لوگ شہید ہوئے ہیں۔ ہماری فرنٹیئر کور کے لوگ شہید ہوئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کی وساطت سے اگرچہ میرا سفارش کرنے کا حق ہے، فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ یکم جولائی سے بڑھائی گئی ایک بنیادی تنخواہ فرنٹیئر کانسٹبلری کو بھی ملنی چاہیے اور پاکستان کی وہ پولیس جو ان علاقوں میں ہے، ہماری صوبائی پولیس ان کو بھی ملنی چاہیے۔ جناب چیئرمین! پھر یہ کہا گیا کہ یکم جولائی کے بعد تمام فوج کی تنخواہ میں بنیادی اضافہ کیا جائے گا، اچھی بات ہے لیکن میں پھر مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ اضافہ ہماری عام سول آرمڈ فورسز کے لیے بھی کیا جائے۔ فرنٹیئر کور ہے، فرنٹیئر کانسٹبلری اور ہماری پولیس کے لیے بھی کیا جائے۔ ہماری پولیس نے دہشت گردی کے لیے جتنی قربانیاں دیں میں سمجھتا ہوں، گزشتہ پانچ سال سے آپ دیکھ لیجیئے، ہمارے ڈی آئی جی level کے لوگ شہید ہوئے، یہ اضافہ ان کو ملنا چاہیے۔ البتہ ایک مطالبہ کیا گیا کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں فی الحال پندرہ فیصد اضافہ ہوگا اور جب Pay and Pension Commission اپنی تجاویز دے گا۔ Pay and Pension Commission NFC Award بن گیا ہے۔

جناب چیئرمین! میرا مطالبہ ہے کہ آپ گریڈ ایک سے پانچ تک بنیادی تنخواہوں میں اضافہ کریں اور ہر گریڈ کے ساتھ ایک فیصد کمی ہونی چاہیے۔ مثلاً چھ گریڈ والے کو چوبیس، سات والے کو تیئیس اسی طرح جو سب سے آخر میں بائیس پر جائے گا اس میں سات یا آٹھ فیصد اضافہ ہوگا۔ ٹھیک ہے پندرہ فیصد اضافہ لیکن گریڈ ایک سے پانچ والے کو تو دو سو روپے ملتے ہیں لیکن جو گریڈ بائیس میں ہوتا ہے اس کو چالیس ہزار مل جاتے ہیں۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ آپ پچیس فیصد اضافے سے شروع کریں اور ہر گریڈ کی مد میں ایک فیصد کم کرتے جائیے یہ ایک بڑا balanced فیصلہ ہوگا۔

جناب چیئرمین! ہمارے اس بجٹ میں ایک دعویٰ کیا گیا ہے، خدا کرے کہ یہ دعویٰ صحیح ہو، مجھے خوشی ہوگی کیونکہ میں اس حکومت کا اتحادی ہوں۔ اس حکومت کے ساکھ اور میری ساکھ مشترکہ ہے لیکن وہ دعویٰ ہمیں نظر نہیں آتا۔ جناب چیئرمین! آپ قوم کے نمائندوں سے 14.4% کر دیا ہے۔ کہا گیا کہ افراط زر کو پچیس فیصد سے کم کر کے پوچھیں، بازار میں جا کر کسی غریب آدمی سے پوچھیں، کسی دکاندار سے پوچھیں، کسی کلرک سے پوچھیں، کسی بابو سے

پوچھیں تو وہ آپ کے اس تجزیے سے اتفاق نہیں کرے گا۔ جس طریقے سے چیزیں مہنگی ہوئی ہیں، جس طریقے سے نہیں ہے۔ایک بات بڑے دعوے سے اور بڑے فخر سے کہی گئی۔ مجھے نہیں سمجھ %14.4 اخراجات میں اضافہ ہوا ہے تو ترقیاتی billion 550 کی وجہ سے پچھلے سال management آرہی کیونکہ ہمیں تو اعتماد میں نہیں لیا گیا کہ ہم نے سخت خرچ کئے گئے۔ جناب چیئرمین! ایک سو تیس بلین بچالیے گئے کس مد میں، ترقیاتی مد billion 419 فنڈ کی بجائے خرچ ہی نہیں کر سکا۔ اگر یہ بچت غیر ترقیاتی فنڈ میں ہوتی billion 550 میں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہمارا جو نظام ہے وہ کے نتیجے میں پاکستانی management کرتا۔ آپ نے سخت welcome، غیر ترقیاتی اخراجات میں ہوتی تو میں اس کو پر خرچ ہوتے، development عوام کے ایک سو تیس ارب روپے بجائے جوان کے ترقیاتی اخراجات پر خرچ ہوتے، سکولوں پر خرچ ہوتے، سڑکوں پر خرچ ہوتے، ہسپتالوں پر خرچ ہوتے آپ نے اگر یہ بچت کرنی تھی تو یہ غیر ترقیاتی سی سی سے زیادہ گاڑی کوئی استعمال نہیں کرے گا اس پر عمل کرتے۔ اور 1600 اخراجات پر کرتے۔ وہ جو فیصلہ ہوا تھا کہ بہت ساری مدات ہیں جس میں اخراجات کم کئے جا سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں پوچھوں گا کہ ماضی کا خسارہ جو کہ 7275 ارب روپے ہے اور یہ ہماری جی ڈی پی کا %4.9 ہے اس کے متعلق ہمیں یہ یقین دلایا گیا کہ ہمیں باہر سے امداد آئے گی، ملکی اور غیر ملکی قرضے لیں گے۔ جناب چیئرمین! اگر غیر ملکی قرضے نہ ملے، اگر ملکی قرضے نہ ملے تو پھر اس کو کیسے adjust کیا جائے گا۔ اس کا واحد حل یہ ہے اور اس سے میں اتفاق کرتا ہوں کہ ہماری tax base کو بڑھانا چاہیے۔ ہمیں غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کرنا چاہیے۔ میں ایک بات کہوں گا وہ بڑی sensitive ہے لیکن آپ اس کو غور سے سنیں۔ ہم agricultural tax کے حق میں نہیں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ agricultural والوں کو آپ سستی کھادیں، سستا ڈیزل دیں، سستی بجلی دیں، سستے ٹریکٹر دیں، ہر سہولت دیں تاکہ production زیادہ ہو لیکن ایک بات یہ کہتا ہوں کہ جو زمیندار، جو جاگیر دار اگر ان تمام سہولتوں کے بعد کچھ کماتا ہے ایک سرکاری افسر دو لاکھ سے زیادہ کماتا ہے تو وہ ٹیکس ادا کرتا ہے۔ ایک سکول ٹیچر اگر دو لاکھ سے زیادہ کماتا ہے تو وہ ٹیکس ادا کرتا ہے۔ ایک تاجر جس کے کارخانے کو پانچ سال تک tax holiday ہوتی ہے اگر اس کو dividend ملتا ہے تو اس پر وہ ٹیکس ادا کرتا ہے۔ کارخانے کو سہولت ہے لیکن اس کے مالک کو، اس کے ڈائریکٹر کو، اس کے share holder کو سہولت نہیں ہے۔ میری تجویز ہے کہ آپ زراعت پر کوئی ٹیکس نہ لگائیں، زراعت کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دیں آپ نے گندم کی قیمت بڑھائی ہے ہم اس کو welcome کرتے ہیں چونکہ اس سے سمگلنگ رک گئی ہے لیکن ایک زمیندار ایک جاگیر دار جو کروڑوں منافع حاصل کرتا ہے ان سہولتوں کے بعد اس کو بھی ایک عام پاکستانی کی طرح اس ٹیکس شرح میں آنا چاہیے جو کہ ایک عام پاکستانی، ایک سرکاری افسر، ایک ڈاکٹر، ایک وکیل اور ایک سینیٹر آتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں جو کہتا ہوں کہ غیر ضروری اخراجات میں کمی آئے، میں فوج کی تنخواہوں کے حق میں ہوں لیکن فوجی افسران کو سول افسران کے مقابلے میں زیادہ مراعات ملتی ہیں۔ یہ پلاٹ جو ملتے ہیں جو ایک دن خریدتے ہیں دوسرے دن فروخت کرتے ہیں۔ ہم اس مخالف ہیں پاکستان کی زمین کو اس طرح تقسیم نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ ٹول پلازہ پر اپنی ذاتی گاڑی پر بھی ٹیکس ادا نہیں کرتے جبکہ قوم کے منتخب نمائندے موٹر وے پر ٹیکس ادا

کرتے ہیں لیکن وہ اپنی ذاتی گاڑی پر بھی ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ ان کو جو دودھ بھی ملتا ہے وہ subsidized rate پر ملتا ہے۔ ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھی subsidized rate پر ملتا ہے۔ ریل کا ٹکٹ بھی subsidized rate پر ملتا ہے یہاں تک اگر وہ سینما دیکھنے جائیں تو اس پر بھی ان کو ٹیکس معاف ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! یہ تقسیم کیوں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے فوجیوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں آپ دیں۔ ان کی تنخواہ آپ زیادہ کریں لیکن ہمیں at par رکھیں۔ اگر آپ پلاٹوں کی تقسیم ختم کریں گے اور ان پلاٹوں کو آکشن کریں گے تو حکومت کی آمدنی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔

جناب چیئرمین! اب میں IDPs کے سلسلے میں آتا ہوں، جناب چیئرمین! میں وقت لوں گا، میرے خیال میں فیصلہ بھی ہوا تھا، سالانہ دس لاکھ آمدنی والوں پر یہ کہا گیا کہ وہ پانچ فیصد IDPs کا ٹیکس دیں گے۔ پھر یہ کہا گیا کہ جس شخص کی corporate sector میں دس لاکھ سے زیادہ آمدنی ہوگی اس کو جو سہولتیں ملتی ہیں، اس کو جو بونس ملتا ہے اس کا تیس فیصد دیں گے۔ یہ بھی بڑی اچھی بات ہے لیکن وہ پہلا جو دس لاکھ اس کو ملتا ہے کیا اس پر پانچ فیصد یا ایک فیصد نہ دے گا، یا اس کو پانچ فیصد یا ایک فیصد جو ہوا ہے وہ معاف کر دیا گیا ہے، چاہے وہ پہلے دس لاکھ پر ایک فیصد یا پانچ فیصد جس کا بھی فیصلہ ہوا ہے وہ بھی دے۔ اس کے بعد جو اس کو بونس ملے اس پر تیس فیصد دے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن ایک دو باتیں اور عرض کروں گا۔ ابھی شوکت ترین صاحب کو میں نے ایک خط دیا ہے کہ جو وقف جائیداد ہے اس میں double taxation ہے۔ اسے پرائیویٹ پبلک لمیٹڈ کمپنی treat کیا جاتا ہے انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس پر غور کریں گے۔ میں بجٹ کی خوبیوں پر بھی آتا ہوں۔ میں بجٹ کی خوبیوں پر آنے سے پہلے یہ عرض کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اپنی بجٹ تقریر میں بات کر لیا کریں۔ سعودی عرب میں چند پاکستانی خواتین اور مرد گرفتار ہوئے ہیں، کراچی سے ان کا تعلق تھا۔ زبردست شور اٹھا بہت اچھا ہوا۔ لندن سے بھی بیانات آئے، یہاں پر بھی بات کی گئی یہاں تک کہ وزیراعظم نے بھی مداخلت کی ہم اس کو appreciate کرتے ہیں۔ پاکستانی دنیا کے کسی خطے میں بھی ہوں پاکستانی حکومت اس کا تحفظ کرے لیکن اس وقت سعودی عرب کی جیلوں میں کئی پختون، سندھی، بلوچ اور پنجابی انہی الزاموں کے تحت گرفتار ہیں۔ آیا ان کے معاملات پر کیوں غور نہیں کیا جاتا؟ ان کے ساتھ بھی دھوکہ ہوا ہوگا، کل مجھے سعودی جیل سے کئی فون آئے کہ آٹھ آٹھ سال سے ہم جیلوں میں پڑے ہیں، ہمیں نہیں پتا چلتا کہ ہمارا مقدر کیا ہے، میں تجویز کرتا ہوں کہ ان تمام پاکستانیوں کے معاملات کے لیے ایک خصوصی کمیٹی بنائی جائے۔ وہ کیوں جیل میں پڑے ہوئے ہیں؟ اگر انہوں نے کوئی جرم کیا ہے، خود کیا ہے اس کی سزا بھگتیں لیکن اگر ان کو پھنسایا گیا ہے جس طرح کراچی کی خواتین اور مردوں کو پھنسایا گیا ہے تو ان کے لیے ہمارا ایوان بات کرے۔ ہمارا وزیراعظم بات کرے، لندن میں بیٹھنے والے بات کریں، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے لیڈر بات کریں، پختونخواہ کے لیڈر بات کریں۔ کیا وہ پاکستانی نہیں ہیں؟ ہم یہ تمیز کیوں کرتے ہیں۔ ہم زبانوں کی بنیاد پر لوگوں کے حقوق کی تمیز کیوں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وزیراعظم کی ہدایت ہمارے پشاور میں پانی کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسے حل کیا جائے۔ اس پر میں نے ان کو ایک تجویز پیش کی تھی کیونکہ یہ پشاور کی ایک popular ڈیمانڈ تھی کہ

وارسک ڈیم سے پانی کی سپلائی پشاور میں دی جائے۔ اس پراجیکٹ پر کوئی تین ارب روپے لگتے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ نئی سکیموں میں اس کو شامل کیا گیا ہے اور اس کے لیے پچاس کروڑ روپے اس سال رکھے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ پچاس کروڑ پورے خرچ کئے جائیں گے اور باقی پیسے بھی جلد دیئے جائیں گے۔ ہمارا سدرن بائی پاس اور نادرن بائی پاس کا بھی مسئلہ ہے۔ ایک کے لیے تو انہوں نے کچھ پیسے دیئے ہیں لیکن وہ پیسے اتنے کم ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان سے خالی feasibility بنے گی، اس میں زمین بھی خریدنی ہے وہ بنانا بھی ہے۔ اسی طرح گیارہ schemes ہماری fly over کی ہیں اس کا ذکر ہے۔ ایک سکیم پر تقریباً ستر کروڑ روپے ایک فلائی اوور پر خرچہ آتا ہے لیکن پورے بجٹ میں گیارہ سکیموں کے لیے پنتیس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ آدھا فلائی اوور بنے گا اور باقی ساڑھے دس فلائی اوور رہ جائیں گے۔
جناب چیئرمین! اس کی وجہ یہ ہے کہ مالیاتی کمیشن میں ہماری نمائندگی نہیں ہے۔ میں ایک ایک سکیم لے کر، ایک ایک دفتر گیا، کبھی نیشنل ہائی وے والوں کے پاس گیا، کبھی مالیاتی کمیشن کے دفتر میں گیا، انہوں نے بات تو سنی لیکن بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ جن اسکیموں کی منظوری جناب وزیراعظم صاحب نے دی ہے اس کو انہوں نے شامل نہیں کیا۔ میری استدعا ہے، میں صرف سفارش کر سکتا ہوں میرا کوئی اختیار نہیں ہے کہ میں بجٹ پاس کروں یا بجٹ فیل کروں یا بجٹ کی حمایت کروں۔

میں صرف سفارش کر سکتا ہوں کہ چھوٹے صوبوں کی سکیموں میں سے پرانی سکیموں کو جلد مکمل کیا جائے اور نئی سکیموں کو اس بجٹ میں شامل کیا جائے، Annual Development programme میں شامل کیا جائے۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔ شاید میں نے ایک آدھ منٹ زیادہ لے لیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ جناب چیئرمین، ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کے توسط سے میں نے ایک undertaking لی تھی اور آپ کے توسط سے ہاؤس کو میں inform کرنا چاہتا ہوں کہ وزیراعظم صاحب سے میری ملاقات ان دونوں issues پر ہوئی ہے۔ پہلا issue Planning Commission کا کہ وہاں پر صرف ایک صوبے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں اور دیگر صوبوں کی نمائندگی نہیں ہے اور دوسرا issue honourable Leader of the Opposition نے اٹھایا تھا کہ سلیکشن بورڈ میں MNAs کی نمائندگی ہے اور سینیٹ کی نمائندگی نہیں ہے۔
جہاں تک پہلے issue کا تعلق ہے اس پر Prime Minister Sahib نے کہا کہ he is cognizant of this act. اور ان کے علم میں ہے اور وہ اس discrepancy کو ختم کریں گے اور اس کے لیے انہوں نے یہ کہا کہ جو لوگ وہاں پر اس وقت appointed ہیں وہ contract پر ہیں۔ ان میں سے ایک کا contract تو شاید immediately ختم ہو رہا ہے اور تین چار کے contracts within the next six months ختم ہونے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ I will ensure کہ جو نئے لوگ appoint ہوں گے they are from the smaller provinces. اور ان کو اس کے اندر representation ملے گی۔

اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کیونکہ سینیٹ میں یہ بات اٹھائی گئی ہے اور سینیٹرز کا یہ اصرار ہے تو میں اس بات کو بھی ابھی examine کروالیتا ہوں کہ جن کے contracts expire نہیں ہو رہے ان کو اگر ہٹانے کا کوئی legal way ہے تاکہ اس discrepancy کو ختم کیا جا سکے اور چھوٹے صوبوں کو Planning Commission میں نمائندگی دی جا سکے تو وہ بھی میں examine کروالیتا ہوں۔ تو یہ تو ایک issue کا مسئلہ تھا۔

دوسرا services Selection Board کا issue تھا، انہوں نے اس پر کہا کہ مجھے کوئی problem نہیں ہے۔ میں سینیٹر صاحبان کو اس بورڈ میں شامل کر دوں گا لیکن انہوں نے یہ کہا کہ آپ سینیٹر صاحبان سے یہ بات پوچھ لیں کہ اس بورڈ کا چیئرمین سیکریٹری ہے۔ اگر سیکریٹری کی صدارت میں بیٹھنا ان کو گوارا ہے یا قبول ہے تو مجھے کوئی problem نہیں ہے۔ جہاں پر MNAs ہیں وہاں پر میں سینیٹ کی representation بھی دے سکتا ہوں۔ آپ اگر Parliamentary Leaders یا ہاؤس کی رائے لے لیں If they are ready to sit under a Secretary. کیونکہ اس کا چیئرمین سیکریٹری ہے تو If they are ready to sit under that then there is no problem, the Senators would be nominated.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: رضا ربانی صاحب نے بڑی اچھی یقین دہانی کرائی۔ اس بورڈ کا چیئرمین اگر سیکرٹری کی بجائے Minister ہو جائے تو کیا حرج ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ تھوڑا پھر تفصیل میں جانا پڑے گا۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: وہ Change کرنے پڑیں گے تو میں کوئی غلط undertaking نہ ہاؤس کو دینا چاہتا ہوں اور نہ لینا چاہتا ہوں کہ کل کو میری credibility effect ہو۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ ہماری تجویز forward کر دیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: میں forward ضرور کر دوں گا کہ اس کی composition change کر دیں لیکن فی الوقت یہ صورت حال ہے اور اس صورت حال میں اگر سینیٹر صاحبان تیار ہیں تو they can be nominated in that.

Mr. Acting Chairman: Yes, Leader of the House.

تھوڑا time کا خیال کریں کیونکہ ابھی time بہت کم رہ گیا ہے جبکہ ابھی speakers کافی ہیں جیسے خالد سومرو صاحب کل موجود نہیں تھے ان کا دوبارہ نام پکارا گیا تو وہ کل موجود نہیں تھے لیکن ان کو بھی تقریر کرنی ہے اور دوسروں کو بھی۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جناب چیئرمین! Selection Board کے حوالے سے میری گزارش ہے کہ اس کے لیے Parliamentary Leaders کی meeting ہم بلا لیتے ہیں۔ اس میں اس issue کو decide کر لیتے ہیں، if they opt to sit under the Secretary or not.

Mr. Acting Chairman: Please, you be the convener, as Leader of the House

اس کو settle کروادیں۔ جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں جناب، تقریر نہیں کرنا چاہتا، میں نے صرف شکریہ ادا کرنا ہے۔ ایک منٹ لگے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں رضا ربانی اور Leader of the House کا۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین صاحب، شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب ٹائم کا خیال کریں آپ سارے دوست اگر رات کو تیسرا session بھی کرنے کا موڈ ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آج میں تو بیٹھوں گا، پھر مغرب کے بعد بھی بیٹھ جائیں گے۔ دوپہر کا سیشن بھی ہو گا، مغرب کا بھی ہو جائے گا۔ زاہد خان صاحب شکریہ ادا کریں، آگے بڑھتے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں رضا ربانی صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے وزیر اعظم صاحب سے بات کی۔ اگر ایسے مسئلے حل ہوں گے تو ہاؤس بھی مطمئن ہو گا، عوام بھی مطمن ہوں گے۔ میں رضا ربانی صاحب سے آپ کی وساطت سے ایک request کرتا ہوں کہ آپ lawyer ہیں۔ یہ جو لوگ contract پر لیے گئے ہیں ذرا سوچ بچار کر کے ان کو جلدی فارغ کیا جائے تاکہ ہمارے چھوٹے صوبوں کا استحصال جو ہوا ہے وہ جلدی ختم ہو سکے۔ مہربانی ہو گی۔

Mr. Acting Chairman: Thank you.

سومرو صاحب کہتے ہیں کہ مجھے پانچ منٹ دیں، انہوں نے کراچی جانا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: میں تین دن سے درخواست کر رہا ہوں اور مسلسل time نہیں دے رہے۔ کل بھی سارا دن میں نے ان سے درخواست کی ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ آپ سے درخواست کر رہے ہیں بذریعہ میرے، میں صرف convey کر رہا ہوں، سفارش بھی نہیں کر رہا۔ آپ کی مرضی۔ حاصل خان صاحب آپ پانچ منٹ تقریر کیجئے گا۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: بالکل جی، میں زیادہ بولنے والا آدمی نہیں ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جو بولتے ہیں کافی آگ لگاتے ہیں پھر آپ چلے جاتے ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: ابھی وسیم سجاد صاحب کے ساتھ ہم یہی ذکر رہے تھے کہ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کورم نہیں ہے، لوگ کم ہیں۔ دنیا میں برٹش پارلیمنٹ میں کورم کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ ہم نے یہ مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔

چیئرمین صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ پاکستان میرے حساب سے ان امیر ممالک میں شامل ہوتا ہے کہ جس کے حکمران جس قسم کی زندگی گزارتے ہیں، جس قسم کی lavish life ان کی ہوتی ہے اس سے تو کہیں نہیں لگتا کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے۔ مجھے ایک کام پڑ گیا، میں نے ادھر ادھر پوچھا کہ مجھے وزیر خزانہ سے ایک کام ہے، یہ وزیر خزانہ رہتا کدھر ہے؟ اس ہاؤس میں کسی کو پتا ہے وزیر خزانہ کہاں رہتا ہے۔ پاکستان کے وزیر خزانہ کا ایڈریس ہے سیرینا ہوٹل کا ,Presidential Suite پاکستان کے وزیر خزانہ کا ایڈریس ہے سیرینا کا Presidential Suite جس میں خالی سونے اور نہانے کے اسی ہزار روپے لگتے ہیں کھانے پینے کو چھوڑ کر۔ اب اتنے امیر ملک میں جو بجٹ لایا جائے گا، اگر یہ آدمی بجٹ لائے گا تو وہ بجٹ کس قسم کا ہو گا؟ خدا کا خوف کریں کہ آپ کا وزیر خزانہ ستر، اسی ہزار روپے سے نیچے نہیں آتا ہے۔ آپ کا کوئی Prime Minister, President جاتا ہے وہ پانچ پانچ لاکھ روپے کے suites میں رہتا ہے۔ پیسا کس کا ہے؟ جب ایسے خرچ کیے جا رہے ہیں، پیسے اس انداز میں خرچ کیے جا رہے ہیں جیسے کہ ان کے نہیں، ان کے دشمنوں کے پیسے ان کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔

اب ایسی صورت میں اس بجٹ کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا کہ یہ کتنا اچھا یا کتنا برا بجٹ ہے۔ date line کے نام سے جنگ میں جو صحافی ہاؤس کی reporting کرتا ہے اس کا نام صالح ظافر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ دونوں ہاؤسز نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں کوئی treasury bench کا ممبر نہیں ملا جو اس کو defend کر سکے۔ کسی نے اس کو defend نہیں کیا یہ اس کی رائے ہے کہ میں نے دونوں ہاؤس! attend کیے ہیں ،دونوں ہاؤس! میں جو بجٹ discussion ہوئی ہے کسی بھی treasury bench کے ممبر میں یہ جرات نہیں ہوئی ہے کہ وہ آکر اپنے وزیر خزانہ کے بنائے ہوئے بجٹ کو defend کرے۔ جس بجٹ کو treasury bench defend نہیں کرتی اس کے اپنے وزراء defend نہیں کرتے تو یہ کس قسم کا بجٹ ہے۔

دوسرا میں اس بجٹ کو illegal سمجھتا ہوں یہ بجٹ قانونی ہی نہیں ہے۔ without passing NFC بجٹ لائے۔ Being a Balochistan member میں اس کو accept ہی نہیں کرتا۔ سوال یہ ہے کہ جب تک NFC کا فیصلہ نہیں ہوتا آپ بجٹ کیسے لائیں گے۔ آپ نے جو بجٹ پیش کیا ہے یہ آپ نے اپنے elite class لوگوں کے لیے پیش کیا ہے۔ اس کا ان ساری قومیتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کم از کم بلوچستان کے لیے، ہم اس کو کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے کیونکہ اس بنیاد پر آپ جس قسم کی تقسیم کر رہے ہیں اس میں تو بلوچستان کو ایک پائی بھی نہیں ملنے والی ہے۔ یہاں ایک لفظ بار بار استعمال کیا جاتا ہے۔ I am very sorry to say کسی چھوٹے صوبے یا چھوٹی قوم، کیا چھوٹا صوبہ اور چھوٹی قوم، آپ نے کیا definition بنائی ہے۔ بلوچستان کا رقبہ سب سے زیادہ ہے۔ قوم چھوٹی نہیں ہوتی، کوئی بڑی نہیں ہوتی، کوئی ملک بڑا، کوئی ملک چھوٹا نہیں ہوتا، آپ نے ایک کلیہ طے کیا ہے کہ آپ اس لفظ کو استعمال کر کے چھوٹی قوموں کو exploit کریں گے۔ بلوچستان کیوں چھوٹا ہے۔ size میں سب سے بڑا ہے۔ کیا ادھر کے لوگ عقل میں چھوٹے ہیں ہوش میں چھوٹے ہیں کہ آپ نے جو definition بنائی ہوئی ہے۔ بلوچستان کے حوالے سے آپ نے جو بجٹ میں رکھا ہے، بلوچستان میں Highways کے حوالے سے کل ڈاکٹر مالک صاحب نے بہت اچھی بات کی

کہ آپ نے اتنے Highways نہیں بنائے جتنے آپ نے اکھاڑے میں، آپ کوئٹہ سے کراچی تک جائیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ آپ کی گاڑی کا کیا حال ہوگا۔ صرف اور صرف اکھاڑے گئے وہ فیڈرل گورنمنٹ کی جو منسٹری آف NHA یا communication ہے اس کی کرپشن کی وجہ سے۔ اس نے کہا کہ اگر تم نے سارے نہیں اکھاڑے تو کل حکومت تبدیل ہوگی تو یہ کل تک مجھے نہیں ملے گا وہ کسی دوسرے کو دیا جائے گا۔ اس نے ساری roads اکھاڑ دی ہیں۔ اس وقت آپ کی دو جو main highways ہیں۔ پچھلی حکومت اپنے دور میں راگ الاپتی رہی کہ ہم نے بلوچستان میں اتنی developments کی ہیں۔ ہم نے گوادر رتوہ ڈیرو بنایا ہے۔ ہم نے port بنایا ہے، ہم نے coastal highway بنایا۔ جناب! میں اس بات کو چیلنج کرتا ہوں کہ coastal highway قطعی طور پر بلوچستان کے لیے نہیں بنایا گیا ہے۔ اسحاق ڈار اس کے گواہ ہیں۔ جب گوادر پورٹ کے حوالے سے road کا decide ہوا تھا اس میں coastal highway نہیں تھا اس میں گوادر رتوہ ڈیرو تھا۔ اگر آج یہ شور مچاتے پھرتے ہیں کہ ہم نے coastal highway بنایا۔ coastal highway آپ نے اوماڑہ Naval Base کے لیے بنایا ہے، آپ نے گوادر کے لیے نہیں بنایا۔ آپ نے بلوچستان کے لیے نہیں بنایا کیونکہ you have built the biggest Naval port in Ormara آپ نے اپنی Navy shift کرنی ہے۔ آپ نے صرف اوماڑہ سے گوادر ۳۰۰ کلو میٹر touch کیا ہے۔ ڈیڑھ سو کلو میٹر اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ مشرف کے پورے زمانے میں شور مچا تھا۔ مشرف نے کہا کہ ہم نے kick start کر دیا اب پاؤں چلے گا تو وہ motor cycle start ہوگا اور نوکریاں ہوں گی اور یہ ہوگا تو گوادر پورٹ پر اربوں روپے آئیں گے۔ جناب! گوادر پورٹ پاکستان کی سب سے بڑی ڈکیتی ہے۔ میں ان لوگوں سے درخواست کروں گا کہ آپ کمیٹی بنا کر اس کی investigation کریں۔ گوادر میں آپ نے ۲۲۵ ارب روپے خرچ کیے وہ کدھر ہیں، آپ نے گوادر پر کیا بنایا ہے۔ تین crane کھڑے کیے۔ ایک کلو میٹر برتھ بنا دی۔ یہ سارے پیسے خرچ ہو گئے۔ جناب! یہ پاکستان کی بڑی بڑی ڈکیتوں میں سے ایک ہے۔ میں on the floor یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ شوکت عزیز کی سب سے بڑی چوری ہے۔ شوکت عزیز، عارف حبیب، عقیل ڈیڈی اور یہ سارے چور they were the front men of Musharraf and Shaukat Aziz. انہوں نے گوادر کی ساری زمینیں per acre 40/50 ہزار میں لیں اور 30/40 لاکھ روپے میں انہوں نے per plot بیچا۔ do you believe کہ گوادر میں ۲۵ دن میں بنک کی جو transaction تھی وہ ۱۸ ارب روپے تھی، یہ پیسہ کہاں سے آیا اور آپ نے وہاں جا کر تین cranes کھڑے کر دیئے اور آپ نے کہا کہ میں نے تو بلوچستان کو develop کیا ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس کتاب میں آپ نے جو highway کے حوالے سے لکھا ہے ان پیسوں سے اگلے سات سال میں بھی یہ road گوادر رتوہ ڈیرو نہیں بننا اور جب تک گوادر رتوہ ڈیرو نہیں بنے گا اس وقت تک گوادر پورٹ کی کوئی اہمیت نہیں ہے آپ کا coastal highway کیا کرے گا اور اب بھی چوری ہو رہی ہے آپ یہ کیا کر رہے ہیں کہ we are going to Gwadar operational کر دیا ہے۔ آپ گندم ادھر گوادر پر اتار رہے ہیں لے جا رہے ہیں کراچی کو۔ کیا سلسلہ ہے اور دوسری اہم بات گوادر میں آپ نے اربوں روپے خرچ کیے۔ ریت میں آپ highway بنا رہے ہیں جو جناح ایونیو ہے، پتا نہیں کہ فلاں ایونیو ہے تو ریت سے سارے roads

بھرے پڑے ہیں اس کے مقابلے میں گوادر کے رہنے والوں کے پاس سیوریج کے لیے ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا ہے آپ میرے ہاتھ کاٹ دیں۔ایک روپیہ انہوں نے گوادر کے باسیوں کے لیے خرچ نہیں کیا ہے اور آپ ریت میں roads بنارہے ہیں کہ جی یہ فلاں ہاؤسنگ سکیم ہے، یہ فلاں ہاؤسنگ سکیم ہے۔آپ نے وہاں جاکر ایک PC کھڑا کر دیا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ PC گوادر کے شہر میں آج کل pastry & patties بیچ رہا ہے۔اس کا kitchen جو ہے وہ ادھر نہیں چل رہا۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹرنک میں پیسٹریاں ڈال کر ایک سائیکل کے پیچھے رکھ کر پھیرا لگانے والے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: اب دیکھیں مسئلہ یہ ہے کہ بلوچستان کے حوالے سے جب تک فیڈرل گورنمنٹ کا رویہ نہیں بدلے گا۔ایسا بدقسمت ملک جس کے پاس بلوچستان جیسا صوبہ ہو۔جناب! آپ کو معلوم ہے کہ جس سینڈک کی بات ہو رہی ہے۔سینڈک جو copper کی deposit ہے that is as big as Iranian Oil. وہ اتنا بڑا Iranian oil ہے۔میں دعویٰ کرتا ہوں کہ بلوچستان میں آج آپ جائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بلوچستان سترھویں صدی میں ہے یعنی وہ اس صدی میں ہے ہی نہیں۔اسے کچھ پتا نہیں ہے۔بہت سے لوگ بولتے ہیں کہ یار! پاکستان سے متعلق لوگ کیا سوچتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ وہ اپنے متعلق ہی نہیں سوچتے، وہ ملک کے متعلق کیا سوچیں گے۔انہیں تو پتا ہی نہیں ہے کہ ایک ملک بنا ہوا ہے اور اس کا نام پاکستان ہے۔اسے یہ معلوم ہے کہ یہ روپیہ ہے اور اس سے کیا ملتا ہے اور کیا نہیں ملتا ہے۔اس سے زیادہ اس غریب کا اس ملک سے تعلق نہیں ہے۔Socially اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب والا! اس وقت Balochistan is the only place جہاں کے تین اضلاع میں واپڈا کی کوئی لائن نہیں ہے۔District Headquarters میں کوئی transmission line نہیں ہے۔آپ اندازہ لگائیں کہ جب آپ لوگوں کو اس حال میں پہنچا دیں گے کہ صوبے کے تین بڑے اضلاع میں transmission line تک نہیں دیتے تو پھر اس کا رویہ کیا ہوگا۔وہ کیا کرے گا۔Sorry شاید میں تھوڑا زیادہ time لے لوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ بھی بتائیں کہ وہ ساری construction sea water پر ہو رہی ہے۔ ادھر نمکین پانی پر construction ہو رہی ہے۔وہ buildings بھی نہیں ٹھہر سکیں گی۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میں اس کے بارے میں بتاتا ہوں۔ہم نے بلوچستان کے بارے میں وزیر پانی و بجلی سے ایک request کی تھی۔میں نے کہا تھا کہ اگر آپ پیسے نہیں دیتے تو یہ کر لیں کہ بلوچستان سے گیس نکلی ہے، پہلے آپ بلوچستان کے لوگوں کو گیس دے دیں۔اس کے بعد پوری دنیا میں پھیلاؤ۔ حب کو، پٹال، اچ پاور پلانٹ، یہ تینوں کہاں ہیں؟ کوئی transmission line نہیں ہے۔سب جام شورو جاتے ہیں۔کل وزیر صاحب نے کہا کہ جام شورو میں کیا ہوا تھا۔۔پتا نہیں کہ اڑ گیا تھا یا کوئی طوفان آیا تھا، ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہے۔سارے بلوچستان میں ایک بھی distribution line نہیں ہے۔تمام power projects جو produce کرتے ہیں، وہ جام شورو میں نہیں۔اب

جناب! وہاں کے لوگ، وہاں کے politicalلوگ تنقید نہیں کریں گے تو کیا کریں گے۔ دوسری طرف آپ کی مہربانیاں اس قسم کی ہیں کہ میں آپ کو ایک message پڑھ کر سناتا ہوں۔ اگر آپ مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کوئی ایسا ویسا messageنہ پڑھ دینا۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: نہیں، کوئی ایسا ویسا messageنہیں پڑھوں گا۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ messages politiciansکو ہی آتے ہیں اور کس کو آتے ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: بلوچستان کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ آپ کے ضلع نصیر آباد کو چھوڑ کر بلوچستان کی total agriculture, 110% is dependent on tube wells.اس وقت بلوچستان میں ٹیوب ویل کے لئے لوگ 800 سے 900 فٹ تک پانی نکال رہے ہیں اور وہ بھی تین اور اڑھائی انچ کے پائپ سے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم تو subsidy ختم کریں گے۔ اگر آپ بلوچستان سے subsidy ختم کریں گے It means آپ بلوچستان کے چار سے پانچ اضلاع کو agriculture سے completely out سے کر دیں گے۔ اس میں سوائے آپ کے علاقے، نصیر آباد کے باقی ساری agriculturalکا انحصار ٹیوب ویل پر ہے۔ جب آپ وہاں سے subsidy withdrawکریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ practicallyتمام لوگوں کو بھوک سے ماریں گے کیونکہ یہ تو آپ کو IMF نے کہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ جو تھوڑا بہت ان کے پاس ہے، وہ بھی withdrawکرنے جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جناب! اتنے ارب روپے دے دیے ہیں۔ یہاں چار پانچ ڈیموں کا نام لکھا ہوا ہے۔ ہنگول ڈیم، فلاں ڈیم، فلاں ڈیم۔ یہ کہاں ہیں؟ ہنگول ڈیم کا سروے 1972 میں سردار عطاءاللہ مینگل اور غوث بخش بزنجو نے ہیلی کاپٹر پر کیا تھا۔ اس وقت کا منصوبہ ابھی تک نامکمل پڑا ہوا ہے لیکن یہاں لکھا ہوا ہے کہ ہم ہنگول ڈیم بنا رہے ہیں۔ کوئی ایسی حکومت نہیں ہے کہ جس نے یہ نہ کہا ہو کہ ہم ہنگول ڈیم بنا رہے ہیں مگر وہ ڈیم ابھی تک بنا نہیں ہے۔ ایک وقت تو ایسا آیا تھا کہ یہ کہا گیا کہ ہم ہنگول ڈیم کا پانی پائپ لائن کے ذریعے قطر لے جائیں گے۔ آپ نے ایک میرانی ڈیم بنایا۔ مجھے یاد ہے کہ غلام اسحاق صاحب کوئٹہ آئے اور آپ اس وقت وزیر اطلاعات تھے۔ مرحوم تاج محمد خان وزیر اعلیٰ تھے۔ ہم MNAs اور MPAs ان کے پاس گئے اور کہا کہ جناب! آپ میرانی ڈیم نہیں بنا رہے۔ اس نے کہا کہ ہاں! میں اس وقت ڈائریکٹر تھا جب وہاں گیا تھا تو وہاں کسی نے کہا کہ جناب! آپ ڈائریکٹر سے صدر پاکستان بن گئے ہیں مگر میرانی ڈیم نہیں بنا ہے۔ یہ ابھی تک نہیں بنا ہے۔ اب وہ قبر میں بھی چلے گئے ہیں۔ دیکھیں! یہ چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر لوگ آپ سے روتے ہیں، فیڈریشن سے روتے ہیں اور وہ غلط نہیں روتے ہیں۔ وہ کیا کریں۔ اگر آپ بلوچستان کو proper utilize کرتے تو بلوچستان تو کیا اس سے پاکستان کی مشکلات بھی ختم ہو جاتیں۔ اب آپ نے سینڈک پراجیکٹ اٹھا کر چائنا کو دے دیا ہے۔ that was gifted to China. وہ یہاں سے تانبا اٹھائے گا اور اسے چائنا میں لے جائے گا۔ اب اس کے ingredients کیا ہیں، اس میں سونا کتنا ہے اور سلیکا کتنا ہے، اس میں آئرن کتنا ہے، اس کا کسی کو پتا نہیں ہے۔ وہ اسے وہاں صاف کرے گا اور یہ اس کی مرضی ہے کہ آپ کو یہ بتائے کہ انہوں نے اس میں سے کتنا رکھا ہے اور کتنا نہیں رکھا

ہے، یعنی کوئی accountability نہیں ہے۔ مال مفت دل بے رحم والی بات ہے۔ کسی کو پتا نہیں ہے کہ سینڈک سے سونا کتنا نکلتا ہے، پاکستان کو کتنا ملتا ہے اور چائنا کتنا لے جاتا ہے۔ اب جناب والا! ایسے حالات میں اوپر سے جنرل مشرف صاحب کی مہربانی ہوئی۔ آپ لوگوں کو بھی یاد ہوگا، اس نے مجھے کہا تھا کہ میں بلوچوں کو ایسے پیچھے سے ہٹ کروں گا کہ ان کو پتا بھی نہیں چلے گا اور اس نے ہٹ کیا اور ہم روتے رہے کہ خدارا! اس آرمی action کو آپ لوگ روکیں۔ یہ آرمی action آپ لوگوں کو تباہ کر دے گا، پورے ملک کو تباہ کر دے گا۔ I do not know لیکن مجھے چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ آپ ان سے کہیں کہ وہ مجھ سے پوچھیں کہ میں کہاں تک گیا ہوں کہ آپ نواب اکبر بگٹی کے خلاف action نہ کریں۔ مگر جنرل مشرف اور جنرل ندیم نے کہا کہ آپ اس بات کو چھوڑ دیں، میں جانوں اور اکبر بگٹی جانے۔ وہ تو 80 سال کا بندہ تھا، شہید ہو گیا، مارا گیا، جو بھی ہوا but he made a history. مگر آپ نے اس ملک کے لئے جو مصیبتیں کھڑی کی ہیں، جن کی وجہ سے ہم آج وہاں گھومنے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ ہم آپ کے سینیٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب ان سے بات کرتے تھے تو کہتے تھے کہ کیا ہونا ہے۔ کچھ لوگ احتجاج کریں گے اور تھوڑی سی لڑائی ہوگی اور پھر بات ختم ہو جائے گی۔ مجھ سے کسی اخبار والے نے پوچھا نواب صاحب شہید ہوئے ہیں، اس سے کیا فرق پڑا ہے۔ میں نے کہا کہ کچھ فرق نہیں پڑا ہے کیونکہ میرے بیٹے نے اور جان جمالی کے بیٹے نے 1960 کے military operations نہیں دیکھے تھے۔ ان کے فوج کے خلاف وہ جذبات نہیں تھے جو میرے ہیں یا میرے باپ کے تھے یا میرے بڑوں کے تھے۔ He was not knowing کہ بلوچستان میں کس کے ساتھ کیا ہوا ہے، کتنے military operations ہوئے ہیں، کتنے لوگ مرے ہیں۔ ان کے پاس یہ concept ہی نہیں تھا۔ صرف اور صرف نواب اکبر بگٹی کو شہید کر کے لوگوں کے ذہنوں میں جو ساری resentment تھی، وہ نئی generation میں transfer کر دی۔ I was surprised جس دن اکبر بگٹی شہید ہوا، میں کوئٹہ میں تھا، میرا بیٹا شلوار قمیض نہیں پہنتا تھا، وہ practically نہیں پہنتا تھا۔ جب میں کراچی واپس پہنچا تو میرے بیٹے نے پینٹ شرٹ پہننی چھوڑ دی تھی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ یہ پنجابیوں کی پینٹ ہے۔ آپ کی کم عقلی اور احمقانہ حرکات نے لوگوں کو push کیا ہے کہ وہ اس طرف جائیں۔ آپ یہ کہتے ہیں بلوچستان میں آزادی کی بات ہو رہی ہے، بلوچستان میں فلاں ہو رہا ہے۔ وہ لوگ کیا کریں۔ جیسے ڈاکٹر مالک نے بھی کہا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کوئی بلوچ، کوئی پشتون، آپ کے ٹاپ اداروں میں پہنچا ہو۔ بلوچستان کے لیے کوٹا سسٹم ہے۔ کسی میں اہلیت ہے یا نہیں ہے، وہ ڈپٹی چیئرمین سے آگے نہیں جائے گا۔ ڈپٹی سپیکر سے آگے نہیں جائے گا۔ کیا ساٹھ پینسٹھ سال میں بلوچستان میں ایک بھی آدمی پیدا نہیں ہوا جسے آپ ایڈیشنل سیکرٹری لگائیں۔ اس کو یہاں پر سیکرٹری لگائیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ مجھے ان آفیسرز کے نام بتاؤ، کتنے آفیسرز ہیں کوسٹ گارڈ میں۔ جناب! دنیا میں کوسٹ گارڈ میں ان لوگوں کو بھرتی کیا جاتا ہے جو کوسٹ کے ہوتے ہیں۔ جو بالکل مچھلی ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی جن کو تیرنا آتا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پاکستان کوسٹ گارڈ میں ایک بھی بلوچ، بلوچی speaking نہیں ہے۔ آرمی میں نہیں آ سکتے۔ اتفاق سے مسقط کے سفیر بھی بلوچی ہیں۔ he is Balochi speaking. ہم ان کے گھر کھانے پر تھے۔ اس نے کہا کہ ہمارے کرنل سے نیچے جتنے آفیسرز، سپاہی ہیں، ان سب کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ جب آپ سے پوچھتے ہیں تو آپ

کہتے ہیں کہ یہ qualify نہیں کرتے۔ یہ تو آتے نہیں ہیں۔ یہ تو بھاگتے ہیں۔ آپ ان کو کوسٹ گارڈ میں لیں، وہ کیوں نہیں آئیں گے مگر ایک mind set ہے۔ دو mind set اس ملک میں طے ہو چکے ہیں۔ ان کو کیسے توڑا جائے؟ ایک mind set اسلام آباد کا ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ ہر بلوچ پاکستان سے نکلنا چاہتا ہے، پاکستان کو توڑنا چاہتا ہے، اس لیے اس کو کوئی leverage نہیں دینا چاہتے۔ اب بلوچیوں نے بھی یہ mind set develop کر لیا ہے کہ اس ملک میں ہمیں کچھ نہیں ملنا ہے۔ جب تک ہم اس ملک سے نہیں نکلیں گے، ہمارا کچھ نہیں بنے گا اور this mind set is developing on both sides یہاں پر یہ موجود ہے، وہاں پر وہ موجود ہے۔ جب تک آپ اسے نہیں توڑیں گے، آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام شروع کیا۔ یہ ہم نے پہلی دفعہ شروع نہیں کیا۔ یہ پوری دنیا میں failure میں گیا ہے۔ یہ جو begging آپ نے start کی ہے، یہ پوری دنیا میں failure میں گئی ہے۔ ویتنام میں failure میں گئی ہے۔ پورے ساؤتھ افریقہ میں یہ failure میں گئی ہے۔ آپ اربوں روپے کے پروگرام میں لوگوں کو انتظار کرا رہے ہیں۔ جو سینیٹر، ایم این اے اپنے گاؤں جاتا ہے، اس کے لیے سب سے بڑی مصیبت ہے کہ فارمز چاہیئں۔ اس وقت دنیا enterprise کی طرف جا رہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے کاموں کی طرف جا رہی ہے۔ سمال بزنس کی طرف جا رہی ہے۔ بجائے سمال بزنس کے آپ لوگوں کو ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ یہ آپ کا بجٹ ہے؟ دوسرے جناب! آپ کے پاس زراعت کی اتنی بڑی فیلڈ ہے۔ پنجاب میں سندھ میں، بلوچستان میں۔ جناب! میں ملائیشیا گیا، میں حیران ہو گیا کہ ہر آدمی کو بیس سے چالیس درخت دیئے گئے کہ آپ پام آئل ڈویلپ کریں۔ اب وہ اس سے اتنا پیسہ کما رہا ہے کہ ان کا پورا ملک چل رہا ہے۔ وہ developed countries میں آ گیا ہے۔ آپ olive oil کے جتنے درخت چاہیں، اس ملک میں لگا سکتے ہیں اور billion of dollars آپ کما سکتے ہیں۔ یہ جو اربوں کا بجٹ آیا ہے، میں نے کہا کہ جس ملک کا وزیر خزانہ سیرینا ہوٹل میں رہتا ہو تو وہاں پر زیادہ مہنگی کرپشن کا لیول کیا ہے؟ آج پاکستان میں ہر آدمی جب ملازم ہوتا ہے، وہ سرکار کا نوکر ہوتا ہے، مجھے خوف آتا ہے۔ یہ ملازم نہیں، چور ہے۔ ستر فیصد آپ کا ملک چوروں کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے وہ وزیروں کی شکل میں ہے، چاہے وہ بیوروکریسی کی شکل میں ہے، چاہے وہ سیکریٹریوں کی شکل میں ہے یا چھوٹے آفیسرز کی شکل میں ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ across the board accountability پر جائیں، آپ کے پاس۔۔۔

(اس مرحلے پر ایوان میں اذان جمعہ کی آواز سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: کہیں اذان آپ کی بات کی گواہی تو نہیں دے رہی۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میں سومرو صاحب سے معذرت کر کے ایک منٹ میں ختم کرنے جا رہا ہوں۔ سومرو صاحب! ایک منٹ میں ختم کرنے جا رہا ہوں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی یہی ہو گا۔ آپ کی تقریر مکمل ہونے کے بعد جمعہ اور کھانے کا وقفہ کریں گے اور اس کے بعد ہم پھر اکٹھے ہوں گے، ورنہ وہ اپنی تقریر بھی مکمل نہیں کر سکیں گے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میں اپنی تقریر ایک ایس ایم ایس پڑھ کر ختم کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے سینیٹ کی پاورز، equal نمائندگی کی بھی بات کرنی ہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میں جناب! پورے ایوان کی توجہ چاہوں گا کہ وہ اس کو سن لیں۔" میرے ستائیس سالہ بھائی ذاکر مجید کو ۸ جون ۲۰۰۹ کو مستونگ سے پاکستان کے خفیہ اداروں کے لوگ لے گئے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ جیسا واقعہ غلام محمد کے ساتھ ہوا، ویسا میرے بھائی کے ساتھ شاید ہونے والا ہے۔ اسی لیے میں آپ حاصل خان سے درخواست کرتی ہوں کہ خدا کے لیے میرے بھائی کو ڈھونڈیں، اس کو خفیہ اداروں کے ہاتھ سے بچائیں۔ آپ کی اور مجید ذاکر کی بہن سعیدہ۔، یہ ایک بہن کی ایس ایم ایس ہے جو آپ کو دی گئی ہے۔ آپ چاہیں تو میں سب کو بھیج سکتا ہوں۔ اگر اس کا reaction نہیں ہو گا تو کیا ہو گا۔ آپ اور اس ہاؤس سے درخواست ہے کہ اگر آپ نے ابھی چیزوں کو نہیں سنبھالا تو پھر گلہ کسی سے نہیں کرنا۔ میں سومرو صاحب کا ایک بار پھر بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا وقت مجھے دیا۔ شکریہ

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بخاری صاحب۔ یہ تو ایک تازہ کیس ہے، بلوچستان میں missing persons کا بہت بڑا issue ہے۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: بزنجو صاحب نے جس بات کا ذکر کیا۔۔۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب! ان کی لاشیں برآمد ہو گئی ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کہاں سے؟

سینیٹر آغا شاہد حسن بگٹی: سکرنڈ سے۔ مرید بگٹی آپ کے علاقے کا رہنے والا ہے، بھائی سمیت دونوں بندوں کی لاشیں سکرنڈ سے برآمد ہوئی ہیں، جنہیں کچھ روز پہلے خفیہ ادارے والے اٹھا کر لے گئے تھے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, we will ask the Minister for Interior. . .

Mr. Acting Chairman: Is he coming?

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: ان سے اس کی details بھی لیں گے۔ What are the details about it.

جناب قائم مقام چیئرمین: میرا خیال ہے سومرو صاحب، نماز کے بعد کر لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب! مجھے اجازت دیں، نماز دو بجے ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، ہمارے ہاں پارلیمنٹ ہاؤس میں ایک بج کر پچاس منٹ پر جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ پندرہ منٹ میں ختم کر سکتے ہیں تو۔۔۔

سینیٹر سید نئیر حسین بخاری: طے شدہ بات کے مطابق سات سے دس منٹ کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بسم اللہ کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: الحمد للہ رب العالمین۔ والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ طیبین واصحابہ طاہرین۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

پہلی گزارش میں یہ کروں گا کہ دنیا کے کافی ممالک میں بجٹ کے حوالے سے کم از کم چوالیس دن دیئے جاتے ہیں۔ ہندوستان کی پارلیمنٹ سال میں تقریباً ایک سو اسی دن کام کرتی ہے اور ان میں سے پچھتر دن بجٹ کے مخصوص ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں بہت کم وقت دیا جاتا ہے۔ گزارش یہ کرتا ہوں کہ کم از کم بجٹ سے ایک مہینہ پہلے pre budget session ہو، جس میں تمام اراکین پارلیمنٹ مشورے اور آراء دیں اور پھر ہماری وزارت خزانہ، اراکین پارلیمنٹ کے مشوروں کو سامنے رکھتے ہوئے بجٹ بنائے تو یہ ایک بہتر ریت ہو گی۔

دوسری گزارش ہے کہ یہ بھی ضمانت دی جائے کہ mini budget نہیں آئے گا کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہمیشہ صرف کاغذی کارروائی ہوتی ہے، ڈھکوسلا ہوتا ہے اور اصل حقائق کو چھپایا جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد mini budget لایا جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ جو 10-2009 کا بجٹ پیش کیا گیا ہے، پاکستان کی باسٹھ سالہ تاریخ کا یہ ساٹھواں بجٹ ہے۔ 1950-1949, 1948-1947 کے دو بجٹ ایسے تھے جو واقعی فاضل بجٹ تھے، خسارے کے بجٹ نہیں تھے، یہ جناب لیاقت علی خان نے پیش کیے تھے۔ اس کے بعد جتنے بجٹ بھی آئے ہیں، وہ خسارے کے بجٹ تھے، چاہے وہ ایوب خان، یحییٰ خان، بھٹو صاحب، ضیاء الحق صاحب، بے نظیر صاحبہ، میاں نواز شریف صاحب، جنرل پرویز مشرف کے زمانے کے بجٹ ہوں یا اب ہمارا بجٹ ہو، یہ تمام خسارے کے بجٹ ہیں۔

اس وقت ہم پر جو قرضہ ہے، اس کا حساب کیا جائے تو ہر پاکستانی شہری، چھوٹا، بڑا، جوان، بوڑھا، مرد یا عورت پانچ سو ستر ڈالر کا مقروض ہے۔ ہم اگر اکیاسی روپے فی ڈالر سے حساب کریں تو تقریباً چھیالیس ہزار ایک سو ستر روپے کا ہمارا ہر شہری مقروض ہے۔ اس سے جان چھڑانے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ یہ اعلان کر دیا کہ ہم پندرہ فیصد اضافے کا اعلان کرتے ہیں۔ اس کا فائدہ کس کو اور کتنا ملے گا؟ پہلے گریڈ والے کو زیادہ سے زیادہ ساڑھے چار سو روپے، پندرہ گریڈ والے کو زیادہ سے زیادہ ساڑھے نو سو روپے لیکن پاکستان میں تنخواہ دار ملازم کتنے ہیں؟ سترہ کروڑ کی آبادی میں زیادہ سے زیادہ ایک کروڑ لوگ ہوں گے، باقی سولہ کروڑ لوگ کہاں جائیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ عام آدمی کو تب ہی فائدہ ہو گا جب افراط زر کی شرح کم ہو گی۔ کرنسی کو استحکام ملے گا۔ بازاروں اور مارکیٹوں میں روزمرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتیں کم ہوں گی۔ رشوت اور کرپشن کا قلع قمع ہو گا۔

جناب عالی! آپ جانتے ہیں کہ کرپشن نے ہمارا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ ہم نے حاصل بزنجو صاحب کو بڑی توجہ سے سنا، اگر وہ بھی مہربانی کریں تو عنایت ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہی جمہوریت کی روح ہوتی ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: کل کے "جنگ" اخبار نے لکھا ہے کہ Transparency International نے 17th April, 2009 کی جو survey report جاری کی ہے، اس میں کہا ہے کہ پاکستان میں کرپشن میں چار سو فیصد کا اضافہ ہو گیا ہے تو پھر بیڑا غرق نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا؟ جناب عالی! عام لوگوں کو تب ہی فائدہ پہنچے گا جب عدالتوں سے لوگوں کو فوری اور مفت انصاف ملے گا۔ بجٹ کے حوالے سے چند تجاویز عرض کروں گا۔ سب سے پہلے NFC Award میں ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ بلوچستان کے بھائی، بلوچستان کی بات کرتے ہیں۔ سرحد کے بھائی، سرحد کی بات کرتے ہیں۔ جب مجموعی بات ہوتی ہے تو اس میں سرحد اور بلوچستان کا تذکرہ کیا جاتا ہے، سندھ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حاجی عدیل صاحب نے کہا کہ سرحد کی طرف اس لیے زیادہ توجہ دیں کہ سرحد war zone میں تبدیل ہو گیا ہے لیکن میں floor of the Parliament پر یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ قبائل میں جو قتل عام ہوا ہے، جتنے جھگڑے ہوئے ہیں، وہاں دہشت گردی کی جتنی وارداتیں ہوئی ہیں، ان میں اتنے لوگ نہیں مارے گئے جتنے سندھ میں قبائلی جھگڑوں میں مارے گئے ہیں۔ کراچی میں دہشت گردی کی وارداتوں میں جتنے لوگوں کو مارا گیا ہے۔ آپ عدالتی کمیشن بٹھائیں، گزشتہ پانچ سالوں میں اندرون سندھ قبائلی جھگڑوں میں ساڑھے نو ہزار لوگ قتل ہوئے ہیں۔ آخر سندھ کے ساتھ یہ مذاق کیوں ہو رہا ہے؟ میں عرض کروں گا کہ NFC Award میں ہمیں اپنا حق دیا جائے۔ آپ اس پر بھی عدالتی کمیشن بٹھائیں کہ صوبہ سرحد پاکستان کو کتنا دیتا ہے۔ بلوچستان کتنا دیتا ہے، پنجاب کتنا دیتا ہے اور سندھ پاکستان کو کتنا دیتا ہے۔ اس وقت جو حقائق ہیں، میں انہیں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔ وفاق کی، پورے پاکستان کی مجموعی آمدنی کا 63% سندھ دیتا ہے۔ Income Tax, 64%, Custom Duty, 80% سندھ دیتا ہے۔ جناب عالی! یہاں پر ہم دوسروں پر تبصرہ کرتے ہیں، اپنی غلطیوں کو نہیں دیکھتے، ہم نے ہمیشہ پارلیمانی سیاست کی ہے۔ ہم نے bullet کی نہیں ballot کی سیاست کی ہے۔ گولی کی نہیں بولی کی سیاست کی ہے۔ ہم نے ہمیشہ خود کش حملوں، terrorism کی مذمت کی ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ سب امریکا کا کیا دھرا ہے؟ ان کی جو کارروائیاں ہوئیں، انہوں نے جو کچھ عراق اور افغانستان میں کیا، وہی ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ افغانستان کے طالبان کے بارے میں کل ایک فاضل ممبر نے ان کے جرم گنواتے ہوئے کہا تھا کہ جناب! انہوں نے بدھ کا مجسمہ توڑا، یہ افغانستان کے طالبان کا گناہ کبیرہ تھا۔ میں اپنے اس فاضل ممبر سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے تین سو ساٹھ بت تڑوائے تھے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ ساتھی اس زمانے میں ہوتے تو حضور ﷺ کے خلاف بھی فتوے دیتے۔ پھر افغانستان کے طالبان کے جو گناہ گنوائے گئے، ان میں یہ بھی تھا کہ "نوروز" کے میلے پر پابندی لگا دی جو نو سو سال سے ہوتا تھا۔ تمام جاہلیت کے میلوں پر پابندی لگائی تھی اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں جاہلیت کی تمام رسموں کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں جب آپ تبصرہ کریں تو کم از کم ان چیزوں کو سامنے بھی رکھیں۔ میں سندھ کے حوالے سے عرض

کرنا چاہتا ہوں کہ عالمی تجارت 90% سندھ کے ذریعے پاکستان سے ہو رہی ہے اور اس وقت بڑی صنعتیں 43% سندھ میں ہیں، 4474 پاکستان کے بڑے بڑے units ہیں، ان کی اکثریت سندھ میں ہے۔ پورے پاکستان میں جو تیل کی پیداوار ہے، اس وقت سندھ پورے پاکستان کو 62% تیل دے رہا ہے، پورے پاکستان کو 48% گیس سندھ فراہم کر رہا ہے، بجلی 39% سندھ فراہم کر رہا ہے، سندھ میں کوئلے کے سب سے بڑے ذخائر ہیں۔ کالا باغ ڈیم کا شوشہ چھوڑا جاتا ہے، مردہ گھوڑے میں جان ڈالی جاتی ہے، ہم بات کرنے کے لیے تیار ہیں، کالا باغ ڈیم نہیں بنے گا، یہ ہمارے تینوں صوبوں کا مشترکہ فیصلہ ہے، ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، یہ ملک دشمن منصوبہ ہے، سندھ دشمن منصوبہ ہے جس کو کسی قیمت پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ایک فاضل ممبر نے ابھی فرمایا ہے کہ سرحد سے بہنے والا دریائے سندھ کا پانی سمندر میں ضائع ہو جاتا ہے، اگر اس کو بچایا جائے تو پتا نہیں کیا ہو سکتا ہے، میں اس فاضل ممبر کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں اور دیکھیں کہ ایک قطرہ سمندر میں نہیں جاتا، کوٹڑی کے بعد دریائے سندھ خشک ہو چکا ہے اور پھر سمندر کا پانی اوپر آ رہا ہے۔ ضلع ٹھٹھہ اور بدین کی زمین 50% سمندر کی نظر ہو چکی ہے، لوگوں کو misguide کیوں کیا جا رہا ہے، اگر آپ نے پنجاب کو آباد کرنا ہے، اللہ پنجاب کو خوش رکھے، تمام لوگوں کو خوش رکھے، ہم پنجاب کے دشمن نہیں ہیں، سندھ کو برباد نہ کرو، سرحد کو برباد نہ کرو۔ پنجاب کا جو زیر زمین پانی ہے، اکثر ذخیرے میٹھے ہیں، آپ tube well لگا کر irrigation کے نظام کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔ سندھ میں جو زیر زمین ذخائر ہیں، وہ کڑوے اور ناقابل استعمال ہیں، ہمارے پاس دریائے سندھ کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، 50% زمین دریائے سندھ کے پانی سے آباد ہوتی ہے، ہم باقی کے لیے بارشوں کے انتظار میں ہوتے ہیں۔ ہماری لاکھوں ایکڑ زمین پانی نہ ہونے کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہے، یہ حقائق ہیں۔ Planning Commission جیسے جتنے بھی بڑے بڑے ادارے ہیں جہاں پر ملک کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے، صوبوں کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے، اس میں سرحد اور بلوچستان سے زیادتی کی جاتی ہے، ان سے زیادہ ہمارے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے۔ ہمیں اس کی سزا دیتے ہیں کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا تعلق سندھ سے تھا، آپ ہمیں اس کی سزا دے رہے ہیں کہ پاکستان کی قرارداد سب سے پہلے سندھ نے منظور کی تھی۔

جناب عالی! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ سندھی زبان کو تحفظ ملنا چاہیے، پشتو، بلوچی اور سرائیکی کو بھی تحفظ ملنا چاہیے، پاکستان میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں، انگریزی کو ہم پر مسلط کیا گیا، یہ ہمارے باپ دادا لگتے ہیں کہ ہماری سرکاری زبان انگریزی ہے، نہ ہمارے آباؤ اجداد کی زبان، نہ قرآن کی زبان، نہ حدیث کی زبان، نہ حضور کی زبان آخر کیوں؟ چین والے اپنی زبان میں ترقی کر سکتے ہیں، Japan والے اپنی زبان میں ترقی کر سکتے ہیں، Germany والے اپنی زبان میں ترقی کر سکتے ہیں تو ہم اپنی زبانوں میں ترقی کیوں نہیں کر سکتے، یہ غلامی کی نشانیاں ہیں، ان کو مٹا دینا چاہیے۔ میں World Trade Organization میں شرکت کے لیے Singapore گیا تھا، Singapore میں جو 4 مقامی زبانی بولی جاتی ہیں، ان کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ میں یہاں آج مطالبہ کرتا ہوں کہ یہاں سندھی، اردو، پشتو، بلوچی اور سرائیکی زبانوں کو قومی زبان کی حیثیت دی جائے، سرکاری زبان کی حیثیت دی جائے اور ان کی ترقی کے

لیے ذرائع کو استعمال کیا جائے، جج بھی سندھی بولنے والا یا بلوچی بولنے والا یا پشتو بولنے والا یا اردو بولنا والا، وکیل بھی، مجرم بھی، فریادی بھی لیکن کارروائی انگریزی میں، یہ کیوں ہے۔

جناب عالی! اس وقت پورے پاکستان میں جو oil fields ہیں، 140 oil fields سندھ میں ہیں، پنجاب میں 22 ہیں، بلوچستان میں 7 ہیں اور سرحد میں 4 ہیں اور یہ ہماری oil fields 300 ارب کما کر پاکستان کے وفاق کو دیتی ہیں، ہمارے صرف 4 اضلاع گھوٹکی، دادو، بدین اور حیدرآباد میں سے 300 ارب کی کمائی ہوتی ہے اور وہاں پر مقامی لوگوں کو دمڑی نہیں ملتی، یہ ظلم نہیں ہے، تو کیا ہے۔ آپ پانی کی royalty مانگتے ہیں، بجلی کی royalty مانگتے ہیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہمیں اپنی گیس کی royalty کا حساب دیا جائے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہمارے ساتھ جو زیادتی کی گئی ہے، میں مانگتا ہوں کہ مجھے سندھ کی گیس کی royalty دی جائے، سندھ کے تیل کی royalty دی جائے، سندھ کے پورٹ کی royalty دی جائے، یہ ہمارا قانونی حق ہے، ہمیں ملنا چاہیے۔ یہ جمہوری حکومت ہے اور میں جمہوری حکومت سے توقع رکھتا ہوں کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور جائز مطالبات تسلیم کئے جائیں گے، میری باتیں واقعی کچھ کڑوی ہیں، میں کیا کروں، نہیں جی میں نے اس کی کوئی بات نہیں کی، oil field کی بات کی ہے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: سومرو صاحب! تقریر کے بعد جمعہ کے خطبے پر بھی جانا ہے، اب اجازت دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: یہ باتیں سننے کے قابل نہیں ہیں، اس لیے کون سنے گا، بلوچستان کی باتیں سنتے ہیں کیونکہ آپ بلوچستان سے ہیں، سرحد کی سنتے ہیں، ہم مظلوم ہیں، ہماری بات بھی سنیں، ہم پر بھی رحم کریں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: ہم آپ کے ہمسائے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: جناب عالی! سندھ کو بین الاقوامی یتیم خانہ بنایا گیا ہے، جناب عالی! آپ ناراض نہ ہوں، سوات کے متاثرین سے ہمیں ہمدردی ہے، ہم نے پورے سندھ سے چندہ جمع کیا ہے اور پہنچایا ہے، وہ ہمارے بھائی ہیں، مظلوم ہیں، ان کو بے گناہ مارا جارہا ہے۔ جناب عالی! قیام پاکستان سے لے کر آج تک مہاجرین کا بوجھ ہم نے اٹھایا ہے، نہ سرحد نے، نہ بلوچستان نے، نہ پنجاب نے، پنجاب بڑا بھائی ہے، آپ ذرا ان سے بھی گزارش کریں کہ وہ مہربانی کریں کہ وہ سامان کے ٹرک تو بھیجتے ہیں، ہماری مجبوریوں کو بھی دیکھیں، ہمارے حالات کو بھی دیکھیں، ہمارے وسائل کو بھی دیکھیں اور ہم پر جو ڈاکے پڑے ہیں، ان کو بھی دیکھیں۔ میں گزارش کروں گا، sales tax کے لیے زرداری صاحب نے کراچی جا کر بھی وعدہ کیا تھا کہ صوبوں کے حوالے کیا جائے گا لیکن نہیں کیا گیا، وعدہ پورا کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ civil and military bureaucracy میں، overseas آپ کے جو دفاتر ہیں، وہاں پر اور تمام وفاقی محکمہ جات میں سندھ کو نظر انداز کیا گیا ہے اور اس طرح ہمارے ساتھ ظلم کیا، ہماری سیٹوں پر جعلی domicile بنا کر لوگوں کو بھرتی کیا جاتا ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے۔ نہیں، ہم جمعہ آپ کے ساتھ پڑھیں گے انشاء اللہ ابھی تک بھولے نہیں ہیں۔

میں یہ بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ صوبوں کو خود مختاری دی جائے، گریڈ ایک سے گریڈ سولہ تک کے ملازمین کی تنخواہوں میں 30% اضافہ کیا جائے۔ تھر کول پروجیکٹ، کالا باغ ڈیم کی بات ہو رہی ہے، ٹیوب ویل لگائیں، ماہرین کی رپورٹ ریکارڈ پر ہے کہ اگر Thar coal project پر عمل کیا جائے تو آئندہ ایک سو سال تک پورے پاکستان کو تھر کا کوئلہ بجلی دے سکتا ہے۔

ایک معزز رکن: اور ان کو اختیار دیا جائے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: یقیناً وہ ملکیت ہماری ہو گی۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ آپ بہت سے لوگوں کو رعایتیں دیتے ہیں، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کیجیے۔ یہ جو ہم کشکول اٹھا کر پھرتے ہیں، ذلت کی زندگی گزارتے ہیں اس سے کوئی برکت نہیں ہو گی۔ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ہمارے تمام پاکستانی جن کے پیسے باہر پڑے ہوئے ہیں، تمام سیاستدان جن کے پیسے باہر پڑے ہوئے ہیں، سیاسی قائدین بشمول زرداری صاحب کے اور میاں نواز شریف صاحب کے، اگر ان کے پیسے بھی باہر پڑے ہوئے ہیں تو مہربانی کر کے پاکستان میں لے آئیں اور کارخانے لگائیں، لوگوں کو روزگار بھی ملے گا اور ان کی کمائی بھی ہو گی۔ اپنے پیسے پاکستان میں لے آؤ، کسی کے در پر جا کر بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک امیروں کے قرضے معاف کیے گئے ہیں، غریبوں کا قرضہ معاف نہیں ہوتا، امیروں کے جو بڑے بڑے مگرمچھ ہوتے ہیں ان کے قرضے معاف ہوتے ہیں، ان سے قرضے واپس لیے جائیں۔ جناب عالی! ہمارے سارے قرضے ختم ہو سکتے ہیں۔ میرے پاس لسٹ ہے کہ کس محبت کی وجہ سے ان کے قرضے معاف کیے گئے۔ صرف 1999 سے 2007 تک 49 ارب 54 کروڑ کے قرضے معاف کیے گئے ہیں، کونسی خدمات کے صلے میں معاف کیے گئے۔ ہمیں حساب دیا جائے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک آپ نے کن کن کے قرضے معاف کیے، وہ حسین چہرے لوگوں کے سامنے لائے جائیں، ان کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے، یہ قومی مجرم ہیں، ان کے ساتھ حساب ہونا چاہیے۔

(Thumpingofdesks)

جناب قائم مقام چیئرمین: سائیں! جلدی جلدی مکمل کریں۔ ایسا نہ ہو کہ chair ہی یہاں سے مسجد میں چلی جائے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں آپ دوسرے لوگوں کو ناجائز رعایتیں دیتے ہیں، پاکستان کے تمام دینی مدارس، مسجدیں اور یہاں پر جتنے یتیم خانے اور خیراتی ادارے ہیں ان کو گیس و بجلی مفت فراہم کی جائے۔ صحت اور تعلیم کے شعبوں کے لیے بجٹ کو دگنا کیا جائے۔ بجلی، گیس اور پٹرولیم کی مصنوعات میں کمی کی جائے۔ صدر اور وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کے خرچوں میں 50% کٹوتی کی جائے اور میں سمجھتا ہوں یہ جو آپ نے وزیروں کی فوج ظفر موج بھرتی کی ہوئی ہے کم از کم 50% کابینہ کا حجم کم کر دیا جائے تو آدھے سے زیادہ ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ پورے پاکستان میں جہاں پر اب تک گیس اور بجلی نہیں پہنچی وہاں پر ترجیحی بنیادوں پر گیس اور بجلی پہنچائی جائے۔ سیم اور تھور کی وجہ سے سندھ کی لاکھوں ایکڑز مین بنجر ہو چکی ہے، ہزاروں ٹیوب ویل خراب پڑے ہیں، سندھ کی

ان زمینوں پر رحم کیا جائے،ان کے لیے منصوبہ بندی کی جائے اور سیم زدہ علاقوں کے لیے خصوصی پیکج کا اعلان کیا جائے۔ معذور افراد، بوڑھے لوگ، بیوہ عورتیں اور یتیم بچوں کے لیے خصوصی انتظامات کیے جائیں۔

جناب عالی! مشیر خزانہ نے اعتراف کیا ہے کہ دہشتگردی کے خلاف یہ جو نام نہاد جنگ ہے، جو امریکہ نے war against terror کے نام سے شروع کی ہوئی ہے، یہ war against terror نہیں war against Islam ہے، war against Muslims ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس جنگ میں پاکستان کو سالانہ ساڑھے آٹھ ارب ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے، اس لیے فوری طور پر اس نام نہاد جنگ سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ لوگوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کیا جائے، نکاسی کا انتظام کیا جائے۔ آخر میں اس شعر کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا۔ ہمارے سندھ کے آفاقی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کا شعر ہے کہ

سائیں سدائیں کریں
متھے سندھ سکار
دوست مٹھا دلدار
عالم سب آباد کریں

بڑی مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاؤس نماز جمعہ اور دوپہر کے کھانے کے لیے adjourn کرتے ہیں۔ انشاء اللہ پھر 3 بجے اکٹھے ہوں گے۔

(The House is adjourned till 3.00 p.m.)

(وقفے کے بعد اجلاس قائم مقام چیئرمین، جناب میر جان محمد خان جمالی کی زیر صدارت شروع ہوا)

Mr. Acting Chairman: Please be seated. Dr. Khatu Mal sahib Minorities

پر کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔

Senator Dr. Khatu Mal Jeewan: Sir, thank you very much. Mr. Chairman,

سب سے پہلے تو میں اپنی پارٹی کی قیادت کی طرف سے وزیر اعظم صاحب اور صدر صاحب کو مبارکباد پیش کروں گا اور میں احسان مند بھی ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار پاکستان پیپلز پارٹی نے، اس ہاؤس میں، جہاں پر ہماری minority کی نمائندگی نہیں ہوا کرتی تھی نمائندگی دی ہے۔ رتنا بھگوان داس چاولہ صاحبہ کو اور مجھے سینیٹر منتخب کر کے اس ایوان میں بھیجا ہے۔ میں اپنی پارٹی کا بہت ہی شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ بھی پہلی بار ہوا ہے کہ سندھ، پنجاب، بلوچستان اور فرنٹیئر میں، ہر صوبے میں ہماری پارٹی کی طرف سے،

minority کو نمائندگی دی گئی ہے اور صوبہ سندھ میں خاص طور پر جہاں پر ہندو اقلیت بہت زیادہ رہتی ہے وہاں پر پاکستان کی تاریخ میں یہ بھی پہلی بار ہوا ہے کہ ہمارے Christians, Hindus, Parsies چار ہمارے صوبائی وزیر جو ہیں ہماری اقلیتی برادری سے لئے گئے ہیں۔

جناب! کیونکہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور یہاں پر جو Technocrats یا financial experts ہیں ان لوگوں نے بجٹ پر کافی بات کی ہے۔ میں نے آپ سے گزارش کی تھی کہ میں تھوڑا ہی ٹائم لوں گا۔ جناب! جن حالات سے ہمارا ملک گزر رہا ہے اور آپ خود دیکھ رہے ہیں بلوچستان اور پختونخواہ کے جو حالات ہیں، جہاں پر schools بموں سے تباہ کئے جا رہے ہیں۔ تھانوں پر قبضے کئے جا رہے ہیں۔ معصوم بچوں کو مارا جا رہا ہے۔ لاشیں نکال کر ان کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ ان حالات میں اس وقت 10-2009 کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میری سمجھ میں اس سے بہتر بجٹ نہیں ہو گا۔ میں ہماری وزیر صاحبہ کو اس بجٹ کو پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب! اصل بات دیکھنے کی یہ ہے کہ یہ حالات کیوں پیدا ہوئے ہیں؟ اس ملک کے حالات بگاڑنے کا ذمہ دار کون ہے؟ جناب! پچھلے ۶۲ سالہ تاریخ پر نظر دوڑائیں گے تو اس ملک کی عمر کا آدھا عرصہ جو ہے اس پر dictatorship رہی ہے۔ ضیاء الحق نے اس ملک میں کلاشن کوف اور ہیروئن کا کلچر دیا۔ پرویز مشرف صاحب نے اس ملک کو suicide bombers دیے اور آپ یقین کریں کہ اس ملک میں جب بھی dictatorship آئی ہے تو اس وقت اس ملک کا بیڑہ غرق ہوا ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی اور 1988 coalition government میں ۱۸ مہینے چلی تھی۔ اس کے بعد 1993 میں تین سال چلی تھی۔ اس کے بعد ابھی پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت آئی ہے۔ ہم تو ان لوگوں کا گند صاف کر رہے ہیں۔ یہ جو حالات بگڑے ہوئے ہیں اس میں ٹائم لگے گا۔ یہ جو بجٹ آیا ہے یہ عوام دوست بجٹ ہے اور عوام کی امنگوں کے مطابق ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور ہی غریب عوام کی خدمت رہا ہے۔ اس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں جو بجٹ آیا ہے اس سے اچھا بجٹ نہیں آ سکتا تھا۔ جناب چیئرمین! minority کے حوالے سے میں بات کروں گا کہ 1956 میں ایک ایکٹ آیا: شیر وکاسک: اس کے تحت فیڈرل گورنمنٹ میں ٪۶ کوٹہ minority کے لئے (خصوصی طور پر شیر کاسک کے لئے) مختص کیا گیا تھا۔ وہ کوٹہ ختم کیا گیا اور یہ پیپلز گورنمنٹ ہے جس نے آتے ہی ہمارے پرائم منسٹر صاحب نے اعلان کیا کہ مینارٹیز کے لئے ٪۵ کوٹہ نوکریوں میں ہم رکھتے ہیں۔ ہم اس کے بھی شکر گزار ہیں۔

جناب! کیونکہ میرا تعلق ڈسٹرکٹ تھرپارکر سے ہے۔ ڈسٹرکٹ تھرپارکر اس ملک کا پسماندہ ضلع ہے۔ آپ بھی جب آرمی میں تھے تو آپ نے شاید وہ پورا علاقہ دیکھا ہو۔ وہاں پر تقریباً ہر سال میں، کبھی کوئی سال اچھا ہوتا ہے جس میں بارش ہوتی ہے ورنہ وہ قحط زدہ علاقہ ہے۔ خشک سالی وہاں پر ہوتی ہے۔ سندھ گورنمنٹ fodder اور گندم ہمیں امدادی ریٹ پر دے رہی ہیں۔ چونکہ ہمارے علاقے میں قحط سے حالات ہیں تو میں گورنمنٹ سے یہ بھی request کروں گا ہمارے تھر کے لئے کچھ کیا جائے۔ تھر میں آپ کو یاد ہو گا کہ محترمہ کی پہلی جو گورنمنٹ تھی اس میں Sindh Arid Zone Authority بنی تھی۔ جب پانی کے لئے کنویں کھودے جا رہے تھے تو وہاں پر کچھ ایسا material ملا۔ Geological Survey of Pakistan and Geological Survey of

America نے مل کر وہاں پر drilling کی تو وہاں سے کوئلہ نکلا۔ 9000 square kilo meter میں کوئلہ نکلا ہے، وہ proven results اس وقت ہمارے پاس کوئلے کے ہیں وہ 10,75.5 billion ton coal ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ 1993 میں جب پاکستان پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ تھی تو اس وقت محترمہ نے کیٹی بندر منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا تھا جس میں 5400 mega watt کے coal fight power project کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ ایک بہت بڑی امریکن کمپنی تھی ان کے ساتھ MOU sign ہوا تھا۔ بد قسمتی یہ ہے کہ جیسے ہی وہ گورنمنٹ گئی تو اس منصوبے کو وہیں پر wind up کر دیا گیا۔

جناب! ابھی میں Sindh Coal Authority کا Chairman بھی تھا۔ ہم نے بڑی کوشش کی، ہم نے بڑی محنت کی کہ تھر کے coal کی افادیت سے اس ملک کو فائدہ ہو لیکن جب 1993 کی گورنمنٹ گئی اس کے بعد coal کو نہیں چھیڑا گیا۔ ہمارے پاس اتنے بڑے coal کے ذخائر ہیں، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ 1993 سے 1996 کے بعد جب سے پاکستان پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ گئی ایک بھی mega watt بجلی کوئی گورنمنٹ نہیں بنا سکی، ایک mega watt بجلی نہیں بنا سکی۔ ہم نے کوشش کی اور اس وقت جو ہے وہاں پر کچھ Chinese companies and some Korean companies ہماری حکومت کی کاوشوں کی وجہ سے وہاں پر کام کر رہی ہیں۔ انشاء اللہ اگر تھر کا کوئلہ نکلتا ہے تو تھر خوشحال نہیں ہو گا، سندھ بھی خوشحال ہو گا اور پورا ملک خوشحال ہو گا۔ اس سے پہلے تھر کے کوئلے سے یہ ظلم کیا گیا تھا جناب! ہمارے پاس چھ بلاک بنے ہوئے تھے 600 square kilo meter وہ ہماری پچھلی گورنمنٹ کے جو کرتا دھرتا تھے ان لوگوں نے چنوں کے دام پر ان کو بیچ دیا تھا۔ چھ کے 600 square kilo meter مختلف کمپنیوں کو kicks back وہ کوئلہ دیا گیا تھا۔ ہم نے وہ ابھی cancel کیا ہے اور ہمارے سارے بلاک خالی پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی ایک دو بلاکس World Bank, Chinese and Korean کو دیئے ہیں۔

میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سندھ کے کوئلے پر کیوں نہیں کام ہوا۔ اس کے پیچھے جناب! بہت بڑی باتیں ہیں۔ ایک تو اگر اس وقت ڈاکٹر صاحب بات کر رہے تھے کوئلے کے حوالے سے جو سروے ہے، جو experts ہیں، تھر کے کوئلے کا اگر 25% بھی، 25% کوئلے سے اگر power generation شروع کی جاتی ہے تو ایک سو سال تک اپنے سارے بجلی گھر بند کر دو تھر کا کوئلہ پورے ملک کو بجلی دے گا لیکن Shenva Group یعنی Chinese Government کے ساتھ وہ MOU sign ہوا تھا۔ وہ ایک serious group تھا ان کو وہاں سے بھگایا گیا، وہ کام کرنا چاہتا تھا۔ جناب! اگر ان کو کام کرنے دیا جاتا تو آج 70% ان کا کام مکمل ہوتا لیکن یہاں Federal Government میں جو بابو بیٹھے ہوئے ہیں، وہ کام نہیں چاہتے ہیں، اس کے پیچھے کیا محرکات ہیں، وہاں سے تھر کے کوئلے کو کیوں نہیں نکالا گیا؟ کیوں شنوا گروپ کو بھگایا گیا۔ Pakistan-China Governments کے درمیان یہ MOU sign ہوا تھا۔ جب وہ جا رہے تھے تو تھر کے لوگوں کو دکھ ہو رہا تھا۔ وہ tariff % 5.77 مانگ رہے تھے جب کہ آپ wind پر 13, 14, 15, 16 percent دے رہے ہو۔ آپ آئل پر 15-16 percent دے رہے ہو لیکن تھر کے کوئلے پر پتا نہیں آپ کیوں نہیں دے رہے؟ جناب! آپ کو معلوم ہے کہ جو oil power

generation کے لیے import ہوا ہے یہ اربوں ڈالر کا ہوا ہے لیکن ہمارا کوئلہ استعمال نہیں ہو رہا ہے۔ جناب! یہ سارے کا سارا مافیا ہے۔ یہ تیل importers and generator importers mafia ہے ۔ جناب! اگر bureaucracy راجہ پورس کے بدمست ہاتھی ہیں ان کو control کیا جائے اور اگر ان کو نتھ ڈالی جائے تو حکومت smoothly run کرے گی۔ جناب والا! ان کے جو خرچے ہیں، آپ سوچ نہیں سکتے ہیں۔ ان کو نتھ ڈالنے کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارا بجٹ بہت اچھا بجٹ ہے اور اگر اس کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے اور وہ آفیسرز جو اس کو لوٹتے ہیں ان سے اس کو بچایا جائے تو حکومت کو بہت فائدہ ہو گا۔

جناب! میں آخر میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ رات کو ہم پرائم منسٹر صاحب کے عشائیے پر تھے تو وہاں پر ساری political parties موجود تھیں۔ یہ ملک کے لیے بہت اچھی بات ہے۔ اگر ہم consensus سے اس ملک پاکستان کی بھلائی کے لیے سوچیں گے تو انشاء اللہ پاکستان زندہ رہے گا اور تاحیات زندہ رہے گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ ڈاکٹر کھٹومل۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: میرے دوست نے اتنی اچھی تقریر کی ہے اور اتنی اچھی suggestions دی ہیں مگر ہماری پوری company of Ministers میں سے ایک بھی نہیں ہے اور ایک بھی سینیئر بیوروکریٹ نہیں ہے کیوں کہ وہ seven course lunch کرتے ہیں اس لیے وہ چار گھنٹے بعد آئیں گے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ Upper House میں جو debate ہو رہی ہے اور Senators of Pakistan جب بول رہے ہیں کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ہمیں سنا جائے۔ جناب چیئرمین! تاریخ گواہ ہے کہ when the Senate speaks جس حکومت نے سنا ہے وہ کامیاب رہی ہیں۔ کیونکہ یہ collective wisdom of the country ہے--- Here are representatives of all the great nationalities which make up this great land of ours. The best of the best are sitting here اگر ان کو کوئی سننے کو تیار نہیں ہے تو پھر پاکستان کو اللہ بچائے۔

Mr. Acting Chairman: I have told them that they should realize. This is the House where there is equal representation and they should take this House seriously and the future of Pakistan is going to depend on it. اگر federating units خوش ہوں گے تو ملک چلے گا اور چاروں federating units اور فاٹا کی ادھر نمائندگی ہے۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جناب! جو ملک کو strong کرے گا وہ Senate of Pakistan کرے گا۔ اگر عوام کو strong کرے گا تو Senate of Pakistan کرے گا اور اگر پارلیمنٹ کو strong کرے گا تو Senate of Pakistan کرے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ جی عظیم طارق صاحب۔

سینیٹر طارق عظیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت سے important points ہمارے دوستوں نے بتا دیئے ہیں لیکن کچھ general points ہیں، کچھ specific points ہیں میں ان کو touch کرنا چاہوں گا۔ جناب! ہمیشہ ہر حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ ان کا بجٹ عوامی اور فلاحی بجٹ ہے۔ جناب! نعرے اور دعوے تو آپ نے بھی سنے اور ہم نے بھی سنے ہیں، افسوس تو یہ ہے کہ روٹی، کپڑا اور مکان دینے والی جو حکومت آئی ہے، اس نے یہ نہیں بتایا کہ روٹی، کپڑا اور مکان دینا چاہتی ہے یا لوگوں سے لینا چاہتی ہے۔ یہ تو ایسا لگتا ہے کہ یہ بجٹ عوام دوست کی بجائے غریب دشمن بجٹ ہے۔ سارے کا سارا بوجھ انہی غریبوں پر ڈالا گیا ہے۔ انہوں نے بجٹ میں ایک بڑی اچھی بات کی ہے کہ wheel chairs کی قیمتیں کم کر دی ہیں کیونکہ پہلے ہی عوام کی کمر مہنگائی سے ٹوٹی ہوئی ہے، اب انشاء اللہ پوری قوم کو wheel chairs کی ضرورت پڑ جائے گی۔ یہ بڑی اچھی بات ہے اس کو ہم welcome کرتے ہیں۔ اس حکومت کو ابھی 18 مہینے بھی نہیں ہوئے اور انہوں نے تین بجٹ اور پیش کرنے ہیں، دو بجٹ ابھی انہوں نے پیش کیے ہیں لیکن جس طریقے سے یہ بجٹ بنایا گیا ہے، جس عجلت میں بنایا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جتنی اس میں deficiencies ہیں اگر ان کو دیکھا جائے تو ایسے لگتا ہے کہ انہوں نے یہ سوچ کر بنایا کہ شاید ان کا یہ آخری بجٹ ہے۔ اس لیے یہ کھاؤ، پیو، پکڑائی نہ دو والا بجٹ ہے کہ جو بھی ہے چلتا رہے گا اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ ہماری ایک بڑی ماشاء اللہ efficient and hardworking وزیر ہوتی تھیں، مجھے یاد پڑتا ہے وہ debt servicing and debts کے بارے میں جو شعبہ تھا اس کی وزیر تھیں۔ حنا ربانی کھر صاحبہ کو میرے خیال میں debt میں اتنی expertise ہو گئی ہے کہ بجٹ کا سارے کا سارا انحصار debt پر ڈال دیا گیا ہے۔ Friends of Pakistan کے تحت جو انہیں debt ملے گا اور IDP کے لیے جو debt ملے گا اگر وہ نہ ملا تو شوکت ترین صاحب کہہ رہے ہیں کہ 5 billions کی جو pledges ہیں شاید اس میں سے دو بلین ان کو ملے لیکن انہوں نے اس کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ انہوں نے پہلے ہی 4.4 billion قرضہ IMF سے لینے کا انتظام کیا ہوا ہے، وہاں سے نہیں ملے گا تو یہاں سے مل جائے گا کیونکہ انہوں نے تو خود pay کرنا نہیں ہے، pay تو ہماری آنے والی پشتیں کریں گی جیسے کہ پہلے میرے بھائی کہہ رہے تھے۔ یہ ہمیں پشت در پشت پھنسائے جا رہے ہیں لیکن ان کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ جانتے ہیں کہ ٹیکس کی وصولی کے لیے ساری دنیا میں ایک سسٹم ہوتا ہے اور ایک اصول ہے۔ اصول یہ ہے کہ آپ ٹیکس لگاتے ہیں، levy کرتے ہیں and that levy taxes are proportionate to your ability to pay یعنی کہ جتنا ایک بندہ pay کر سکتا ہے اس پر اتنا ٹیکس لگایا جائے۔ ایک غریب آدمی ہے جو ٹیکس pay نہیں کر سکتا اس پر بالکل نہیں لگنا چاہیے جو اس سے بہتر حالت میں ہے اس پر کم لگائیے اور امیر پر زیادہ ٹیکس لگائیے۔ یہاں پر باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ہمارے ہاں جو tax base کو بڑھانے کی بات ہوتی ہے وہ اسی لیے ہوتی ہے کہ ایک equitable distribution ہو کہ سارے لوگ tax کا burden اٹھائیں اور جو ہم یہاں پر development چاہتے ہیں اس میں share کریں لیکن ہمارے ہاں جو سب سے زیادہ پسی ہوئی کلاس ہے جو salaried class ہے اس سے at source deduct کر لیا جاتا ہے اور وہ بے چارے تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد جو ہم نے کہا تھا کہ tax base بڑھائیں گے اس کے لیے بھی ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ایک تو salaried

person پہلے ہی tax at source دے دیتے ہیں اور اس کے بعد indirect tax ہیں، پچاس قسم کے indirect taxes ہیں، ان بیچاروں پر double taxation ہو رہی ہے اور return میں ان کو کچھ نہیں ملتا یعنی جو ان کی basic needs ہیں، ضروریات ہیں خواہ وہ تعلیم ہو، خواہ صحت ہو اس کے بارے میں کوئی خاطر خواہ اقدام نہیں کیا گیا۔ جناب چیئر مین! جو اضافہ کیا بھی جاتا ہے وہ بھی آپ دیکھیں کہ pay نہیں کیا جاتا۔ اگر آپ پچھلے سال کا بجٹ دیکھ لیں تو جو allocation تھی اس میں تو کہیں صرف utilization 40% ہوئی ہے۔ یہ ہماری حالت ہے۔ ایک طرف جو چیزیں ہیں جن پر بجٹ کے حساب سے payment ہونی چاہیے یا خرچہ ہونا چاہیے وہ بھی نہیں ہو رہا اور دوسری طرف اس کے برعکس آپ دیکھیں، میں مثال دیتا ہوں، تعلیم کی مد میں پچھلے سال billion 6.269 رکھے گئے تھے لیکن اس کے برعکس صرف 4.186 billion خرچ کیا گیا باقی سارے کا سارا استعمال نہیں کیا گیا۔ PSDP کے لیے جتنا fund رکھا گیا تھا اس کا بھی آدھا خرچ کیا گیا، باقی نہیں دیا گیا۔ اپنے دورے اور اپنی عیاشی پر double کر دیا گیا۔ اس دفعہ بھی آپ دیکھیں کہ PM Secretariat کے لیے پچھلے سال 230.87 million رکھے گئے تھے لیکن اس کے برعکس جو خرچہ کیا گیا وہ 384.583 کیا گیا یعنی کہ عوام کی بھلائی کے لیے جو کام ہے اس پر تو پیسے آدھے کر لیے گئے لیکن اپنے اوپر جو خرچہ کرنا تھا اس کو double کر دیا گیا۔ اس دفعہ بھی آپ نے دیکھا کہ دورے کی مد میں amount بڑھا دی گئی ہے۔ In fact جو تحفے تحائف دینے ہوتے ہیں جب باہر جاتے ہیں تو gift کی شکل میں جو رقم رکھی گئی ہے، اس کو بھی زیادہ کر دیا گیا ہے۔ جناب! میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں نہیں ہونی چاہییں۔ جہاں پر ضرورت ہے، خرچ ہونا چاہیے۔ اسی لیے عوام tax دینے سے کتراتے ہیں۔ وہ کتراتے اس لیے ہیں کہ ان کو پتا ہے کہ جن چیزوں کے لیے وہ ٹیکس دے رہے ہیں، وہاں پر تو خرچ ہونا نہیں ہے، یہ تو عیاشی پر خرچ ہونا ہے، اس لیے وہ بھی نہیں دینا چاہتے۔ یہ بھی آپ یاد رکھیں جس پر بہت زیادہ ہم انحصار کرتے ہیں United States پر، میں آپ کی توجہ چیئر مین صاحب، ہلری کلنٹن کی ایک recent statement کی طرف دلانا چاہتا ہوں، اس نے کہا جی کہ اب United States کی جو support ہے، US support should be proportionate to the efforts, people of that country made to make their lives better themselves through taxes. یعنی کہ ٹیکس خود pay کریں۔ اگر وہ اپنے آپ پر ٹیکس لگا کر خود generate کرتے ہیں اپنے لیے تو ہم بھی اسی حساب سے ان کو aid دیں۔ یہ نہ ہو کہ ہم ان کو millions اور billions کے طور پر aid دے دیں اور خود وہ اپنے لیے taxes raise نہ کریں اور اپنا پیسہ عیاشی میں لگا دیں۔ تو آگے سے یہ سوچ لینا کہ automatically ان کو United States کی طرف سے aid ملتی رہے گی، وہ بھی نہیں ہو گی۔ آگے سے جو آپ خود پیسہ raise کریں گے، اسی کے proportionate سے United States بھی آپ کو aid دے گا۔

چیئر مین صاحب! ایک اور بات یہ کہ یہاں پر بھی میں نے دیکھا جو ہماری debate ہوتی ہے، اس کو بھی بہت ہی short رکھا جاتا ہے۔ آپ بھی under pressure ہوتے ہیں، ہر بندہ بات کرنا چاہتا ہے لیکن ہم کو پتا ہے کہ time بہت short ہوتا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ صرف چند دن پہلے بجٹ پیش کیا جائے؟ ابھی بھی آپ نے دیکھا کہ پہلے ہمیں بتایا گیا کہ 6 جون کو پیش کیا جائے گا، 6 جون سے بڑھا کر اس کو 13 جون پر لے جایا گیا، اب آپ نے دیکھا کہ

Tuesday کو ہم نے یہاں پر debate شروع کی ہے، آج غالباً ہمارا آخری دن ہوگا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کو ہم آگے لے کر جاتے تاکہ ہمارے جتنے بھی honourable Senators جو بھی اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں، جو بھی اپنی proposals دینا چاہتے ہیں، ان کے پاس زیادہ time ہو۔ اتنی بڑی thick اور heavy books ہیں کہ انہیں اٹھاتے اٹھاتے آپ ہسپتال پہنچ جاتے ہیں۔ ان کو study کرنے، پڑھنے کے لیے بھی time چاہیے۔ جناب چیئرمین! چار دن میں یہ نہیں ہو سکتا۔ تو میری تجویز یہ ہے کہ بجٹ کو آپ کم از کم ایک ماہ پہلے پیش کریں تاکہ ہم اسے دیکھ سکیں۔

اب چند باتیں جو budget specific ہیں، ان کے بارے میں بات کروں گا۔ جناب! یہ بڑا highly risky budget ہے which is neither people friendly nor growth friendly. نہ اس میں لوگوں کی بھلائی کے لیے کوئی چیز ہے اور نہ ہی اس میں کوئی انڈسٹری اور کامرس کے لیے کوئی چیز ہے۔ جیسا میں نے عرض کیا total reliance, donors overseas, external borrowings پر انہوں نے رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد ہم further IMF کے clutches میں پھنستے چلے جائیں گے۔ IMF کے clutches میں پھنسنے کا نتیجہ آپ لوگوں نے دیکھ ہی لیا۔ آپ کو یاد ہوگا جس خط کا میں نے پہلے حوالہ دیا تھا اور اس وقت وہ ہمارے سینیٹ کا ریکارڈ ہے، جو 20 نومبر کو خط لکھا گیا تھا شوکت ترین صاحب کی طرف سے جس کو sign کیا تھا شمشاد بیگم صاحبہ نے، اگر آپ وہ دیکھیں تو جو جو انہوں نے commitments کی تھیں، مثلاً ہم اس میں سے subsidy ختم کر دیں گے، یہ پچھلے سال کا خط ہے 20 نومبر کا، وہ انہوں نے پورا کیا۔ اس کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا کہ پہلا جو انہوں نے ہمیں تحفہ دیا ہے کہ 17% بجلی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ Already آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری انڈسٹری اتنی پسی ہوئی ہے کہ cost of production has got upto 132%. گیس، بجلی، import پر duty ڈالر کی devaluation جو 30% ہے، اس پر جا کر آپ further جو 17% لگا دیں گے تو کیسے ہم اپنی exports بڑھائیں گے، no wonder our exports are so low کہ ہماری cost of production بڑھتی جا رہی ہے۔ نہ ہم compete کر سکتے ہیں اپنے ہمسایہ ممالک سے یا ویت نام سے یا نئی merging economies سے مثلاً بنگلہ دیش یا دوسرے ممالک سے۔ جب تک اپنی cost of production کو آپ کم نہیں کریں گے، ہماری exports ٹھیک نہیں ہو سکتیں۔

آپ نے 120 بلین روپے کی subsidy remove کر دی ہے اور یہ بھی ایک condition ہے جو آپ نے IMF کے ساتھ agree کی ہوئی تھی۔ بہت ساری بات ہوئی، ہم سن رہے ہیں اور انحصار ہے ہمارا اور بڑی خوشی ہے ہمیں کہ overseas Pakistanis کی طرف سے remittances میں اضافہ ہوا ہے۔ تقریباً 7 بلین ڈالرز overseas Pakistanis کی طرف سے آئے۔ جناب چیئرمین! یہ کسی حکومت کا کارنامہ نہیں ہے۔ Overseas Pakistanis کی remittances میں اضافہ اس لیے ہوا ہے کہ وہاں پر جو international recession ہے، یہ جو economic melt down ہوا، وہاں پر سب سے زیادہ اثر overseas workers پر ہوا ہے خواہ وہ دبئی میں ہوں، Middle East کے دوسرے countries میں ہوں یا IT sector میں کام کر رہے ہوں یا United States میں ہوں۔ بہت سارے لوگوں کو lay off کر دیا گیا ہے، ان کو golden hand shake ملا ہے اور بہت سے especially

from Middle East ہمارے بھائی بہن واپس آ رہے ہیں اور انہوں نے پیسہ واپس بھیج دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگلے سال اس recession کی وجہ سے، اس کا اثر overseas workers پر بہت زیادہ پڑے گا، یہ remittances بڑھنے کی بجائے، انہوں نے جو حساب لگایا ہے کہ شاید اگلے سال بڑھ جائیں، مجھے ڈر ہے کہ یہ کم ہوگا۔ اس لیے اس پر بھی انحصار کرنا بھی اچھی بات نہیں ہے۔ یہ target کو meet نہیں کر پائیں گے۔

جناب والا! Growth with human resource is an excellent jingle, beautiful words لیکن مجھے نہیں سمجھ آتی کہ would this Government be able to carry forward its promises? Can they deliver it? I doubt very much. Fiscal responsibility and Debt Limitation Act جو تھا، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو revenue deficit پر نظر رکھنی تھی۔ جو کہ actually اگر آپ figure دیکھیں تو اگر یہ اس کو camouflage نہ کریں تو 122 بلین روپے ہمارا deficit ہونا چاہیے لیکن اس کو انہوں نے 71 billion surplus دکھا دیا ہے۔ اب دیکھیں اس میں جو آپ کا development budget ہے اس میں بے نظیر سپورٹ پروگرام جس کو ہم support کرتے ہیں، اچھی بات ہے، غریبوں کو پیسہ ملنا چاہیے یا IDP کے خرچے کی مد میں جو رقم رکھی گئی ہے غریبوں یا نقل مکانی کرنے والے عوام کے لیے، بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ ترقیاتی پروگرام کیسے بن گیا؟ یہ development programme کیسے بن گیا؟ اس کو آپ development programme میں کیسے لے کر آئیں گے؟ Development programme تو وہ ہوتا ہے جس میں آپ کوئی asset create کریں، کوئی چیز بنے، کوئی سڑکیں بنیں، کوئی سکول بنیں، کوئی hospitals بنیں۔ غریب عوام کی مدد یا IDPs کو واپس لے کر جانے کا، reconstruction یا rehabilitation کا کام ہو، اس کو آپ development budget میں نہیں ڈال سکتے۔ جناب! یہ تو relief work ہے، یہ development work نہیں ہے۔ یہ current expenditure میں ہونا چاہیے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو ایسے کیوں کیا گیا؟ اس لیے کہ اگر current expenditure میں آپ 157 billion روپے ڈال دیتے ہیں تو یہ 85 billion deficit ہو جاتا ہے جو کہ ہماری حکومت show نہیں کرنا چاہتی۔

جناب چیئرمین! آپ نے دیکھا کہ oil کی قیمتیں کم ہونے کی وجہ سے petroleum development levy کی مد میں حکومت نے صرف آٹھ ماہ میں 129 ارب روپے کمائے جو اب بڑھ کر، یہ جو carbon surcharge ہے، اب یہ بڑھ کر کوئی تقریباً 134 ارب ہو جائے گا لیکن اس کا فائدہ عوام کو بالکل نہیں دیا گیا۔ اب انہوں نے اس کا نام carbon surcharge رکھ دیا ہے تو جناب! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عبدالحمید کو آپ عبدالمجید کا نام دے دیں، اس سے فرق کوئی نہیں پڑتا، بات وہیں کی وہیں رہتی ہے۔ غریب عوام کو جو tax pay کرنا ہے وہ تو انہوں نے ہر صورت میں pay کرنا ہے لیکن ایک بڑی اچھی خوبصورتی والی بات کی ہے کہ انہوں نے اس کو surcharge کا نام دیا ہے۔ اس کو انہوں نے tax نہیں گنا۔ وہ اس لیے کہ جب آپ اس کو tax کہتے ہیں تو یہ divisible pool میں چلا جاتا ہے اور

divisible pool میں چلے جانے کا مطلب ہے کہ اس میں سے صوبوں کو بھی share دینا پڑتا ہے۔ لیکن جب آپ اس کو surcharge کہتے ہیں تو پھر آپ کے پاس، federal کے پاس یہیں پر centre میں ہی رہ جاتا ہے۔

جناب! ایک اور بڑا اہم point ہے، آپ نے دیکھا اس کے بارے میں اخباروں میں بہت لکھا گیا ہے، ہمارے مشیرِ خزانہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے، میں agriculture tax کی بات کر رہا ہوں۔ جب میں tax base کی بات کر رہا ہوں تو میں بات کر رہا ہوں کہ equal sharing of burden by everybody, every Pakistani citizen تو اس میں agriculture tax کی بات آتی ہے۔ 25% جو ہماری GDP کی income ہے that comes from agriculture اور مجھے اس چیز کا احساس ہے کہ میرے ساتھ ایوان میں بیٹھے ہوئے بہت سارے ہمارے بھائی بہن بھی agriculturists ہیں۔ وہ بڑے بڑے agriculturists ہیں، بڑی زمینوں کے مالک ہیں۔ اس لیے 62 سالوں میں یہ ایک مقدس گائے ایک sacred cow جو بن چکی ہے، کوئی اس پر ٹیکس لگانے کو تیار نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ شوکت ترین has been at least honest enough to say کہ یار مجھے قربانی کا بکرا بنانا ہے، 62 سالوں میں تو کسی نے لگایا نہیں، اب آ کر میں کیوں اس پر ٹیکس لگانے چلا۔ تو وہاں پر جا کر you are taking 25% totally out of your tax system altogether. اور اس میں آپ دیکھیں کہ غریب کاشت کار کا نام لے کر کہ جی ایک غریب کاشت کار اس سے suffer کرے گا، اس کی shield بنا کر آپ اس پر ٹیکس نہیں لگاتے۔ Mr. Chairman, fact of the matter is کہ آپ کے 90% غریب کاشت کار they own less than 10 acres or less. یعنی اس پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، وہ غریب انسان نہ آج tax pay کر رہا ہے، نہ نیا tax لگنے سے اس کو pay کرے گا لیکن جو ہمارے 10% mega–landlords who own 90% of the agricultural land ان پر ضرور اثر پڑے گا۔ لیکن وہ لگنے نہیں دیتے۔ جناب! ہمیں اس چیز کو ایک نہ ایک دن، اس مقدس گائے کو ذبح کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر equitable distribution of the burden نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد ایک اور بات، یعنی کہ ہمارے بڑے landlords ٹیکس بھی نہیں pay کرتے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ ان کی زمینوں پر سڑکیں بھی بنیں، ان کی زمینوں پر ہسپتال بھی بنیں اور اسکول بھی بنیں، یعنی ہم ٹیکس تو ادا نہیں کرنا چاہتے، غریب عوام ٹیکس ادا کرے، ہم نہیں دیں گے لیکن ہمارے ہاں بھی ترقی ہونی چاہیے، ہمارے ہاں بھی یہ ساری چیزیں ہونی چاہییں، بڑی اچھی بات ہے مگر پہلے ٹیکس ادا کیجیئے۔ آپ کا ٹیکس شاید حکومت کی جیب میں جائے تو آپ جو سکول، سڑکیں یا ہسپتال بنانا چاہتے ہیں آپ کے لیے وہ بنا دی جائیں۔ جناب والا! اس کو کہتے ہیں چپڑی اور دو دو۔ Unfortunately جو بہانہ بنایا جاتا ہے کہ یہ صوبائی معاملہ ہے، ٹھیک ہے، اگر یہ صوبائی معاملہ ہے اور اگر آئین کا معاملہ ہے تو آئین میں باقی جتنی amendments آتی ہیں ان کو بھی لے آئیں، ان کو بھی کر دیں۔ صوبائی حکومتیں agricultural tax levy کرنے کے لیے competent ہیں۔ اگر collection کا معاملہ آتا ہے تو وہ taxes levy کر دیں، آپ through FBR collection کروالیں لیکن اس excuse کو reason نہ بنائیں۔ یہ مشکل کام ہے لیکن ہمیں یہ کرنا پڑے گا۔

جناب والا! جس طرح میں نے کہا کہ ہم اس کو conceal کر رہے ہیں اسی طرح آپ دیکھیں ابھی ہماری poverty figures کی بات ہو رہی ہے۔ ہمارا جو latest survey آیا ہے اس میں ہم نے poverty figure کو بالکل ignore کر دیا ہے، اس لیے کہ جب ہم بار بار وراثت کی بات کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلی حکومت کا کوئی اچھا کام سامنے آ جائے۔ اگر ہماری غربت میں کمی آئی ہے تو as a nation ہمیں خوشی ہونی چاہیے، اس میں کیا برائی ہے ؟ ہر حکومت اچھے کام بھی کرتی ہے اور برے کام بھی کرتی ہے۔ اچھے فیصلے بھی ہوتے ہیں برے فیصلے بھی ہوتے ہیں۔ یہ حکومت اچھے فیصلے بھی کرے گی اور برے فیصلے بھی کرے گی لیکن اگر کوئی اچھا کام ہوا ہے تو اس کو برائے مہربانی acknowledge کیا جائے۔ اگر poverty میں reduction ہوئی ہے تو اس کو acknowledge کیوں نہیں کیا جاتا؟ 2000ء میں اس وقت جو ہماری poverty تھی that was 34.46%, in 2005 یہ down ہو کر 22.3% رہ گئی۔ ابھی جو latest survey ہے اس کے مطابق یہ 17.2% ہے یعنی جس حکومت نے poverty کو 17.2% inherit کیا ہے تو اس کے لیے ہم لوگ نہیں ماننا چاہتے کیونکہ conceal اس لیے کرنا چاہتے ہیں چونکہ اگر یہ 40% پر چلی جاتی ہے جو کہ estimate کی جا رہی ہے تو یہ برا لگتا ہے کہ اس حکومت کے اٹھارہ مہینوں میں جو 17% پر تھی یہ 40% پر چلی گئی ہے۔ اب World Bank نے آ کر Planning Commission کو کہا کہ ہم اس کو verify کرتے ہیں۔ جناب والا! World Bank کی وہ رپورٹ یہ ہے جو Planning Commission کو دی ہے۔ جناب والا! یہ رپورٹ The Centre For Poverty Reduction اور World Bank کے جو experts ہیں انہوں نے لا کر دی ہے۔ انہوں نے مسٹر نوبو یشیدہ اور مسٹر ٹومی یو کو شو یہ دو experts بھیجے، انہوں نے آ کر یہ report publish کی ہے۔ یہ رپورٹ 29th May, 2009 کو publish ہوئی ہے یعنی کچھ ہفتے پہلے یہ report publish ہوئی ہے لیکن ہم اس کو accept کرنے میں hesitate کیوں کر رہے ہیں؟ جناب والا! وہ اس لیے کہ اگر پتا چل گیا کہ World Bank بھی recognize کر رہا ہے کہ پچھلی حکومت کی وجہ سے 17% poverty پر آ گئی تھی اور اگر اب لوگوں کو پتا چلے گا کہ یہ دوبارہ 40% پر چلی گئی ہے تو it does not look nice. جناب والا! یہ اچھی بات ہے کہ جو چیزیں اچھی ہیں ان کو recognize کیا جائے۔ اگر سابق حکومت کی کوئی پالیسی غلط تھی تو اسے ضرور تبدیل کریں یہ آپ کا حق ہے، حکومت وقت کا یہ حق ہے کہ وہ اس پالیسی کو تبدیل کرے لیکن اگر کوئی چیز اچھی ہوئی ہے تو اس کو acknowledge بھی کیا جائے۔ جیسے آنے والی حکومت ہو گی مجھے امید ہے کہ جو اچھے کام یہ حکومت کرے گی، اللہ کرے کہ یہ کوئی اچھا کام کرے تو وہ اس کو acknowledge کریں گے۔

جناب والا! آج کے زمانے میں آپ ہر وقت چیزیں چھپا نہیں سکتے ہیں تو you may fool some people some of the time, but you can't fool all the people all the time. Thank you very much sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ شاہ صاحب آپ دوبارہ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: جناب والا! میرا Point of Order ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: خیر سے Point of Order بجٹ اجلاس میں اور وہ بھی دوپہر کے بعد۔ جی بولیں۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین! طارق عظیم صاحب ہمارے پرانے کھلاڑی، مہربان، دوست ہر چیز ہیں۔ انہوں نے یہاں پر agricultural tax کا تذکرہ کیا ہے کہ کسی نہ کسی دن اس مقدس گائے کو ذبح کرنا پڑے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ ان کو بھی ان چند لوگوں کی طرح اندازہ نہ ہو کہ کاشتکار اس ملک میں کس کسمپرسی کی زندگی گزارتا ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ سوٹ بوٹ والے ہوتے ہیں، air-conditioned بنگلوں میں بیٹھ کر، air-conditioned ایوانوں میں بیٹھ کر اور air-conditioned studios میں بیٹھ کر information collect کرتے ہیں اور deliver کرتے ہیں۔ کہیں یہ حادثہ میرے اس دوست کے ساتھ تو پیش نہیں آیا؟ میں ان کو صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ مرغی کا انڈا جو سونے کا ہے وہ لیں، مرغی کو ذبح نہ ہونے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے۔ میں انشاء اللہ ابھی زمینداری کرنے جاؤں گا، جب بھی زمینداری کرنے جاتا ہوں تو رنگ جل جاتا ہے اور جب میں واپس آتا ہوں تو محترمہ کلثوم پروین کہتی ہیں کہ facial کروالیں کیونکہ آپ کا رنگ جل گیا ہے۔ ہماری حالت یہ ہوتی ہے، وہ تو جانتے نہیں ہیں، میڈم نے پہلے بھی میری بیوی کے سامنے یہ کہا، انہوں نے میرے ساتھ ایک ظلم یہ بھی کیا۔ اچھا, there are so many speakers ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب نہیں ہیں، بابر خان غوری صاحب نہیں ہیں، بادینی صاحب قیلولہ فرمانے چلے گئے ہیں، صفدر عباسی صاحب نہیں ہیں، اعظم سواتی بھی نہیں ہیں، بنگش صاحب بھی نہیں آئے۔ یہ نام میں اس لیے پکار رہا ہوں کہ اگر وہ ہوتے تو اچھا ہوتا۔ Sabir Baloch please take the floor.

سینیٹر صابر علی بلوچ: شکریہ جناب چیئرمین! I am thankful to you for giving me this opportunity. میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ یہاں پر بڑے experts and technocrats لوگ موجود ہیں۔ یہاں پر بڑی technical باتیں ہوئیں، کچھ لوگوں نے حق میں بات کی اور کچھ لوگوں نے مخالفت میں بات کی۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان آج جس معاشی، سیاسی اور سماجی تکالیف سے دوچار ہے ان کے پیچھے یقیناً کچھ واقعات ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی وجہ اس کی آمرانہ، عسکری طرز حکومت رہی ہے۔ پاکستان دولخت ہونے کے بعد، اس کی جو بھی وجوہات تھیں ایک منتخب وزیراعظم نے پاکستان کا بیڑا سنبھالا اور پاکستان کو ایک جمہوری، social, اسلامی اور ایک انتہائی مہذب قوم بنانے کی جدوجہد شروع کی۔ سب کو پتا ہے کہ East Pakistan جب آزاد ہوا تو ہندوستان کی فوج نے جو لڑائی لڑی اس میں اسے روس کا تعاون حاصل تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو farsightedness رکھنے والے leader تھے کہ انہوں نے سب سے پہلے روس کا دورہ کیا، صرف اس وجہ سے روس کا دورہ کیا کہ اب روس ہمیں اس نئے پاکستان کو بنانے میں مدد کرے اور پرانی رنجشیں بھول جائے۔ اس شخص اور اس کی leadership اس نظریہ کے ساتھ گئی تھی کہ وہ روس کی مداخلت کو بند کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے روس کے ساتھ steel mills لگانے کا باقاعدہ معاہدہ کیا۔

جناب والا!   سب کو پتا ہے جب پیپلز پارٹی کی حکومت 1977ء میں ختم کر دی گئی اس وقت سے سیاست دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک anti-Bhutto and another pro-Bhutto. پیپلز پارٹی کا روٹی، کپڑا اور مکان کا جو انقلابی منشور اور ایک liberal and democratic طرز حکومت اس ملک میں لانے کے لیے عزم تھا، anti-Bhutto نظریے کے حامل اس منشور کے مخالفین پر مشتمل تھے۔ انہوں نے PNA کے نام سے اتحاد بنایا اور اس اتحاد نے ملک کا جو حشر کیا اس کو آپ نے دیکھا۔ آج میرے کئی دوست صاحبان یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں جو اس وقت جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے ساتھ تھے۔ یہی جنرل ضیاء الحق صاحب تھے کہ جنہوں نے international media پر interview دیتے ہوئے کہا تھا کہ آئین بارہ صفحات کی ایک کتاب ہے اور میں جب بھی چاہوں اس کو پھاڑ دوں۔ بارہ سال تک وہ آئین کے صفحات کو پھاڑتا رہا۔

جناب والا!   میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زرداری صاحب اور وزیر اعظم گیلانی صاحب نے پاکستان اور خاص کر بلوچستان کے معاملے میں جس طریقے سے اپنی پالیسی بنائی ہے اور جس انداز سے انہوں نے اس چیز کو seriously لیا ہوا ہے۔   اس کے لیے میں اس بات پر حیران ہوں کہ جو حقیقی مسائل ہیں، ان کو صدر پاکستان سمجھتے ہیں، ان کو انہوں نے سمجھا ہے۔ جب وہ اس طرف گامزن ہیں تو یہاں پر پہلی دفعہ، نہ اس سے پہلے کسی منتخب صدر اور نہ کسی غیر منتخب صدر کے خلاف وہ پروپیگنڈا کیا گیا جو زہر اگلا گیا۔۔۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ ساتھ ساتھ ڈیموکریسی کہتے ہیں۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز کے درمیان ایک understanding تھی، knowing it میں نواز شریف صاحب کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن knowing it کہ جس طریقے سے یہاں پر آمروں کے پروردہ لوگ جس طریقے سے behave کر رہے ہیں، جس طریقے سے وہ آڑے آ رہے ہیں نواز شریف اور ان کی قیادت اور ان کے ساتھی یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی، یہ سب کچھ دیکھ بھی رہے ہیں لیکن انہوں نے کبھی کھل کر ساتھ نہیں دیا اور حیرت انگیز طریقے سے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔

جناب والا!   میں آپ سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی جناب زرداری کی قیادت میں آپ نے دیکھا کہ ہم نے محترمہ سے ایک چیز سیکھی ہے، ہم نے اپنے عظیم لیڈر سے ایک چیز سیکھی ہے کہ انہوں نے ہمیشہ tolerance کا درس دیا ہے، انہوں نے ہمیشہ رواداری کا درس دیا ہے اور انہوں نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ اکٹھے مل کر کام کرو۔ پہلے جناب بڑی leg pulling ہوتی تھی پیپلز پارٹی کی حکومت آتی تھی تو نواز شریف کی جماعت اور جب نواز شریف کی حکومت آتی تھی تو پیپلز پارٹی، لیکن پہلی دفعہ ایک consensus develop ہوا۔ پہلی دفعہ نواز شریف صاحب نے اور جناب زرداری صاحب نے، دونوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ جب تک political forces اکٹھی نہیں ہوں گی، جب تک سیاست کو مل جل کر، اکٹھے ہو کر برداشت اور رواداری کے ساتھ ایک جمہوری طریقے سے ہم نے اکٹھے نہ چلایا کیونکہ وہ بھی ڈسے ہوئے ہیں اور یہ بھی ڈسے ہوئے ہیں اور وہ لوگ کہ جو behind the curtain بیٹھے ہوئے ہیں وہ ابھی تک اپنا کھیل کھیل رہے ہیں لیکن   Charter of Democracy کا مطلب ہی یہ تھا کہ جو سازشیں ہو رہی ہیں وہ ان سازشوں میں نہ آئیں لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب لگتا ہے کہ کچھ دوریاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ کچھ

دوریاں، کچھ فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ اسحاق ڈار صاحب تشریف فرما ہیں وہ ان سازشوں کو سمجھتے ہیں اور ان چیزوں کو جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں اور ان چیزوں کو کیوں چاہتے ہیں۔ پاکستان کی دو بڑی جماعتیں ہیں، پاکستان کے دو بڑے لیڈر ہیں ان کو ایک دوسرے سے کیوں جدا کیا جا رہا ہے۔ اس چیز کو سمجھنا چاہیے اور ہم نے رواداری دکھائی ہے۔ جناب آصف زرداری صاحب نے پہلے دن سے آکر آپ دیکھیں کہ انہوں نے کتنی consensus develop کی کہ پنجاب میں مل کر نواز شریف کے ساتھ حکومت، صوبہ سرحد میں اے این پی کے ساتھ مل کر حکومت، سندھ میں ایم کیو ایم کے ساتھ حکومت اور اسلام آباد میں بھی انہوں نے پیشکش کی ہوئی ہے، یہاں پر بھی ایک کولیشن حکومت ہے تو اس سے بڑی broad based حکومت کہاں ہو سکتی ہے۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ قومی حکومت ہو، قومی حکومت کیا ہوتی ہے؟ قومی حکومت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ہر شخص کی involvement ہو، ہر پارٹی کی involvement ہو، یہاں تو ہر پارٹی کی involvement ہے۔ It is an open offer from the Prime Minister and the President کہ آئیں مل کر کام کریں۔ آپ نے کشکول توڑنے کی بات کی، کشکول آپ نے کہاں توڑا۔ آئی ایم ایف سے قرضہ لے کر آپنے ملک کو ایک ایسی جگہ پر پہنچا دیا کہ there is no point of return. You are on the brink of collapse. میں محترمہ کھر صاحبہ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے کن حالات میں، کن مجبوریوں میں، کن economic conditions میں اور کس طریقے سے اس بجٹ کو بنایا، اس کی بجائے آپ اس کو آپ کے اپنے کیے ہوئے پر کہ جس کا پھل آج اس حکومت کو مل رہا ہے۔ جناب والا! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ whenever Federal Government issues grants to the provinces, the Federal Government should also lay down the procedure for its use and should introduce a mechanism for check and balance to make sure the proper use of these funds specially in Balochistan. اس کے لیے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ سینیٹ کی ایک vigilance committee بنائی جائے جو جا کر check کر سکے کہ واقعی the funds given by the Federal Government are being utilized properly or not.

دوسری بات یہ ہے کہ keeping in view the law and order situation in Balochistan, a special grant should be given to the Balochistan police to increase the salaries of the Balochistan police to the level of Punjab Police and for strengthening law enforcing agencies of the province and building their capacity.

اب جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں بلوچستان میں پچھلے چار پانچ سال سے تیل اور گیس کی exploration بند ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے سوئی سے جو seventy per cent of the gas Balochistan used to supply to the rest of the country اب اس وقت بدقسمتی سے وہاں سے بائیس فیصد گیس کی سپلائی ہو رہی ہے باقی سندھ اور پنجاب سے گیس کی سپلائی ہو رہی ہے۔ وہاں سے

exploration کیوں نہیں ہو رہی اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اب لوگ بیچ میں آ رہے اور اس کے آڑے آ رہے ہیں۔ انہوں نے اس چیز کو دیکھا ہے کہ گیس وہاں سے نکال کر بھی ان کی ترقی کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ میری تجویز یہ ہے وہاں development کی جائے اور وہاں health care and education دینی چاہیے اور ان لوگوں کو confidence میں لے کر بتایا جائے کہ اب جو exploration ہو گی وہ آپ کے فائدے کے لیے ہو گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ thank you very much حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ محترمہ بے نظیر بھٹو income support programme ہے۔ اس کا پاکستان کے عوام کو تو فائدہ ہو گا ہی لیکن سب سے بڑا فائدہ پچاس لاکھ خاندانوں کو ہو رہا ہے اس میں بلوچستان کو بھی بہت بڑا فائدہ ہو گا۔

جناب والا! ایک تجویز یہ ہے کہ in order to make better the economic conditions of the people of Balochistan, to eliminate their sense of deprivation among them, it is strongly recommended that a special job quota should be fixed for the people of Balochistan in all Federal Government Divisions, Ministries and departments. Moreover, in order to boost their employment opportunities in the province, special consideration be accorded to the local people of Balochistan in the Gwader Deep Seaport.

تیسری بات یہ ہے میں اس بات پر حیران ہوں کہ اگلے دن وزارت خارجہ کے وزیر صاحب نے یہاں بتایا کہ کتنے سفراء بلوچستان سے ہیں، جناب والا! سوائے ایک امین اللہ انصاری صاحب کو چھوڑ کر not a single ambassador is from Balochistan لیکن انہوں نے یہاں بتایا کہ there are six ambassadors from Balochistan. I don’t know they came from where ان چیزوں کو بھی چیک کرنا چاہیے۔ جناب والا! میں اتنا کہہ کر آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ Thank you very much for giving me this opportunity. اب آخر میں آپ کا اور چیئرمین، فاروق نائیک صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بڑی بردباری سے ہمیں سنا، ہمیں برداشت کیا، کہ آپ لوگوں نے بڑی بردباری سے ہمیں سنا، ہمیں برداشت کیا، tolerate کیا۔ آپ کے patience کو میں سلام کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Thank you very much یہ برداشت اور toleration کی بات نہیں ہے ہم یہاں آپ لوگوں کی وجہ سے ہی بیٹھے ہیں۔ اللہ سے دعا کریں کہ ان کرسیوں پر بیٹھ کر ہمارا دماغ خراب نہ ہو۔ محترمہ کلثوم پروین. please take the floor آپ کو میں نے صبر کرایا لیکن صبر کا پھل میٹھا ہی ہوتا ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! جس طریقے سے آپ گزشتہ پانچ دن سے یہ ایوان چلا رہے ہیں اور تمام لوگوں کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں، میں سمجھتی ہوں کہ یہ بڑا appreciable ہے اور اس کے ساتھ سیکریٹریٹ کے ملازمین جس محنت اور جانفشانی سے دن رات بیٹھے ہیں ہمیں انہیں بھی appreciate کرنا چاہیے۔ جناب والا! میں

کرنل صاحب کی بات کو second کروں گی کہ جہاں وزرا کی غیر حاضری ہے وہاں ہمیں میڈیا سے بھی گلہ ہے۔ نہ صرف پرنٹ میڈیا بلکہ electronic media میں بھی جو کارروائی دکھائی جاتی ہے قومی اسمبلی کی تو کافی دیر تک مگر سینیٹ کا صرف ایک آدھ بندہ بولتا ہوا ایک چھوٹا سا پورشن دکھاتے ہیں اور اس کے بعد ساری کارروائی حذف ہوتی ہے۔ یہ kindly آپ کے knowledge کے لئے ہے۔ اگر آپ اس پر بھی تھوڑی سی توجہ دیں۔

جناب! میں محترمہ حنا ربانی کھر صاحبہ کو یہ appreciate کروں گی وہ اس لئے کہ as a خاتون جن بھاری بھرکم کتابوں کا انہوں نے بوجھ اٹھایا جو کہ ان کی اپنی ساخت سے بہت زیادہ تھا، میں سمجھتی ہوں کہ ایک عورت ہو کر جس طریقے سے انہوں نے deliver کیا یہ ان کو appreciate کرنے کے لئے ہیں۔ جناب! بات ہو رہی ہے بجٹ کی۔ بجٹ میں تو اتنی باتیں ہو چکی ہیں اور بالکل last میں ہمارا نام آیا ہے۔ بالکل حاجی عدیل صاحب کے الفاظ تھے کہ next Chief of Army Staff بھی کوئی خاتون ہو گی۔ ان کے منہ میں گھی شکر۔ خدا کرے کہ آئندہ ایسے بھی ہو کہ چیف آف آرمی سٹاف بھی عورت ہو، اس میں کیا مذائقہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ان کے اپنے گھر میں چیف آف آرمی سٹاف ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: ماشاءاللہ ڈار صاحب جیسے learning لوگ، ہارون خان اور جاوید علی شاہ جیسے پنجابی، سرائیکی، اردو اور تمام زبانوں پر عبور حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے طارق عظیم صاحب جو غلیلوں پر نشانہ لگاتے رہتے ہیں، کبھی کبھی ان کا نشانہ لگ بھی جاتا ہے۔ مگر چلیں، اب آخر میں جو بچا کچا ہے تھوڑا سا ہم بھی اس میں participate کر لیتے ہیں تاکہ پارٹی کی نمائندگی ہو اور یہ بھی پتا چلے کہ ہم اس House میں بیٹھ کر جو کچھ ہمیں deliver کرنا چاہیے تھا وہ بھی ہمیں کرنا چاہیے۔

جناب! بجٹ ایک میزانیہ ہوتا ہے پورے سال کا کہ کتنا خرچ کرو گے اور پیسہ کہاں سے آئے گا، کتنا balance ہو گا اور کتنا نقصان ہو گا؟ مگر جناب! میں اس سے آگے کی بات کروں گی۔ سب سے پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ ملک کی جو صورتحال ہے۔ جناب! اب تو یہ سن رہے ہیں کہ بلوچستان میں بھی آپریشن ہونے جا رہا ہے۔ آپ یقین جانیں کہ لوگوں میں بہت زیادہ کل سے یہ افواہ ہے کہ جو سکولوں کو 15 دن چھٹیاں ہو رہی ہیں وہ اب اڑھائی مہینے کی ہو رہی ہے۔ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید ان دو اڑھائی مہینے میں خدانخواستہ وہی آپریشن جو سوات اور بونیر میں ہو رہا ہے وہ کہیں بلوچستان میں شروع نہ ہو۔ میں نے کہا کہ نہیں ابھی تک تو کوئی ایسی چیز knowledge میں نہیں ہے۔ بلکہ کل میں صابر بلوچ صاحب اور میر لشکری رئیسانی صاحب کے ساتھ بھی بیٹھی تھی کہ اگر ایسی کوئی بات ہے تو گورنمنٹ کو چاہیے کہ ہمیں پہلے اعتماد میں لے اور خدانخواستہ اگر ہم بھی کوئی متاثرین بننے جا رہے ہیں تو پہلے ہم کہیں خیمے اور ٹینٹ کا بندوبست کر دیں۔

جناب! یہ بجٹ آپ سمجھ لیں کہ ایک crisis میں آیا ہے۔ 30 لاکھ IDPs: بجلی کا بحران، 20 گھنٹوں سے کراچی میں بجلی خراب رہتی ہے اور وہاں پر درجہ حرارت 46 ,45 کا ہوتا ہے۔ بلوچستان میں آپ کو پتا ہے کہ وائس پرنسپل کی بے گناہ شہادت اور ویسے ہی target killing کئی لوگوں کی ہوئی ہے۔ پورا ملک یہ سمجھیں کہ حالت جنگ میں

ہے۔ تو کیا اس جنگ میں ہم بجٹ بنائیں گے۔ کیا بجٹ دیں۔ IMF سے قرضے مانگنے کے لئے ہم ان کی کڑی شرائط مان رہے ہیں۔ Friends of Pakistan کی منت سماجت میں۔ کوئی کسر نہ صدر نے اور نہ Prime Minister نے چھوڑی ہے۔ اب وہ ہمیں کتنا دیتے ہیں؟ کیسے دیتے ہیں، کن شرائط پر دیتے ہیں، کب دیتے ہیں، پراجیکٹ کی صورت میں دیتے ہیں یا نقد دیتے ہیں۔ کیونکہ Friends سے ہم نے ادھار تو نہیں لینا ہے، انہوں نے تو ہمیں ویسے ہی دینا ہے۔ جس صورت میں مرضی دیں۔ میں آپ کو ایک مثال دیتی ہوں کہ جب کسی در پر کوئی فقیر جاتا ہے تو بعض لوگ اس کو اپنے گھر کا بچا کچا کھانا دے دیتے ہیں۔ بعض نقد بھی دے دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ جو اپنے پھٹے پرانے کپڑے دے دیتے ہیں۔ پتا نہیں کہ ہم کس پوزیشن میں ہیں اور کیسے مانگنے جا رہے ہیں اور کیا ملے گا؟ یہ جناب! Future کی باتیں ہیں اور خدا کرے کہ ہم اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی ملک سے اتنا کچھ generate کریں کہ یہ ہاتھ مانگنے والے نہیں بلکہ دینے والے ہوں۔

(اس موقع پر اراکین نے ڈیسک بجائے)

سینیٹر کلثوم پروین: جناب! میرا پاکستان آپ کا پاکستان۔ یہاں ابھی خالد سومرو صاحب فرما رہے تھے کہ قائداعظم بانی پاکستان کا مزار کراچی میں ہے۔ بڑے honour کی بات ہے، صحیح کہہ رہے ہیں مگر جناب میں بھی ایک یاد دہانی کرا دوں کہ جب آپ تشریف لائے بلوچستان تو لوگوں نے اپنی نوابیاں اور اپنی states آپ پر قربان کر دیں اور آپ کو سونے اور چاندی میں تولا۔ اس سے بڑا محب وطن پاکستانی کون ہوگا؟ وہ جو جذبہ تھا۔ اس دن آپ کی ڈنر میں آپ کی والدہ صاحبہ فرما رہی تھی کہ 1946 میں قائداعظم صاحب جب ٹرین میں جیکب آباد آئے تو ہم لوگ ان کا استقبال کرنے کے لئے گدھے گاڑیوں، خچروں اور پیدل روانہ ہوئے۔ مرد اور عورتیں سب۔ کون ہوگا اس سے زیادہ محبت کرنے والا پاکستان سے یا پاکستان کو بنانے والے سے۔ کوئی شک ہے ہماری محب وطنی میں۔ نہیں، جناب! ہم equal ہیں۔ کوئی شک نہیں ہونا چاہیے ہماری حب الوطنی میں۔ ہم بھی اتنے ہی محب وطن پاکستانی ہیں جتنا کوئی دوسرا دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ سب سے زیادہ محب الوطن بلوچستان ہے جس نے سب سے زیادہ اپنی states, اپنی سرداری اور اپنی نوابی ان کے قدموں میں دے دی کہ آپ جانے اور اب پاکستان جانے۔ ہاں! کچھ issues ہیں، کچھ حقوق ہیں جن کے لئے ہم لڑیں گے اور ہم بات کریں گے کیونکہ یہ ہمارے لوگوں کا ہے۔ ہم اپنا حصہ مانگ رہے ہیں۔ جناب! صوبہ پنجاب بڑا صوبہ ہے۔ ضرور اس کو اس کا حق ملے۔ وہ ترقی کرے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کا حصہ کم کیا جائے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم کو بھی ہمارا حصہ برابر جو سہ ملے۔ ہم بھی اس پاکستان کا آدھا حصہ ہیں۔ سومرو صاحب یہاں اپنے صوبے کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ میں ایک صوبے کی بات نہیں کر رہی ہوں میں پاکستانیوں کی بات کرتی ہوں۔ وہ پاکستان جن تحریکوں سے بنا تھا۔ وہ پاکستان جس نے جنم لیا تھا۔ اس کے پیچھے جو تحریکیں تھیں کیا یہ مقصد تھا کہ ہم چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں رہیں گے۔ سندھی، بلوچ، پنجابی اور پشتون، نہیں ایک ہی مقصد تھا کہ پاکستان ہے جہاں ہم سارے اکھٹے ہوں اور اس ایک جھنڈے کے لئے ہماری سوچ ایک ہو۔ مسلمانوں کو ایک الگ ملک ملے جہاں مسلمان، ہندو اور کافروں کے مظالم سے الگ ہو کر اپنی طبیعت کے مطابق اپنی گورنمنٹ قائم کرے۔ اس کو آزادی ہو اس

کی نماز میں، اس کو آزادی ہو اس کے قول و فعل میں۔ اس کو آزادی ہو کہ اس کو جمہوری حق ملے۔ بڑی مشکل سے انگریز کے منہ سے یہ نوالہ چھینا۔ جناب! سو سال پہلے کیا کوئی سوچ سکتا تھا کہ اس خطے پر ایک ملک ابھرے گا اور اس کا نام ہو گا "پاکستان"۔ نہیں، جناب! اس وقت کسی کی سوچ اور گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ایک ملک بن جائے گا جس کا نام ہو گا پاکستان۔ یہ تو معجزہ ہوا اور میرا رب جب معجزے کرتا ہے تو اس معجزے کو وہی قائم رکھے گا۔ میں اور آپ نہیں رکھ سکتے۔ ابھی تک ان جذبوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔

IDPs کے لئے آپ دیکھیں کہ گورنمنٹ نے زیادہ دیئے ہیں یا پرائیویٹ سیکٹر نے دیئے ہیں۔ عام لوگوں نے زیادہ دیئے ہیں یا غریب نے زیادہ دیئے ہیں۔ غریب نے تو اپنے گھر کا چولہا بھی اٹھا کر وہاں دے دیا۔ ہم مکہ میں انصار و مہاجرین کی بات کرتے ہیں۔ وہ تو نبی کریم ﷺ کا دور تھا۔ آپ کے آگے کون انصار انکار کرے گا۔ اب بھی مثالیں ملتی ہیں جناب۔ لوگوں نے اپنے پورے پورے گھران متاثرین کے حوالے کئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ خیموں میں کوئی 10, 20 فیصد متاثرین ہوں گے۔ باقی تو لوگوں نے اپنے گھروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ مہمان داری کہاں ہو گی۔ اس سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا ثبوت کہاں ہو گا۔ جناب! جذبہ اب بھی ہے۔ صرف تھوڑی سی leadership کی کمی ہے۔ اگر ہمیں ایک strong leadership مل جائے اور پاکستان کے عوام اور خاص طور پر مسلمانوں میں وہ ایمانی جذبہ ہے جو دنیا کی دوسری کسی قوم میں نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے اکٹھے ہونے میں، اس لئے تو ہمارے درمیان تفرقے ڈالے جا رہے ہیں کہ آپ بلوچستان کے ہیں، آپ سندھ کے ہیں، آپ پنجاب کے ہیں اور آپ سرحد کے ہیں تاکہ ہم ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں۔ ان کو پتا ہے کہ جب یہ اکٹھے ہو گئے تو پھر تو پوری دنیا ایک جھنڈے کے نیچے ہو جائے گی اور وہ ہوں گے مسلمان۔ انشاء اللہ یہ قیامت سے پہلے ہو گا۔ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ہم ایک نہیں ہوں گے اور اس نبی ﷺ کا کلمہ اکٹھا نہیں پڑھیں گے یہ وقت ضرور آئے گا۔ یہ قرآن میں لکھا ہے، میری بات نہیں ہے۔

جناب! میں اس کے بعد آؤں گی تھوڑی سی speech کی طرف۔ بہت شکریہ Prime Minister کا کہ انہوں نے خود ہی کاربن یعنی سی این جی پر جو ٹیکس لگایا تھا وہ ختم کر دیا۔ یہ بہت اچھی بات ہوئی بجائے اس کے کہ ہمیں کوئی point scoring ملتا، انہوں نے خود ہی ایک چیز realize کر دی کہ یہ چیز قوم کے لئے صحیح نہیں ہے۔ Environmental کے حوالے سے بھی اور غریب لوگوں پر مزید ٹیکس اور ٹیکس کے ذریعے اور بوجھ بڑھتا۔

جناب! ہمارے ہاں ایک بہت بڑا پروگرام چل رہا ہے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام۔ بہت اچھا پروگرام ہے۔ میں نہیں کہتی کہ یہ پروگرام بند ہو جائے مگر جناب! دوسری طرف ہم 70 ارب روپے خرچ اس مد میں لوگوں کو دے دیں گے ہزار، ہزار روپے کر کے۔ کیا ہم بنگلہ دیش کی طرح گرامین بنک والا کوئی سسٹم لاگو نہیں کر سکتے یا کوئی یونس خان کی طرح کوئی ہارون خان بھی یہاں پر آ جائے اور اس سسٹم کو آگے کرے۔ ہم لوگوں کو beggars بنانے کی بجائے، میں کہتی ہوں کہ یہ اچھی چیز ہے ختم نہیں ہونی چاہیے۔ مگر کیا ہم ہمیشہ کے لئے یہ نہیں کر سکتے کہ لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ جو لوگ آج صرف ہزار روپے کا انتظار کر رہے ہیں، ان کی اتنی آمدنی ہو کہ وہ پانچ اور چھ ہزار

روپے اپنی بھیڑ بکریوں سے، اپنے مویشیوں سے، اپنی مرغیوں سے، یہ جو چھوٹے businesses ہیں ان میں ہم ان کو develop کر سکیں۔ کر سکتے ہیں جناب۔ اب بھی وقت ہے ہمارے پاس۔ 70 ارب روپیہ بہت بڑی، amount ہے، اگر ہم گرامین بینک کی طرح، یونس خان صاحب جن کو نوبل انعام ملا ہے، ہم اس کو بھی پاکستان میں لاگو کر سکتے ہیں۔

جناب چیئر مین! دوسری طرف ایک اور مصیبت جس نے ہمیں گھیرا ہوا ہے، وہ کم بخت طالبان ہیں یا ظالمان ہیں، .we don't know کس مقصد سے آئے تھے یا کس مقصد سے بنائے گئے تھے، کون تھے یا کیسے تھے، میں فوج کو بھی salute کرتی ہوں کہ انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے دے کر اور اپنے پیچھے اپنی family, اپنے لوگ چھوڑ کر شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ بالکل ان کی تنخواہوں میں اضافہ ہونا چاہیے۔ ان کی تنخواہیں دگنی ہونی چاہئیں مگر ساتھ ساتھ جناب! جو غریب ملازمین ہیں، ان کے لیے 15% تنخواہ بہت کم ہے۔ میری اپنی رائے میں، ظاہر ہے حکومت پر بہت بوجھ ہے، حکومت اس وقت بہت سے crises سے گزر رہی ہے۔ کم سے کم جناب والا! گریڈ ایک سے لے کر گریڈ سولہ تک یہ اضافہ 25% سے 30% ہونا چاہیے اور بیشک آپ گریڈ 16 سے 15% above جو آپ نے بڑھائی ہے، وہ آپ انہیں دیں مگر جو غریب لوگ ہیں، کم تنخواہ پانے والے لوگ ہیں، جن کی صرف 400 روپے تنخواہ بڑھی ہے جبکہ مہنگائی چار ہزار روپے بڑھی ہے، وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ میری یہ suggestion ہے کہ اس کو 25% تک بڑھایا جائے۔

جناب والا! ہم بات کرتے ہیں agriculture کی۔ Agriculturists یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جاوید علی شاہ صاحب کا بھی بڑا اچھا point تھا۔ بلوچستان میں جو ہمارے علاقے ہیں جعفر آباد، نصیر آباد کے یہ زرعی علاقے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ یہاں ہمیں پانی کا share بہت کم مل رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جوپٹ فیڈر کا پانی انڈس سے آتا ہے، ہمارا حصہ اوپر ہے اور وہ حصہ نیچے ہے، اس لیے جب پانی اس طرف آتا ہے تو پانی بہت کم آتا ہے۔ لہذا ہمیں پانی کا بھی برابر کا share ملنا چاہیے۔ وہاں چاول اور کپاس کی بہترین فصلیں ہوتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کا نعرہ تھا، روٹی، کپڑا اور مکان۔ جناب! اس ملک میں آپ کپڑا اور روٹی تو بالکل دے سکتے ہیں۔ آپ کے ہاں اس مرتبہ بہترین چاول کی فصل ہوئی اور بہترین گندم کی فصل ہوئی ہے اور سب سے بہترین کپاس ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ اگر ہم ان پر subsidy ختم نہ کریں اور agriculture کو مزید facilitate کریں تو انشاء اللہ یہ دو چیزیں۔۔۔، مکان کی تو میں بات نہیں کرتی لیکن روٹی اور کپڑا ہم ضرور دے سکتے ہیں۔

جناب والا! اسی طریقے سے آگے چلتے ہیں، ہماری قوم پر جو taxes کا بوجھ ہے وہ اس لیے ہے کہ ہم IMF سے قرضے لے رہے ہیں تو ظاہر ہے ان کی کچھ شرائط بھی ہیں اور ان کی بڑی کڑی شرائط ہیں۔ ان کو شاید ہم پر اعتماد نہیں ہے۔ میں موجودہ حکومت کی بات نہیں کرتی، نہ ابھی کی اور نہ پہلے کی حکومت کی، پاکستان کو بنے تقریباً 60 سال ہو گئے ہیں، ان 60 سالوں میں جو پالیسیاں بنی تھیں وہ شاید ہم لوگوں نے اتنی اچھی نہیں بنائیں کہ ہمارا ملک ترقی کرتا بلکہ دن بہ دن قرضوں میں جکڑتا چلا گیا۔ جناب والا! ہم مثال دیتے ہیں کہ ہمیں محنت کرنی چاہیے، چین ہمارے پڑوس میں ہے، آپ نے دیکھا کہ جب ان کو ضرورت تھی تو تمام لوگ سائیکل پر سفر کرتے تھے۔ China Cycle مشہور تھی۔ چو این

لائی خود اپنے گھر سے دفتر تک سائیکل پر جاتا تھا۔ اس نے ایک مثال قائم کی۔ آج انہوں نے ترقی کر لی ہے۔ آج ان کی صنعت پوری دنیا میں چھا گئی ہے۔ کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں ان کی products نہ ہوں۔ اس لیے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو نہیں بلکہ قوم کو رکھا، ملک کو رکھا، nation کو بچایا اور آج امریکہ جیسا ترقی یافتہ ملک بھی bank defaulter ہو رہا ہے۔ اوباما جیسا بندہ بھی اقتدار میں آنے کے بعد اس وقت سوچ رہا ہے، کس طریقے سے لوگ اپنے مکانات، دکانیں اور گاڑیاں سڑک پر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ وہ bank defaulters ہیں، انہوں نے بینکوں کے پیسے دینے ہیں۔ اب وہ چین کی copy کرنے جا رہا ہے۔ چین ہمارے پڑوس میں ہے، ہمیں محنت اور حب الوطنی ان لوگوں سے سیکھنی چاہیے۔

جناب والا! اب میں NFC کی بات کروں گی۔ جناب والا! انڈیا میں پندرہواں NFC Award ہو رہا ہے یعنی اگر تخمینہ لگائیں تو 65 سالوں میں وہی 15 بنتے ہیں۔ یعنی ہر پانچ سال کے بعد ان کا Award ہوا۔ ہمارے خیال میں یہ تیسرا ہو گا خوش قسمتی سے اگر ہوا تو۔ کیا بات ہے کہ ہم ہر چیز کو دیر سے apply کرتے ہیں۔ جناب والا! میں کہوں گی کہ اس NFC Award میں، ٹھیک ہے پنجاب کو population کے حساب سے دو، سندھ کو revenue کے حساب سے دو، NWFP کو اس کی بجلی پر دو اور بلوچستان کو اس کے رقبہ اور غربت کے حساب سے دو۔ جب وفاق کی ساری اکائیاں ملتی ہیں تو پھر equal share ہوتا ہے۔ جناب ہمارے صوبے میں تو 53–1952 سے گیس نکلی ہوئی ہے تو اس کا حساب ہمیں کون دے گا؟ اگر آج اس کا share کم رہ گیا ہے تو ظاہر ہے وہ 60 سالوں سے استعمال ہو رہی ہے، لازمی بات ہے کہ اتنی زیادہ مقدار میں گیس نکل گئی ہے جو کہ مری تک پہنچ گئی ہے، مگر بلوچستان میں میرے خیال میں صرف دس ضلعوں میں اب تک گیس آئی ہے۔ آپ کے ہنا، اڑک میں جو کوئٹہ شہر سے hardly آدھے گھنٹے کے فاصلے پر ہے، وہاں بھی ابھی تک صرف ہنا میں آئی ہے مگر اڑک میں نہیں آئی۔ آپ بات کرتے ہیں حقوق کی، سب سے پہلے تو حق ہمارے گھر سے شروع ہونا چاہیے کہ جو ہماری royalty ہے، جس چیز پر ہمارا حق ہے، وہ تو سب سے پہلے ہمیں ملنی چاہیے۔ اگر یہ NFC Award دیا جاتا ہے، جیسا کے انہوں نے surety دلائی ہے کہ تین ماہ بعد یہ ہو جائے گا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ per person per area ہمارا ایک بندہ کتنے square area میں آتا ہے۔ پنجاب میں جناب! اگر بجلی کے pole لگتے ہیں تو وہ دس ہزار میں ایک لگتا ہے لیکن اگر آپ اپنے علاقے کو لے لیں، کچی سے بولان لے لیں تو آپ کا دس لاکھ میں ایک pole لگے گا۔ ہمارے ہاں اتنا زیادہ فاصلہ ہے ایک دوسرے سے۔ وہ بھی اس میں دیکھنا چاہیے۔ ہماری جو گیس کی royalty بنتی ہے وہ جس وقت سے نکلی ہے اس وقت سے ہمیں ادائیگی ہونی چاہیے۔

جناب والا! تیسرا سب سے بڑا بلوچستان میں ایشو اس وقت قوم کے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔ ہمارے ہاں اب لوگ ان committees پر یقین نہیں رکھتے کہ آج رضا ربانی صاحب کی کمیٹی بنی، کل مشاہد حسین کی کمیٹی تھی پرسوں کوئی اور کمیٹی بنے گی۔ اب کچھ کر گزرنے کا وقت ہے، اب وقت ہے کہ آپ کچھ کر گزریں۔ آپ ان کو اعتماد میں لے لیں، ان سے بات کر لیں، جو بچے پہاڑوں پر چلے گئے ہیں انہیں بلائیں، ان کو نوکریاں دیں۔ کل پینسٹھ لاکھ کی آبادی

ہے، میرے خیال میں ملتان کی آبادی ہم سے زیادہ ہے، پورے بلوچستان سے۔ کتنے لوگ ہیں پینسٹھ لاکھ لوگ ہیں کوئی اتنی بڑی آبادی نہیں ہے جس کو آپ کو satisfy کرنا ہے۔ میں یہاں پر دیکھ رہی تھی کہ صاف پانی کے لیے، ہمارے پاس تو پینے کا پانی نہیں ہے ہم صاف پانی کی بات تو بعد میں کریں گے۔ پشتون بیلٹ میں اور بلوچ بیلٹ میں ابھی تک لوگ مشکوں پر پانی لاتے ہیں اور وہ بڑی مشکیں گدھے پر رکھ کر لاتے ہیں۔ ہم تو صاف پانی کی بعد میں بات کریں گے پہلے تو ہم پینے کے پانی کی بات کریں گے کہ ہمارے تمام علاقوں میں پینے کا پانی مہیا کیا جائے۔ آج ہم کہتے ہیں کہ کراچی شہر میں بجلی نہیں تھی، تمام شہر سڑکوں پر نکل آیا اور ممبئی بن گیا۔ ہمارے ہاں تیس فیصد علاقہ ایسا ہے جہاں پر بجلی ہے ہی نہیں۔ پہلے توان کو بجلی دیں اور پھر دیکھیں گے کہ کتنے گھنٹوں کے لیے ملتی ہے۔

جناب والا! یہ وہ بنیادی ضروریات ہیں جن میں برابری کی بنیاد پر لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا وقت آئے کہ جب یہ بات آپ لوگوں سے نکل جائے اور پھر کسی بھی سطح پر آپ کی بات نہ مانی جائے۔ اب وہاں پر کوئی بھی target killing ہوتی ہے تو وہ action کا reaction ہوتا ہے۔ اب وہ کون reaction کرتا ہے! کیسے کرتا ہے! کس طریقے سے ہوتا ہے! یہ ایک علیحدہ story ہے۔ اگر آپ نے ان تمام چیزوں کو بروقت، جیسے ابھی میرے فاضل ممبر فرما رہے تھے کہ جب آپ چیئر کرتے ہیں تو آپ بلوچستان کی بات سنتے ہی نہیں؟ آپ سب کو برابر لیتے ہیں اور بڑے پیار محبت سے پورے ہاؤس کی رائے لیتے ہیں۔ جناب والا! چونکہ یہ مسئلہ بہت عرصے سے pending ہے۔ پانچ چھ سال سے تو ہم چلاتے رہے ہیں، بلوچستان، بلوچستان اس مسئلے کو حل کریں وہی فریاد کرتے ہوئے اب ساتواں سال ہے۔ جناب والا! جتنا جلدی ہو سکے اس کو take up کریں اس مسئلے کو حل کریں۔

جناب والا! انہوں نے کہا کہ تھر کا کول، چملان کا کول آپ یہ دیکھیں کہ انڈونیشیا کے کول سے ہمارا کول زیادہ بہتر ہے۔ چملان کے کول میں sulphur 2- ہے، تھر کے کول میں sulphur 3- ہے جناب یہی کول آپ کی سیمنٹ اور سٹیل انڈسٹری میں استعمال ہوتا ہے ہم کول انڈونیشیا سے منگواتے ہیں اس پر ہم دس فیصد ڈیوٹی لیتے ہیں۔ اب افسوس کی بات سناؤں جو ہم لوکل کول لیتے ہیں اس پر سولہ فیصد ڈیوٹی لیتے ہیں۔ جناب والا! یہ بات توجہ طلب ہے یہ ہمارے صوبے کی ایسی معدنیات ہیں جن سے پاکستان locally import and export کر سکتا ہے۔

جناب والا! میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک suggestion کے ساتھ کہ اے اللہ ہمیں پاکستان میں عزت اور استحکام دے۔ ہم سب لوگوں کو آپس میں ملنے کی توفیق دے۔ ہم وہی پاکستان چاہتے ہیں جو پاکستان 1947 میں بنا تھا۔ وہی جذبہ چاہتے ہیں، ہم وہی پاکستان چاہتے ہیں جب ہم سب اکٹھے تھے۔ ہم میں نفرتیں نہیں تھیں، ہم میں محبتیں تھیں۔ آج ہمارے درمیان وہی محبت قائم ہو۔ انشاء اللہ یہ پاکستان قائم و دائم رہے گا۔

جناب قائم مقام چیئر مین: جی نذر گوندل صاحب وفاقی وزیر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب نذر محمد گوندل (وفاقی وزیر برائے خوراک و زراعت) : شکریہ جناب چیئر مین! میں آپ کی اجازت سے کوئی بے نظیر انکم سپورٹ کے بارے میں کوئی confusion ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں clear کرنا چاہتا ہوں۔ بہت زیادہ تجاویز اور proposals آتی ہیں کہ کوئی institution مقرر کر دیا جائے، ستر ارب روپے بڑی خطیر

رقم ہے۔ میں جناب چیئرمین! اس کی تھوڑی explanation کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کی انکم تین ہزار اور چار ہزار سے بھی کم ہے۔ جس خاندان کی انکم تین چار ہزار روپے سے بھی کم ہو، اس میں اگر ہم ایک ہزار روپیہ فی مہینہ induct کرتے ہیں تو ان کی پچیس سے تیس فیصد انکم بڑھ جاتی ہے جس سے وہ خاندان اپنے گھر کا گزارا کر سکتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن بیچاروں کے پاس نہ تعلیم ہے، نہ ان کے پاس کوئی ذرائع ہیں کہ وہ کسی ادارے میں جا کر نوکری کر سکیں یا بھرتی ہو سکیں۔ ایک اور بات بھی میرے سننے میں آئی ہے کہ یہ قوم کو beggar بنا رہے ہیں اور پچاس لاکھ لوگ beggar ہو جائیں گے۔ جناب چیئرمین! اس میں آگے چل کر ایک health insurance کی پالیسی دے رہے ہیں جس میں ہر خاندان کو پچیس ہزار روپے health insurance کے حوالے سے دیے جائیں گے۔ اس پر بھی ہم نے اختتام نہیں کیا بلکہ ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ اس پروگرام کو اتنا transparent بنا دیں اور آپ نے دیکھا ہوگا۔ ہم نے پورے ملک میں اور ہر اس constituency میں even سردار فاروق احمد خان لغاری کو بھی ہم نے یہ کارڈ دیئے ہیں کہ جا کر غریب لوگوں کو تقسیم کرو اور بے نظیر کے نام پر کرو۔ جناب والا! آگے ہم اسی فیملی سے، یہ جو ہمارے ڈیٹا پر آ رہی ہیں، اسی سے ہم ایک ورکر کو skilled labour دیں گے اور جب وہ skilled labour حاصل کر چکے گا تو پھر ہم ان کی proposal پر انشاء اللہ تعالیٰ ایک پروگرام کے ذریعے، جب وہ skilled labour ہو گا تو اس کو بہتر نوکری بھی مل سکے گی۔ بیرون ملک جانے کے بھی chances ہونگے۔ یہ ایک ایسا پروگرام ہے جو محترمہ بے نظیر بھٹو کا vision تھا کہ غریبوں کو آپ نے کس طریقے سے promote کرنا ہے اور ان کو safe کرنا ہے۔ یہ کوئی خدانخواستہ ستر بلین ایسا نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو ہر مہینے ہزار روپیہ دے رہے ہیں کہ جا کر وہ سگریٹ لے لیں۔

جناب والا! اس میں جو دوسری بڑی خوبصورتی ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک کی خواتین، جو یہاں پر ابھی point out ہوا کہ 52% or 51 خواتین ہیں، ہم نے 52% میں سے یہ کارڈ ہم نے خواتین کے نام پر issue کیا ہے تاکہ ان میں کچھ awareness ہو اور ان کا اعتماد ہو اور جو ہمارے روایتی male dominating society کا جو concept ہے اس پر بھی، جب لیڈیز کے پاس پیسے ہونگے تو میرے خیال میں اس کے گھر میں balance بہتر رہے گا۔ اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس سکیم کا positively معائنہ کر سکیں جس طریقے سے میں نے explanation دی ہے تو یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس سے بہتر اس ملک میں نہ کوئی پہلے پروگرام چلا ہے اور نہ ہی اس سے بہتر ہو سکتا ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سید ظفر علی شاہ، وہ بھی نہیں ہیں، سردار جمال خان لغاری بھی نہیں ہیں، شیر الہ ملک صاحبہ ہیں اس کے بعد طلحٰہ محمود صاحب۔ میں نے جہانگیر بدر صاحب کو جان بوجھ کر روکا ہوا ہے۔ اگر کوئی اور بولے گا تو پھر آپ تیاری کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ آپ سیکرٹری جنرل پیپلز پارٹی بھی ہیں اس لحاظ سے میں نے آپ کو روکا ہوا ہے۔

سینیٹر شیر الہ ملک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معزز چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے مجھے بجٹ کے موضوع پر بولنے کا موقع دیا لیکن میں اس معزز ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گی کیونکہ مجھے اندازہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنی باری کے منتظر ہیں۔ میں اپنے main subject کی طرف آتی ہوں کہ اس سال کا بجٹ

کافی مشکل حالات میں پیش کیا گیا ہے۔ بہت زیادہ مسائل ہمیں پہلی حکومت سے ورثہ میں ملے ہیں۔یہ بجٹ بد قسمتی سے عوام کی امیدوں کے مطابق نہیں ہے۔ چونکہ اس میں غریب عوام کو کوئی خاص ریلیف نہیں ملا ہے۔ جو غیر ضروری اخراجات ہیں ان میں بھی کمی نہیں کی گئی۔ جو قرضہ باہر سے آنا ہے اس سے زیادہ امیدیں رکھی گئی ہیں،فرینڈز آف پاکستان اگر وہاں سے نہیں ملتا تو پھر آئی ایم ایف کی طرف توجہ دی گئی ہے اس لحاظ سے یہ امیدوں پر زیادہ ہے اور حقیقت پر کم ہے۔ لہٰذا بجٹ کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اخراجات زیادہ ہیں اور revenue generation کم ہے اور یہ آنے والے سال میں تکلیف دہ ثابت ہو گا۔ کچھ ایسے فوری اقدامات ہیں جن پر نظر ڈالنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان میں سب سے پہلے یہ کہ تنخواہیں وصول کرنے والے تمام سرکاری ملازمین جن میں ملٹری اور سول دونوں شامل ہیں حکومت کی طرف increase propose 15% کی گئی ہے۔ گریڈ ایک سے سولہ تک کے ملازمین کی تنخواہوں میں اگر تیس فیصد کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ گریڈ سترہ سے اوپر اگر بیس فیصد بڑھایا جائے تو زیادہ اچھا ہو گا کیونکہ ایک سے سولہ تک کے ملازمین مہنگائی کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ان کو کچھ سہولت مل جائے گی اور جو ریٹائرڈ لوگ ہیں وہ بھی اپنا گزر بسر اچھی طرح سے کر سکیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ انکم ٹیکس کی سطح وسیع کرنے کے لیے تمام زرعی اثاثوں پر ٹیکس لگایا جائے۔ امیر اور طاقت ور جاگیر دار اور زمینداروں کو ٹیکس کی حدود میں لایا جائے۔ زرعی آمدنی کو ٹیکس نیٹ ورک میں شامل کیا جائے تاکہ دیہی اور شہری بنیادوں پر برابری بڑھتی جائے۔ اس کے بعد میں ایک اہم محکمے تعلیم کی طرف teaching کے حوالے سے آؤں گی۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو مرد اور عورت دونوں کے لیے بہتر بھی معتبر بھی سمجھا جاتا ہے اس لیے پورے ملک میں اساتذہ کی تنخواہوں میں مناسب اضافہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی قابلیت سے شاگردوں کو مستفید کر سکیں اور معاشرے کی اچھی پڑھی لکھی قوم تیار کرنے میں کامیاب ہوں اور خود بھی باعزت اور باوقار زندگی گزار سکیں۔ روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ غیر پیشہ ور لوگوں کی تنخواہیں چھ ہزار سے بڑھا کر دس ہزار روپے ماہانہ کی جائیں تاکہ وہ اس مہنگائی کے دور میں اپنا گزارا کر سکیں۔ تعلیم کے حوالے سے بجٹ 2.3% allocation کی گئی ہے وہ 31.6 ارب ہے جو کہ بہت کم ہے۔ اس کو بڑھا کر اگر پچاس ارب کر دیں تو بہت اچھا ہو گا اور میرے خیال میں اتنا ہونا چاہیے۔ تعلیم کے شعبے کو شروع سے بہت نظر انداز کیا گیا ہے اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس لیے تعلیم کے لیے جی ڈی پی 4% مقرر کی جائے کیونکہ ہمارا معاشرہ پہلے ہی پسماندہ ہے۔ ہمیں شرح خواندگی کو جلد از جلد زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! اسی طرح سے صحت کا شعبہ بھی بہت توجہ کا طالب ہے۔ صحت کے شعبے کے لیے 23.5 ارب مختص کئے گئے ہیں جو کہ جی ڈی پی کا 0.7% رکھا گیا ہے۔ اس پر بھی بہت زیادہ سنجیدگی کے ساتھ نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے۔ صحت مند قوم ہی مضبوط، تندرست اور خوشحالی کی ضامن ہوتی ہے لہٰذا صحت کے لیے چالیس ارب مختص کئے جائیں تاکہ ملک کے غریب طبقے کو، صحت کی بہتر سہولت میسر ہو سکے۔ اس لیے یہ تخصیص چار فیصد سے بڑھا کر جی ڈی پی کا پانچ فیصد ہونا چاہیے۔ سرکاری ہسپتالوں میں بری حالت ہے تمام بڑے لوگوں کو تو وہاں پر جانے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن مجھے

اپنی پارٹی کی سلور جوبلی کے موقع پر دو تین ہسپتالوں میں جانے کا موقع ملا۔ جس کو میں آپ لوگوں کے ساتھ share کرنا چاہوں گی۔ ہسپتال ہم لوگوں نے visit کیئے۔ سلور جوبلی کے موقع پر ہم اپنی بیمار ساتھیوں کو بھی اپنے خوشی میں ساتھ رکھتے ہیں اس میں ہم نے وہاں جاکر ان لوگوں کی دلجوئی بھی کی اور وہاں کا نظام بھی دیکھا اور مریضوں کی حالت بھی دیکھی۔ مجھے وہاں جاکر بہت تکلیف ہوئی جبکہ میں نے دیکھا کہ ایک دل کے ہسپتال میں مریض corridor میں لیٹے ہوئے ہیں کیونکہ وہاں پر کمروں کی شدید کمی تھی۔ جہاں دل کے ہسپتال کی یہ حالت ہو تو سمجھ لیں پھر دوسرے ہسپتالوں کی کیا حالت ہوگی۔ اس لحاظ سے جہاں شدید مسائل ہوں صحت کے حوالے سے تو ملک میں سب سے زیادہ ضرورت تو میرے خیال میں دو چیزوں یعنی تعلیم اور صحت کی ہے جو بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ میں چاہوں گی کہ اس پر بہت زیادہ توجہ دی جائے۔ آپ کے توسط سے اسے میں آگے بڑھانا چاہوں گی۔ وہاں کی انتظامیہ نے بھی مجھ سے گزارش کی تھی کہ اس سلسلے میں ہمارے پرابلم ایوانوں میں بتائے جائیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ اس لیے ہمیں ان کے حل کی طرف کافی توجہ دینا ہوگی۔ جس قوم کی ذہنی اور جسمانی صحت ہی ٹھیک نہیں ہوگی وہ آگے کیسے ترقی کرے گی۔ اس کے علاوہ دیہی علاقوں میں بھی اسی طرح توجہ دینی ہوگی۔

اب micro finance کی طرف آتے ہیں۔ اس پر بھی نظر ڈالیں۔ چھوٹے پیمانوں پر دیئے جانے والے قرض لینے والوں کی تعداد تین لاکھ کی بجائے دس لاکھ ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا کیونکہ چھوٹے قرض لینے والے ملک کا اہم ستون ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کی حد کو بڑھایا جائے۔ بے نظیر انکم سپورٹ کے حوالے سے ابھی بات کی گئی تو میری ساتھی نے اس پر کچھ اور مشورہ دیا لیکن میں بھی اس کی حمایت کروں گی کہ چونکہ یہ سکیم گھریلو خواتین کے لیے بنائی گئی ہے تو یہ ایک بہت اچھی سکیم ہے اور اس کو اگر ہزار روپے سے بڑھا کر تین ہزار کر دیا جائے تو شاید زیادہ بہتر ہوگا۔

اس کے بعد ہم ایک بہت ہی اہم issue کی طرف آتے ہیں جو بجلی کا ہے۔ بجلی کے حوالے سے KESC کو دی گئی چھوٹ کو بحال کیا جائے۔ بجلی کے بلوں پر ودہولڈنگ ٹیکس ختم کیا جائے۔ پورے شہر میں بجلی کا بحران ہے لیکن بل اسی طرح بغیر کسی کمی بیشی کے آتے ہیں اور وقت پر جمع بھی کرانے ہوتے ہیں۔ اگر نہ جمع کرائیں تو پھر بجلی کٹ جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے اور اس فکر میں بھی انسان پریشان رہتا ہے۔ عوام اس کی وجہ سے کس قدر پریشان ہیں اس کا اندازہ ہم یہاں بیٹھ کر نہیں لگا سکتے۔ بوڑھے، بچے، بیمار ہسپتالوں میں پریشان حال بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ میں بنکوں کی طرف آؤں گی اور بنکوں میں اکاؤنٹ کھولنے میں اور بجلی کے کنکشن کے لیے دی جانے والی درخواستوں کے ساتھ این ٹی ایم نمبر کی شرط بھی ختم کی جائے جو لگا دی گئی ہے۔ عوامی خدمات والے شعبوں پر 10% withholding tax واپس لیا جائے۔ قومی بچت کی تمام سکیموں کے سرٹیفیکیٹ پر سے 10% withholding tax واپس لیا جائے اور جنرل سیلز ٹیکس مرکز سے صوبوں کو دیا جائے۔ تمام اشیائے خوردنی سے جنرل سیلز ٹیکس ختم کیا جائے۔ KESC کا معاہدہ ختم کیا جائے اور اس کی نجکاری کو ختم کر کے کراچی سٹی حکومت کے حوالے کیا

جائے۔ مارک اپ کی شرح کو single digit پر لایا جائے تاکہ بنک مقامی صنعتوں کو کم شرح سود پر قرضہ فراہم کر سکیں۔

اس کے علاوہ جیسا کہ پی ایم نے اپنے سو دن مکمل ہونے پر اپنی تقریر میں وعدہ کیا تھا کہ concurrent list کو فوراً ختم کیا جائے گا جیسا کہ اتحادی حکومت نے میثاق جمہوریت میں اعلان کیا ہے۔ صوبائی خود مختاری کا اعلان کیا جائے کیونکہ صوبے مضبوط ہوں گے تو ملک بھی مضبوط ہو گا تو ہمارے پیارے وطن کو مضبوط کیا جائے۔

اب میں این ایف سی ایوارڈ کی طرف آؤں گی کہ این ایف سی ایوارڈ دستور کے آرٹیکل 160 کے تحت legalize کرنے کی ضرورت ہے تاکہ چھوٹے صوبوں کی خواہشات کے مطابق بنایا جائے کیونکہ سندھ ہی سب سے زیادہ revenue ادا کرتا ہے اس لیے عدل اور انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا حق ملنا چاہیے۔

اب میں سولر نیوکلیر، کول اور ونڈ انرجی کا کہوں گی کہ اس کو بھی شروع کیا جائے۔ بجلی کے بلوں میں اضافہ نہ کیا جائے۔ اس لیے توانائی کے شعبوں میں چھوٹ کو اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک بجلی پیدا کرنے کے نظام میں بہتری پیدا نہیں ہو جاتی۔ غریب اور درمیانے طبقے کے لوگوں کے لیے سرکاری زمین سے کم لاگت کے مکانات تعمیر کیے جائیں اور لینڈ مافیا جو کہ آج کل بہت بڑی لعنت ہو گئی ہے ہمارے لیے۔ انہوں نے زمین غیر قانونی طور پر اپنے قبضے میں لی ہوئی ہے اس کو سرکار کے ذریعے ضبط کیا جائے اور ان پر کم لاگت کے مکانات تعمیر کیے جائیں۔

مجھے امید ہے کہ پیپلز پارٹی حکومت کے coalition partners جمہوری پارٹیاں جیسا کہ میری پارٹی غریب اور متوسط طبقے کی نمائندگی کرتی ہے ضرور ضرور میری تجاویز پر اور باقی جن معزز سینیٹروں نے کہا ہے اس پر غور کرے گی اور ملک کے وسیع تر مفاد کے لیے اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے گی۔ اسی دعا کے ساتھ میں اپنی اس تقریر کو wind up کروں گی کہ

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے

اور اللہ تعالیٰ آئندہ ہمیں اس سے بہتر، عوام کی امنگوں اور امیدوں کے مطابق کام کرنے اور ان پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر طلحہ محمود صاحب، Please take the floor.

سینیٹر محمد طلحہ محمود آریان: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! اس محترم ایوان جو اس وقت بجٹ 2009ء کے حوالے سے بحث کر رہا ہے آپ نے مجھے موقع فراہم کیا۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین! حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، چہرے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ لوگ نئے نئے آتے رہتے ہیں لیکن ہمارے عوام اس کی وہی پوزیشن ہے بلکہ بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اور جن حالات سے وہ گزر رہے ہیں وہ بتانے کے قابل نہیں ہیں ہمارے عوام اس وقت جس situation میں مبتلا ہیں۔ ہر بجٹ آتا ہے اور اس خیال سے آتا ہے کہ اس بجٹ کے بعد ایک اچھی زندگی ملے گی، اچھی شرح عات ملیں گی، معاشیات میں ترقی ہو گی لیکن میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ

کہنا چاہوں گا کہ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ ہمیشہ یہی سمجھا جاتا ہے اور ہر حکومت کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ مہنگائی ختم کرے گی۔ عوام کو بنیادی سہولتیں دے گی۔ صاف پانی کی فراہمی کرے گی۔ علاج کی سہولتیں دے گی لیکن end پر ان کو کچھ نہیں ملتا۔ دو وقت کی روٹی بھی ان کے لیے مشکل ہے۔

جناب چیئرمین! ہم نے اپنے عوام کو کیا دیا ہے؟ ہم نے اپنے عوام کو بھوک دی ہے، افلاس، غربت، بے روزگاری، دکھ، تکلیف، پینے کے لیے گندہ پانی۔ ہمارے لوگوں کو بنیادی حقوق نہیں مل رہے ہیں۔ ان کو تعلیم کی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ ان کے پاس health کی سہولتیں نہیں ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمارے پاس پنکھا ہے بجلی نہیں ہے۔ چولھے ہیں گیس نہیں ہے نلکے ہیں پانی نہیں ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے پاس یہ چیزیں نہیں ہیں تو یہ غلط ہوگا۔ ہمارے پاس یہ ساری چیزیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ بجلی بنانے کے لیے ہمارے پاس پانی کی کمی نہیں ہے۔ بجلی بنانے کے لیے ہمارے پاس کوئلے کی کمی نہیں ہے۔ بجلی بنانے کے لیے ہمارے پاس سولر کی کمی نہیں ہے۔ بجلی بنانے کے لیے ہمارے پاس wind کی کمی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے پاس بجلی نہیں ہے۔ آپ گیس کی بات کرتے ہیں تو گیس کے ہمارے ذخائر ہیں لیکن گیس موجود نہیں ہے کیونکہ صحیح exploration نہیں ہو رہی۔

جناب چیئرمین! ہم نے باسٹھ سالوں میں صرف blame game کی ہے کہ پچھلی حکومت کا ورثہ، جو بھی نئی حکومت آتی ہے وہ یہی کہتی ہے۔ ہماری یہ جو حکومت آئی ہے اس کو ایک سال ہوا ہے لیکن اب ہمیں اس جملے کو بھول جانا چاہیے بلکہ اس جملے کو ہٹا کر اپنے عوام کی بہتری کے لیے ہمیں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے یہ ہماری قوم ہے، ہماری nation ہے۔ یہ ہمارا ملک ہے۔ اس کی بہتری کے لیے ہم فیصلے کریں۔ ہمارے پاس صرف ایک چیز کی کمی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے فیصلے ٹھیک نہیں ہیں۔

اگر ہم صحیح فیصلے کر لیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس جو resources ہیں ان resources کو ہم صحیح استعمال کرنے کی پوزیشن میں آ جائیں گے۔ جناب چیئرمین! ہمارے پاس معدنیات کی کمی نہیں ہے، ہمارے پاس بے تحاشا وسائل ہیں، خوبصورت علاقے ہیں، ماربل کے پہاڑ ہیں، ہماری ٹیکسٹائل انڈسٹری ساری دنیا میں مشہور ہے۔ ہمارے پاس sports industries ہیں ہمارے پاس leather industries ہیں ہمارے پاس pharmaceutical industries ہیں، ہمارے پاس surgical industries ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس ایک بہت بڑا ورثہ ہے اور اس ورثے کی موجودگی میں بھی اگر ہم بھوک و افلاس میں مبتلا ہیں تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو nation کے حوالے سے بنانا ہوگا اپنی policies کو ٹھیک کرنا ہوگا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبوں کو rights ملنے چاہیئیں۔ بلوچستان ہو، چاہے فرنٹیئر ہو، چاہے سندھ ہو یا یہ Tribal areas ہو میں یہ بھی کہتا ہوں کہ صوبے نہیں بلکہ District level پر حکومتیں بنا دی جائیں۔ آپ صرف چار صوبوں کی بات کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس کے 82 صوبے بنا دیں لیکن ملک کو ترقی ملنی چاہیے۔ ہم 62 سال سے لڑ رہے ہیں کہ اس صوبے نے یہ کیا اس صوبے نے ویسا کیا، اس صوبے کے ساتھ یہ زیادتی ہوئی اس صوبے کے ساتھ وہ زیادتی ہوئی، اگر میں یہ کہوں کہ وہ زیادتی نہیں ہوئی تو یہ غلط ہوگا کیونکہ وہ زیادتی ہوئی ہے لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس انداز میں چلنا ہوگا جس میں ہماری

Nation اپنے آپ کو بہتر feel کرے، اس کی معیشت بہتر ہو، اس کی security بہتر ہو، ان کے کاروبار بہتر ہوں۔ بیروزگاری ختم ہو۔ بلوچستان میں پہاڑوں پر ہمارے جو پاکستانی بھائی بیٹھے ہوئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو amnesty دینی چاہیے ان کو نیچے لانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں confrontation میں نہیں جانا، ہمیں جھگڑے میں نہیں جانا، ہمیں افہام و تفہیم پر believe کرنا ہے۔ ہم تین "D" پر believe نہیں کرتے ہیں ہم صرف دو "D" پر believe کرتے ہیں dialogue or development پارلیمنٹ نے متفقہ فیصلہ اکتوبر ۲۰۰۸ میں دیا تھا لیکن آج تک اس resolution کی روح کے مطابق عمل درآمد نہیں ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت اس resolution کی روح کے مطابق عمل ہو جاتا تو اس وقت ہمارے ملک کی جو situation ہے وہ آج نہ ہوتی بلکہ ہمارا ملک ترقی کی طرف گامزن ہوتا لیکن آج ہم آگ اور خون کے اندر ڈوبے ہوئے ہیں، خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ہماری نسل تباہ ہو رہی ہے۔ ہم آنے والی نسل کو کیا دے کر جائیں گے میں آپ سے سوال کرتا ہوں، ہمارے آنے والے بچے ہم سے سوال کرتے ہیں۔ ہم ان کو کیا دے کر جا رہے ہیں؟ ہم ان کو لاشیں دے کر جا رہے ہیں، ہم ان کو خون دے کر جا رہے ہیں۔ اس region کے اوپر ایک International agenda کا غلبہ آ چکا ہے جو صرف پاکستان کے لیے نہیں آیا وہ چائنا، ایران، سنٹرل ایشیا، رشیا، پاکستان اور افغانستان کے لیے آیا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس ایجنڈے کو سمجھ کر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں regional level پر اپنے آپ کو اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم ان مسائل سے چھٹکارا حاصل کر سکیں جن مسائل میں ہمیں ڈال دیا گیا ہے اور جو policies ہم پر impose کی گئیں انہی کا شاخسانہ ہے کہ آج سینیٹ کے ارکان جو تقریریں کر رہے ہیں ان میں ہمارے معاشی مسائل ہیں، ہماری سکیورٹی ہے ہمارے لوگ مر رہے ہیں ہمارے IDPs اس وقت سڑکوں پر بیٹھے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب بھی ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس عوام نے اپنے کندھوں پر بٹھا کر ہمیں ان سیٹوں پر پہنچایا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری عوام انتہائی غیور ہے، انتہائی غیرت مند ہے۔ آج ہم نے اپنی عوام، اپنی قوم اور اپنے ملک کو اگر کچھ دے دیا تو یہ بڑی غیرت مند عوام آپ کو کیا، آپ کی نسلوں کو بھی ان سیٹوں پر رکھے گی جن سیٹوں کے لیے ہم آپس میں لڑتے ہیں، جن سیٹوں کے لیے ہم سازشیں کرتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جو بجٹ ۲۰۰۹ آیا ہے اس بجٹ سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اس بجٹ کا جو impact آئے گا وہ انتہائی خوفناک ہوگا اور یہ معاملہ بڑھتا جائے گا۔ ۲۰۱۰ میں جو بجٹ آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔ لہٰذا ابھی ہمیں اپنی policies کو دیکھنا ہوگا اپنی policies کو سمجھنا ہوگا۔

جناب چیئرمین! لوڈشیڈنگ کا جو مسئلہ ہے اس وقت ۳۵ ملین فٹ ایکڑ پانی سمندر میں جا رہا ہے۔ ہمیں چھوٹے چھوٹے dams بنانے کی ضرورت ہے، ہمیں بڑے dams بنانے کی ضرورت ہے۔ دیامر، بھاشا ڈیم بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ پانچ سال میں بنتا ہے تو اس کو چار سال میں بنانے کی ضرورت ہے۔ ہماری سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ہمارا کوئی بھی project وقت پر مکمل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کی cost بڑھتی ہے، اس وجہ سے جو achievement ہمیں ہو سکتی ہے وہ نہیں ہوتی۔ سنگاپور نے 1965 میں آزادی لی آج وہ کہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ اگر ہم چائنا کو لیں تو 1948 میں اس نے آزادی حاصل کی آج وہ معاشیات کا شہنشاہ ہے۔ World کا champion بن چکا ہے

، ہم کہاں بیٹھے ہیں۔ اگر آپ ملائیشیا کو لیتے ہیں تو ملائیشیا نے 1957 میں آزادی حاصل کر لی اس کی کیا situation ہے آپ کے سامنے ہے۔ سنگاپور کا اس وقت ۴۳۲ بلین ڈالر کا turn over ہے جس میں تقریباً 224 بلین ڈالر اس کی export ہے اور 208 billion dollar اس کی import ہے۔ اگر آپ اپنی بات کرتے ہیں تو پچھلے سال ہم نے 19.2 billion dollar کی export کی ہے اور 38 billion dollar کی import کی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے یہ مسائل ہیں۔ ہمیں اپنی export کو بڑھانا ہے، اپنی انڈسٹری کو فروغ دینا ہے لیکن ہم انڈسٹری کو ختم کر رہے ہیں اس کو revive کرنے کی ضرورت ہے۔ انڈسٹری وہ ادارہ ہے جو سال کے 365 دن چلتا ہے۔ Agriculture کے لیے اللہ کی طرف دیکھنا ہوتا ہے کہ وقت پر بارش ہو گئی، اس میں کوئی سنڈی نہیں آئی تو آپ کو اچھی فصل مل گئی۔ انڈسٹری ایسی چیز ہے کہ یہ 365 دن چلتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ہم agriculture کے اوپر زور دیتے ہیں، وہاں ہمیں اپنی انڈسٹری کی طرف زور دینا چاہیے تاکہ ہماری انڈسٹری بھی ترقی کرے۔

جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں یہ subsidy واپس لینا چاہتے ہیں۔ اگر 17% کا impact آیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مزید انڈسٹری بند ہو گی، لوگوں کو نقصانات ہوں گے۔ Theft ہو رہی ہے، کہیں 30% ہو رہی ہے کہیں 5% ہو رہی ہے۔ اگر آپ line losses کی بات کریں تو کہیں پر 35% ہو رہے ہیں اگر اس کے comparison کو check کریں اور اس کو کم کرنے کی کوشش کریں تو ہم کر سکتے ہیں لیکن ہم اس طرف نہیں جا رہے ہیں، ہم آسان راستے ڈھونڈ رہے ہیں اور آسان راستہ یہ ہے کہ جو لوگ بل دے رہے ہیں ان کا بل مزید بڑھا دو، ان کو مزید غریب کر دو، غریب کے اوپر مزید بوجھ ڈال دو۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ ان مسائل کو حل کیا جائے اور یہ subsidy 17% ختم نہیں ہونی چاہیے۔ جناب والا! CNG کے اوپر carbon tax لگایا گیا تھا۔ وہ پرائم منسٹر صاحب نے واپس لے لیا ہے میں اس کو welcome کرتا ہوں کہ رات پرائم منسٹر ہاؤس میں جو speech ہوئی ہے اس میں پرائم منسٹر صاحب نے institutions کی مضبوطی کی بات کی ہے اور یہی اصل بات ہے۔ لوگ تو آتے جاتے رہتے ہیں institutions اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ یہ ملک، یہ مٹی ہماری ہے اس مٹی سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس مٹی میں ہم دفن ہوں گے اس مٹی کے ساتھ وفاداری کی جائے اور صحیح فیصلے کیے جائیں جو اس مٹی کے حق میں ہوں جو ہماری قوم کے حق میں ہوں۔

جناب چیئرمین! ملازمین کی تنخواہ انہوں نے 15% increase کرنے کا کہا ہے۔ میرے بھائی ہارون صاحب نے مجھے بتایا کہ basic salary impact پر 9% آتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ 15% اپنی جگہ پر ضرور رہے لیکن جو غریب لوگ ہیں ان کے لیے کم سے کم increase 20-25% ہونی چاہیے کیونکہ اگر آپ پورے سال کی مہنگائی کی ratio لیں تو تقریباً 30% کے قریب بنتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس increase کے باوجود ہم غریب کو مزید غریب تر کریں گے اور اس وقت غربت کی نچلی ترین لکیر سے نیچے ہماری عوام ہے جو اچھی زندگی گزارتی تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب چیئرمین! آپ ان کے بارے میں سوچیں کیونکہ اب ملک میں ایک بڑا بھونچال آئے گا۔ یہ بھونچال اب نزدیک آتا جا رہا ہے۔ اس سے بچو۔ صحیح فیصلے کرو۔ اپنے ملک کے حق میں فیصلے کریں۔ قوم کے حق میں

فیصلے کریں۔ جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ non-skilled labour کی تنخواہ پچھلے سال چھ ہزار روپے مقرر کی گئی تھی۔ یہ چھ ہزار بھی کم ہے لیکن آج میرا ایک سوال ہے کہ جب چھ ہزار روپے تنخواہ کی گئی تھی تو کیا یہ سب کو ملی ہے؟ کیا 100% مزدروں کو ملی ہے؟ کیا 95% کو ملی ہے؟ کیا 90% کو ملی ہے؟ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ 75% لوگوں کو نہیں ملی ہے۔ آج بھی اس سینٹ میں CDA کے ملازمین یہاں پر موجود ہیں جن کو اڑھائی ہزار سے ساڑھے چار ہزار روپے دیے جا رہے ہیں۔ اس طرح قانون کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں کیونکہ ہم نے اس کے لئے دوسرے راستے نکالے۔ ٹھیکے پر کام دے دیا۔ daily wages پر کام دے دیا۔ اس طریقہ کار کو بند کرنے کی ضرورت ہے۔ چھ ہزار بھی کچھ نہیں ہے۔ جب یہ لوگ ہمارا بجٹ بناتے ہیں، پورے ملک کا بجٹ بناتے ہیں تو کیا کبھی غریب کا جس کے چار سے پانچ افراد ممبر ہوں، کی فیملی کا ایک بجٹ کبھی کسی نے بنایا ہے؟ کیا اس چھ ہزار کے اندر وہ فیملی گزارہ کر سکتی ہے جس میں بچوں کے سکول کی فیسیں ہیں، کرایہ ہے، بجلی کا بل ہے اور گیس کا بل ہے؟ جناب چیئرمین! یہ ناممکن ہے لیکن اگر آپ سات سے آٹھ ہزار روپے بھی کر دیتے ہیں تو اس کی implementation بہت strong ہونی چاہیے۔ ان کے لئے قانون سازی ہونی چاہیے۔ اگر daily wages پر ہے تو اس daily wages کی amount اس amount سے نیچے نہیں ہونی چاہیے جو collectively monthly بنتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے اس میں ایسے قانون کی ضرورت ہے کہ جو لوگ اس میں ملوث ہوں، ان کو باقاعدہ سزا دی جائے کیونکہ یہ لوگوں کا حق کھا رہے ہیں۔ ان کی روٹی بھی چھین رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! سینیٹ کو Upper House کہا جاتا ہے۔ میں اس بات سے شرمندہ ہو جاتا ہوں کہ کیا یہ Upper House ہے؟ یہاں پر تو فنانس بل کو pass کرنے کی powers نہیں ہیں۔ یہاں پر آپ کے پاس کیا قوت ہے۔ کس پارلیمنٹ کی بات کرتے ہیں؟ پارلیمنٹ کی بالادستی کی بات کرتے ہیں، پارلیمنٹ کے پاس کیا طاقت ہے؟ پارلیمنٹ نے عوام کے لئے ایک ریزولیوشن اکتوبر 2008 میں پاس کیا تھا، وہ ابھی تک implement نہیں کروا سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر صرف اور صرف تقاریر ہی ہیں۔ ہمیں اسے strong کرنا ہے۔ اسے مضبوط کرنا ہے۔ اگر ہم اسے مضبوط کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم جو فیصلے کریں گے وہ نیچے تک جائیں گے۔ otherwise اسی طرح ہوگا کہ ہم بولیں گے، آپ بولیں گے۔ یہ میرے بھائی بولیں گے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ Public Accounts Committee بڑی اہم کمیٹی ہے۔ اس Public Accounts Committee کو پارلیمنٹ کی کمیٹی ہونا چاہیے، صرف نیشنل اسمبلی کی کمیٹی نہیں ہونا چاہیے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

اس میں Upper House کا ایک ممبر بھی نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمارے ممبر ہونے چاہئیں تاکہ اس میں طاقت آئے۔ آپ جب لوگوں کی accountability کرتے ہیں تو پارلیمنٹ کے حوالے سے کریں۔ یہ کمیٹی Parliament accountability کے حوالے سے کرتی ہے تو اس میں سینیٹ کے ممبران کا ہونا بے انتہا ضروری ہے۔

جناب چیئرمین! pensioners کے حوالے سے میرے پاس اس وقت ایک لسٹ ہے۔ یہ TIP ہری پور کی لسٹ ہے۔ جنہیں 2005 کے بعد کی 15%increase نہیں ملی۔ 2006 میں یہ increase ہوئی، یہ نہیں ملی۔ 2007 میں پنشن بڑھی، یہ نہیں ملی۔ 2008 میں increase ہوئی، نہیں ملی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ discrimination ہے۔ اسے ہمیں اس طرح بنانا ہوگا کہ نیچے تک لوگوں کو اس کا فائدہ پہنچے۔ جناب چیئرمین! جو multi national companies ہیں، یہ profit کما کر جتنی investment کرتے ہیں، اس سے triple, اس سے چار گنا، پچاس گنا سے زیادہ پیسے کما کر باہر لے جاتے ہیں۔ ان کو پابند کرنے کی ضرورت ہے کہ اس میں سے کچھ percentage ہمارے ملک پر لگائیں کیونکہ اس ملک کے عوام نے آپ کو یہ profit دیا ہے لہٰذا ان کا کچھ حق بنتا ہے اور وہ حق پورا ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے حوالے سے جو دوسرے چھوٹے علاقے ہیں، جو چھوٹے صوبے ہیں، ان کی ترقی کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی تعلیم کے حوالے سے، ان کی technical know-how کے حوالے سے، ان کے لئے مخصوص کوٹا بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ چھوٹے کو زیادہ دینے کی ضرورت ہے۔ مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے یہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ اس بات کو ہمیشہ emphasis کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ یہ چیز اچھی نہیں ہے۔ یہ چیز ایک دوری کی طرف لے کر جا رہی ہے۔ یہ distribution کی طرف لے کر جا رہی ہے۔ ہمیں اکٹھا ہونے کی ضرورت ہے۔ اکٹھا ہونے کے لئے ہمیں ان کو اپنے سینے سے لگانا ہوگا اور اس کے لئے ان کی requirements کو پورا کرنا ہوگا۔

جناب والا! IDPs کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے کہ کم ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت displace ہوئے جب ان کی فصلیں تیار تھیں، یہ وقت تھا کہ ان کے باغ تیار تھے۔ باغ تباہ ہو گئے۔ فصلیں تباہ ہو گئیں۔ جو مویشی چھوڑ کر آئے تھے، ان کی کیا حالت ہے۔ کچھ پتا نہیں۔ آپ کا operation جب ختم ہوگا اور post operation کے بعد جب یہ لوگ اپنے گھروں کو جائیں گے تو آپ کو پتا چلے گا۔ اس وقت جو International community ہے، ان لوگوں نے اس کا حساب لگایا ہے، وہ تقریباً 543 million dollar بنتے ہیں۔ جو اس وقت کے حالات ہیں، جس میں ہمیں 224 million dollar ملے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اصل خرچہ post operation کے بعد آئے گا۔ اس وقت اگر ہم نے ان لوگوں کو صحیح طریقے سے facilitate نہ کیا تو جناب چیئرمین! law and order کی situation اور بڑھے گی۔ Law and order کی situation اس وقت خراب ہوتی ہے جب وہاں پر معاشیات خراب ہوتی ہیں اور معاشیات آپ نے ٹھیک کرنی ہیں۔ ہمیں ٹھیک کرنی ہیں۔ sales tax کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ Infrastructure کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ Tax net کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اس وقت موجودہ tax net میں ہیں، اگر صرف آپ انہیں نچوڑتے رہیں گے تو اس سے معاملات صحیح نہیں ہوں گے بلکہ انہیں press کریں گے تو اس سے معاملے بند ہونے کی situation میں چلے جائیں گے۔ interest بند ہو جائے گا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ tax net کو بڑھائیں اور جو پہلے net میں ہیں، ان پر ٹیکس کم کریں۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ ایک اور علاقہ ہے اور وہ علاقہ بھی تیار ہو رہا ہے۔ جس کا اس سینیٹ میں اتنا ذکر نہیں ہوتا ہے۔ اس علاقے کا نام نادرن ایریا ہے۔ نادرن ایریا کی نہ یہاں کوئی presentation ہے، نہ نیشنل اسمبلی میں ہے اور نہ ہی صوبائی اسمبلی میں ہے۔ اس سے وہاں احساس محرومی بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو انتہائی sensitive ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو آپ کو چائنا کے ساتھ جوڑ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقے کو فوقیت دینے کی ضرورت ہے۔ وہاں کے لوگوں کی احساس محرومیت کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے اس بجٹ میں کیا گیا ہے اور یہ آپ کے سامنے ہے۔

ہری پور کے جو حالات ہیں، وہ آپ کے سامنے ہیں۔ میرا چونکہ اس علاقے سے تعلق بن چکا ہے۔ میں ہری پور کی تھوڑی سی بات کرنا چاہوں گا۔ پہاڑ کے اس طرف پیرس ہے اور پہاڑ کے اس طرف صومالیہ ہے۔ میں اس علاقے میں گھوما ہوں۔ اس علاقے میں نہ پینے کے لئے پانی ہے، نہ وہاں پر roads ہیں، نہ وہاں پر صحت کے حوالے سے مواقع ہیں، تعلیم کے حوالے سے مواقع ہیں، نہ بجلی ہے اور نہ گیس ہے۔ ہم main علاقوں سے گزرتے ہیں۔ جب آپ interior میں جائیں گے، پہاڑوں میں جائیں گے تو وہاں پر آج بھی اس پہاڑ کے پیچھے اس modern city کے پہاڑ کے پیچھے عورتیں اپنے سروں پر پانی کے گھڑے اٹھا کر اپنے گھروں کو جاتی نظر آتی ہیں۔ جناب چیئرمین! اس حوالے سے ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے حوالے سے گوندل صاحب نے جو بات کی ہے، میں میڈم کلثوم پروین کے حوالے سے بات تھوڑی سی clear کرنا چاہوں گا۔ آپ نے بنگلہ دیش کے حوالے سے بڑی اچھی بات کی تھی۔ وہاں گرامین بنک نے ایک پروگرام شروع کیا تھا اور یہ پروگرام تھا کہ جتنے بھی غریب لوگ ہیں، ان کو بغیر سیکورٹی کے چھوٹے چھوٹے loans دیں گے۔ جیسے کہ پانچ ہزار، دس ہزار، پندرہ ہزار اور یہ اتنا کامیاب ہوا کہ یونس صاحب کو Noble Prize دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس انداز میں چلتے تو ٹھیک ہے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں ایک ہزار روپے دینا بہت کم ہے۔ آپ اس کی رقم بڑھائیں یا پھر ایسا سسٹم بنائیں جس سے ان لوگوں کو روزگار فراہم ہو۔

جناب چیئرمین! اب clean drinking water کی بات کرتے ہیں۔ اس کے لئے چھ ارب روپے رکھے گئے۔ چھ سو Water Filtration Plants لگائے۔ چھ سو تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ directly یا indirectly دیکھیں تو اربوں کھربوں روپیہ عوام کا صحت پر لگ رہا ہے۔ جو لوگ گندہ پانی پینے سے بیمار ہو رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بارے میں سوچنا ہو گا۔ ہم indirect expenses کر رہے ہیں۔ اگر ہم expenses تھوڑے کر دیں اور پانی کی فراہمی ممکن بنا دیں تو اس سے ہمارے بجٹ پر pressure کم ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ ضرور کہوں گا کہ غیر ملکی دوروں میں کمی ہونی چاہیے۔ غیر ضروری ڈنر، ظہرانے، عشائیوں کے بارے میں ہمیں سوچنا ہو گا کیونکہ یہ اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں لیکن میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے ملک و قوم کو ہماری پارلیمنٹ نے ایک message دینا ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ ہیں۔ اس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس کے لیے ہمارا یہ کام کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو ہمیں

developed countries کے ایجنڈے کو چھوڑنا ہو گا۔ ہمیں finished products جس کی ڈیوٹی کا structure یہ نیچے لے آئے ہیں، اس کو اوپر لانے کی ضرورت ہے۔ فیکٹریوں کے raw material کی duties کو اگر پانچ فیصد کیا ہے تو اسے بھی زیرو پر لانے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری انڈسٹری grow کرے۔ ہمارے ہاں بیروزگاری ختم ہو اور جو developed countries کا ایجنڈا ہے، اس کے خلاف ہمیں چلنا ہو گا کیونکہ developed countries کا یہ ایجنڈا ہے کہ اس ملک میں industrialization ختم ہو جائے۔ صرف وہ لوگ manufacture کریں اور ہمارے ملک میں لا کر یہ اپنی چیزیں بیچیں اور ہماری انڈسٹری ختم ہو جائے۔ اس میں ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے بزنس مین کو کیا facilities دے رہے ہیں تاکہ وہ export کر سکے۔ اگر ہم export بڑھائیں گے تو اس سے بہتری آئے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ بیرون ملک بھیجا جائے تاکہ وہاں سے ہمیں زر مبادلہ بھی ملے اور ہمارے لوگ خوشحال ہوں۔ اس کے لیے ہمیں تگ و دو کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے وزیروں کو دوڑ لگانے کی ضرورت ہے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو باہر بھجوا سکیں۔

جناب چیئرمین! زراعت modern technology کے ذریعے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ملک زرعی ہے لیکن modern technology کا ہمیں زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے حکومت کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو facilitate کرے تاکہ وہ زراعت کو زیادہ اچھے طریقے سے بڑھا سکیں۔

جناب چیئرمین! سیکورٹی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اگر کسی کے پاس سیکورٹی نہیں ہے اور اس کو روزانہ ایک کروڑ روپیہ منافع ہو گا لیکن وہ وہاں پر انڈسٹری نہیں لگائے گا۔ وہ وہاں پر کاروبار نہیں کرے گا۔ وہ دبئی میں کاروبار کرے گا۔ وہ دوسرے علاقوں میں جائے گا، جہاں اسے سیکورٹی ملے گی۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ heart کیا ہے؟ heart ہمارا interior ہے۔ ہماری سیکورٹی ہے۔ law & order ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کو زیادہ سے زیادہ پیسہ دینا ہو گا۔ law & order کے لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ انہیں facilitate کرنا پڑے گا اور ہم نے جو دس دس ایجنسیاں بنائی ہیں، FC فرنٹیئر کور ہے، فرنٹیئر کانسٹبلری ہے۔ پولیس کا کام پولیس کو کرنا چاہیئے۔ فوج کا کام فوج کو کرنا چاہیئے، پیرا ملٹری فورسز کا کام بارڈر پر ہے، ان کو بارڈر پر رہنا چاہیئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان lines پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ایسے بھی ادوار دیکھے کہ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی۔

جناب چیئرمین! میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے disturb نہیں کیا اور میں نے کچھ تھوڑی بہت باتیں کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں کیسے disturb کر سکتا تھا۔ اسمٰعیل بلیدی کا بھی آپ نے لکھ کر بھیجا تھا، انہوں نے آپ کو وقت دے دیا۔ پھر میں نے کہا مولانا فضل الرحمٰن نے نیشنل اسمبلی میں تقریر نہیں کی، وہ کمی بھی آپ نے پوری کر دی۔ چالیس منٹ ماشاء اللہ۔ محترمہ فرح عاقل شاہ صاحبہ۔ اس کے بعد جہانگیر بدر صاحب! تیار رہیں۔ ابھی آپ نے بہت چیزیں سمیٹنی ہیں۔ پارٹی کی پالیسی بھی دیں۔ رات پرائم منسٹر نے کہا کہ party is more important than other things تو اس angle سے میں آپ سے سنوں گا۔

سینیٹر فرح عاقل: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہیں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ آپ نے کل میرا نام لیا۔ میں کل prepared نہیں تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ بجٹ کن حالات میں بنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت پاکستان بہت مشکل حالات سے گزر رہا ہے۔ ان حالات میں جو بجٹ پیش کیا گیا، میں سمجھتی ہوں کہ حکومت نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ ہر طبقے کو سامنے رکھتے ہوئے ایک balanced budget پیش کرے۔ اس وقت میں ۹ نکاتی ایجنڈے کی بات کروں گی جس میں No.1 macro economic استحکام اور معیشت کی حقیقی شعبوں میں نمو ہے اور غریب اور مشکلات سے دوچار طبقوں کے لیے اقدامات ہیں۔ ان میں قابل ذکر بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام ہے۔ اس میں مجھے سب سے زیادہ اچھا جو پوائنٹ لگا ہے، وہ ہاریوں کے سوشل تحفظ کے لیے قانون سازی کرنے کی بات ہے۔ اس کے علاوہ زرعی پیداوار میں اضافہ اور پانی کا باکفایت نظام۔ یہ سننے میں تو بہت اچھے لگتے ہیں۔ تمام تجاویز بہت زبردست اور اچھی ہیں۔ اللہ کرے جس طرح انہوں نے plan کیا ہے، وہ کر بھی سکیں۔ آخر میں انہوں نے good governance کی بات کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ سب سے زیادہ important ہے کیونکہ یہ سارا آخر میں اسی بات پر ختم ہوتا ہے کہ اگر آپ کی governance صحیح ہو گی، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم صوبوں کو پانچ سو ملین روپے کی اضافی رقم فراہم کریں گے تاکہ وہ اپنے سارے اقدامات اچھے طریقے سے کر سکیں۔ جیسے public defender and free legal aid کی بات انہوں نے کی ہے۔ یہاں جناب میں دو چار تجاویز دینا چاہوں گی۔ مجھے یوں لگا ہے کہ یہ بجٹ بہت short وقت میں بنا ہے۔ تعلیم اور صحت کو جتنی اہمیت دینا چاہیئے تھی، مجھے لگا کہ وہ تھوڑی کم ہے۔ اگر آپ دیکھیں تو community schools کے بارے لکھا ہے کہ ان کو کیا جائے گا لیکن انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ پہلے سے بنے ہوئے community schools تھے۔ وہ کافی عرصے سے بند پڑے ہیں۔ ان کے بند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے funds release نہیں ہوئے۔ اس کے بارے میں کوئی بات mention نہیں کی گئی کہ وہ پہلے کے سکول ہیں یا جو خراب ہو چکے ہیں، جو نہیں چل رہے یا جو فنڈز کی کمی کی وجہ سے بند ہیں، ان کے بارے میں کیا ہو گا۔ اسی طرح صحت کی پالیسی پر بھی کوئی خاص بات نہیں کی گئی۔ پیسوں کی بات جہاں تک ہے وہ figures تو بتا دیئے گئے ہیں کہ اتنا ہو گا۔ ہیپاٹائٹس کا ذکر ہے اور اتنے پیسے ہم نے زیادہ کر دیئے۔ مگر میری reservation یہ ہے کہ فی الحال وہاں پر جو مسائل ہیں، جو ہسپتال ہیں یا BHUs وہاں پر کام نہیں کر رہے اور زیادہ تر اس لیے proper کام نہیں کر رہے کہ وہاں پر فنڈز وغیرہ نہیں ہیں۔ اس کے بارے مجھے کوئی main چیز ایسی نظر نہیں آ رہی۔ اس پر کوئی details بھی نہیں بتاتی۔ یہاں پر قانون سازی کی بات ہوئی تو میں home base workers کا تھوڑا سا ذکر کرنا چاہوں گی۔ خواتین اور بچے جو گھروں میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں، ان کے لیے بھی قانون سازی کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے لیے as such حکومت کی طرف سے کوئی پالیسی نہیں ہے۔ وہ اس میں آتے ہی نہیں ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ محنت کر رہے ہیں، جو گھروں میں بیٹھ کر کام کرتی ہیں۔ جیسے چوڑیاں بنانا یا اس طرح کے اور کام ہیں۔ قالین بناتی ہیں۔ کڑھائیاں وغیرہ۔ آپ کو پتا ہے middleman سارا منافع لے جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی مارکیٹ تک access نہیں ہے۔ ان کو اتنا پتا نہیں ہے۔ ان کے بارے میں، میں چاہ رہی تھی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس کو cottage industry کہتے ہیں۔ جو home ground ہوتا ہے۔

سینیٹر فرح عاقل: جی جی۔ میری ایک اور suggestion یہ تھی کہ یہاں special education کو چونکہ ہمیشہ سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے حالانکہ special education کو بالکل الگ ہونا چاہیئے۔ یہ ایک الگ subject ہے کیونکہ میں نے پشاور میں خاص کر یہ دیکھا ہے کہ وہاں پر چونکہ اسے سوشل ویلفیئر کے under رکھ کر deal کیا جا رہا ہے۔ وہاں پر زیادہ تر ایسے سکول ہیں، جیسے نابینا یا گونگے بہرے بچوں کے سکول ہیں، ان میں ایسے non technical لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جو ان کے لیے بالکل suitable نہیں ہیں اور وہ ان اداروں کو چلا رہے ہیں جس کی وجہ سے بہت زیادہ مشکلات اور مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ یہاں پر میں نے دیکھا ہے کہ special education کو بالکل ہی ignore کیا گیا ہے جس کو address کرنا چاہیئے تھا۔ Sports and Culture کو youth as such affairs میں ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک الگ head میں آنا چاہیئے تھا۔ اسے بالکل اس طریقے سے address نہیں کیا گیا جس طریقے سے اس پر بات ہونی چاہیئے تھی۔ آخر میں جناب میں یہی کہوں گی کہ چونکہ یہ عوامی حکومت ہے اور عوام کی یہی توقعات ہوتی ہیں کہ اگر عوامی حکومت آئی ہے تو ہمارے مسائل کی طرف زیادہ passionately دیکھے گی اور مسائل کو حل کرے گی۔ مگر یہ سب تب ہی ممکن ہو گا، باتیں ساری بہت اچھی ہیں، تجاویز بہت اچھی ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے، مگر وہ تب ہی ممکن ہو پائے گا جب ہم یہ دیکھیں کہ ہم اس کو کس طرح کریں گے۔ main مسئلہ جو کرپشن کا ہے وہ کہیں پر بھی address نہیں ہوا۔ ہمارے ادارے جب تک کرپشن سے الگ نہیں ہوں گے اور اپنا کام proper اور اچھے طریقے سے نہیں کریں گے تو مجھے نہیں لگتا کہ ہم کوئی خاص مسائل حل کر سکیں گے۔ .Thank you

Mr. Acting Chairman: Thank you madam. Jehangir Baddar Sahib, please take the floor.

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ، آپ نے مجھے موقع دیا اور میری observation یہ ہے کہ اس دوران آپ نے بڑی حاضر جوابی سے اور lively سے بولنے والوں کو ایسے فقرے دیے جن سے آپ House میں بحث کو بڑے ماہرانہ انداز سے لے کر جا رہے ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ مجھ سے توقع کرتے ہیں کہ میں بطور Secretary General of Pakistan Peoples Party جو آج کی مخلوط حکومت میں lead کر رہی ہے اس کی نمائندگی کروں کل یہاں وزیراعظم صاحب نے کہا کہ جو political party ہے، یہی گورنمنٹ کے لیے supreme support ہے۔ which is exact in the definition of politics. میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کی توقعات کا بھی۔ یہاں پر ممبران نے بہت منجھی ہوئی تقاریر کی ہیں۔ I respect the ideas of everybody. جنہوں نے یہاں اپنے خیالات جس بھی انداز میں پیش کیے، میں ان کی اور ان کی قیادتوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ میں یہاں پر اس House میں ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہ جو گورنمنٹ اور دوسرے لوگ جن کا تعلق حکومتی پارٹی کے ساتھ ہو .they should be tolerant میرا اپنی پارٹی کو بھی یہی مشورہ ہے کہ .we should be tolerant دوسری جانب سے جو بھی کہا جائے، اس کو ہم نہ صرف صبر سے سنیں بلکہ

اس House میں یہ assure کریں کہ جہاں ضروری ہوا we should correct ourselves اور ہم ایک sense کے ساتھ آگے جائیں گے۔ یہاں پر جو تقاریر کی گئیں، بہت جمہوری انداز میں کی گئیں۔ جناب چیئر مین! اگر کوئی اجنبی یہاں آ کر ان تقاریر کو سن رہا ہوتا تو اس کے لیے یہ اندازہ لگانا بھی بہت مشکل تھا کہ بولنے والے کا تعلق حکومتی پارٹی کے ساتھ ہے کہ Opposition کے ساتھ ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

آپ نے ایسا ماحول دیا کہ خود وزراء اور وہ coalition partners جو حکومت میں بیٹھے ہیں، وہ بھی بجٹ میں اپنا تنقیدی point آزادانہ طریقے سے پیش کر رہے تھے۔ مجھے as Secretary General of the ruling party اس سے نہایت اطمینان ہے اور یہ اطمینان اس لیے ہے کہ مجھے sense of the House نظر آ رہا ہے کہ یہ Senate اور اس کے ممبران اپنا کردار ادا کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ This is my observation. یہ House چاہتا ہے کہ یہاں کا سیاسی نظام تبدیل کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے اور یہاں کی سیاست اور economics کو ترتیب دینے کے لیے، یہاں کی عوام الناس اور خصوصاً یہاں کے غریب لوگ جو گھروں میں بیٹھ کر ان کو ٹیلی ویژن پر دیکھ رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کو ایسا کردار ملے یا یہ ایسا کردار خود پیدا کریں کہ وہ طاقت حاصل کریں جس سے یہاں کے سیاسی نظام کو بدلا جا سکے۔ یہاں پر جو رجحانات ہیں، عرصہ دراز سے اس ملک کی سیاست میں جو پیدا کیے گئے ہیں، ان رجحانات کو نئی نسل کے لیے بہتر بنانے کے لیے اپنا role ادا کرے۔ جناب چیئر مین! یہ میرے لیے بہت اطمینان کا باعث ہے۔

یہاں پر مجھ سے پہلے جو تقریر کی گئی، معزز رکن نے یہ کہا کہ پارلیمنٹ کو اپنی طاقت پیدا کرنی چاہیے یعنی اس House کو بھی اپنی طاقت پیدا کرنی چاہیے۔ پارلیمنٹ کی تاریخ اور جو political history ہے، اس میں یہ اصول رہا ہے کہ بعض documents, political conventions and atmosphere, تاریخ میں idealistic politics کسی کو نصیب نہیں ہوتی اور اسی situation میں سے طاقت پیدا کرنی ان لوگوں کا فریضہ ہے جو اپنے آپ کو لیڈر سمجھتے ہیں، جو سیاسی پارٹیوں کے رہنما ہیں، جو پارٹیوں کے قائد ہیں، جو یہاں پارلیمنٹ اور ایوانوں میں عوام کے ووٹوں سے آئے ہیں یا عوام کے ترجمان ہیں، وہ اپنی طاقت آپ پیدا کریں۔ I remember کہ جب King Charles کی پارلیمنٹ سے جنگ ہوئی، ایک طرف بادشاہ وقت تھا اور دوسری طرف پارلیمنٹ تھی۔ دونوں کے درمیان بادشاہ بہت طاقتور تھا۔ وہ کوئی ڈکٹیٹر نہیں تھا، he was more than a dictator اور اس کو پارلیمنٹ نے تخت سے اتارا اور سڑک پر لا کر اس کا سر قلم کر دیا and this was the decision of the Parliament. Parliament is that strong body. اب یہاں کے ممبران کا جوش و جذبہ اور یہ چیز دیکھ کر کہ یہ ایسی طاقت حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے اس ملک کے سیاسی نظام اور economics کو تبدیل کریں تو this is the right wish. جناب والا! دنیا کے documents برطانیہ جمہوریت کی ماں ہے لیکن اس کی ابتداد یکھیں Magna Carta سے شروع ہوئی۔ اس وقت وہ کوئی democratic document نہیں تھا۔ جناب والا! یہ تو جاگیرداروں نے اپنے حقوق حاصل کرنے کے King John کے ساتھ کیا تھا اور Magna Carta معرض وجود میں آیا لیکن تاریخ بعد ازاں یہ بتاتی ہے کہ عوام کے رہنما،

لوگ اور ترجمانوں نے اس Magna Carta میں جو جاگیرداروں کے حقوق تھے، وہ ختم کروا دیے اور اس میں عوام کے حقوق شامل کر دیئے اور اس طرح برطانیہ جمہوریت کی ماں بن گیا۔

جناب والا! آج پاکستان میں جو سیاسی نظام ہے، جو لوگ اس کو بدلنا چاہتے ہیں، Pakistan Peoples Party welcomes it. پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین جو ملک کے صدر بھی ہیں، انہوں نے اپنی ابتدائی تقاریر میں اس کو دہرایا اور کہا کہ ہم شہید محترمہ بے نظیر کے قتل کا بدلہ سیاسی نظام کو بدل کر لیں گے۔ لہٰذا اس House کے ساتھ ہماری کوئی contradiction نہیں ہے۔ ہم اس House سے رہنمائی چاہتے ہیں اور یہ رہنمائی ہر جگہ چاہتے ہیں۔ ایک consensus بھی چاہتے ہیں تاکہ inter action بھی کیا جائے اور سیاسی نظام بھی بدلا جائے لیکن اس سیاسی نظام کی تبدیلی کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ اس میں دیکھا جائے تو وہی سیاسی تبدیلی کہلائی جاتی ہے جو غریب، کچلے ہوئے لوگوں کی ترقی کے لیے آئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی معرض وجود میں آئی جناب والا! شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے بنائی، سیاسی نظام کو بدلنے کے لیے، یہاں کی economics کو بدلنے کے لیے تاکہ جو طاقت ہے وہ اوپر کے طبقات سے غریب لوگوں میں transfer کی جائے اور مجھے آج یہاں یہ جذبہ متعدد تقاریر میں نظر آیا ہے۔ میں اس پر ان تمام صاحبان جو جاگیردارانہ نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں، جو ایک feudal democracy کو comrade democracy کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، یہاں کے انتخابات کو سستا کرنا چاہتے ہیں، عام لوگوں کو سیاست کے دھارے میں لانا چاہتے ہیں اور یہاں کے بجٹ کو غریب لوگوں کے لیے ترتیب دینا چاہتے ہیں، یہاں کی economics کے ثمرات عام لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں اور چند گھرانوں سے بچانا چاہتے ہیں، میں اور میری پارٹی جس کا میں جنرل سیکرٹری ہوں، جس کا میں کارکن ہوں، ہماری اور ان کی سوچ میں جناب والا! کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ آج اگر آپ دیکھیں ہو سکتا ہے کہ کئی اور مقررین نے اس پر بات کی ہو لیکن میں یہ بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ ملک کے کتنے فیصد لوگ ٹیکس دیتے ہیں؟ جناب چیئرمین! ایک فیصد۔ پاکستان میں پچھلے کئی سالوں سے ایک فیصد لوگ اور ہر سال انہیں ہی نیچے اوپر کر کے انہیں squeeze کیا جاتا ہے اور وہ جو 1% لوگ ہیں، ان میں سے one third ایسے ہیں جو سرکاری ملازمین ہیں اور اس میں ایسے لوگ بھی ہیں جو defaulter ہیں جن پر کوئی ہاتھ ہی نہیں ڈال سکتا، وہ اتنے بااثر ہیں۔ اس کے علاوہ جو باقی لوگ ہیں، وہ اتنے کم ہیں تو آپ اس ملک میں revenue کہاں سے اکٹھا کریں گے، سیاست میں معجزات نہیں ہوتے، سیاست is a creation سیاست میں آپ کو ذرائع، وسائل خود پیدا کرنا پڑتے ہیں، سیاست کو خود ترتیب دینا ہوتا ہے and so it is the economics. جناب چیئرمین! دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں جو theory سامنے آئی تھی، وہ یہ تھی کہ کوئی ملک اپنے آپ کو معاشی طور پر مضبوط کرنا چاہتا ہے اور ترقی کرنا چاہتا ہے تو اس کو پہلے اپنی economics کو ترتیب دینا ہوگا اور بعد میں اپنی politics کو ترتیب دینا ہوگا۔ چنانچہ اس theory کے نتیجے میں دنیا کے مختلف ممالک جن میں Asia, Africa and Latin America میں ہیں، ان تمام ممالک میں آمریت اور فوجی حکومتوں نے جنم لیا تاکہ وہاں پر چند لوگ عجلت میں فیصلے کریں اور شاید اس کے نتیجے میں economics کو ترتیب دیا جائے اور پھر وہ ملک ترقی کر جائے لیکن سالہا سال کے تجربے سے جو بات سامنے آئی اور early 90s میں یہ theory دنیا میں دم توڑ گئی۔ اس کے

نتیجے میں جو نئی theory دنیا میں سامنے آئی، وہ یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا ملک ترقی کرے تو پہلے آپ اپنی politics کو ترتیب دیں، آپ اپنی politics اور سیاسی نظام کو بدلیں تب آپ جا کر کہیں اپنی economics کو صحیح انداز میں بدل سکیں گے۔ چنانچہ اس theory کے نتیجے میں Africa, Latin America and Asia کے متعدد ممالک میں جمہوریت آئی اور آج دنیا میں جو democracy ہے، وہاں ایک global شکل اختیار کر گئی ہے کیونکہ آج یہ معروف انداز بن گیا ہے کہ ہم اپنی politics کو ترتیب دیں اور پھر اس سے economics ترتیب دی جائے۔ اس لیے پاکستان میں بہت ضروری ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی ایسی سمت میں چلی کہ یہاں پاکستان کے اندر رہتے ہوئے اپنی polarization کو کم کیا، وہ سیاسی پارٹیاں جن کے متعلق یقین تھا کہ ان کے ہاتھ شہید ذوالفقار علی بھٹو کے خون سے رنگے ہوئے ہیں، ہم نے ان کے لیے بھی ملک میں جمہوریت کے لیے polarization کم کی۔ ہم نے اس طرح پاکستان میں متعدد سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مل کر coalitions بنائے، ہمارا میاں نواز شریف کے پارٹی سے بہت اختلاف تھا لیکن ہم ARD میں اکٹھے آئے اور یہاں پر آمریت کے خلاف جدوجہد میں اکٹھے آگے بڑھے، ہم نے Government میں آنے کے بعد یہاں پر ملک میں تمام سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مل کر جو consensus سے اکٹھی حکومتیں بنائیں۔ اس کا بھی مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں غریب لوگوں کی حالت بہتر بنائی جائے، ہم سب مل کر نئی نسل کو روزگار مہیا کریں، ہم سب مل کر روٹی، کپڑا اور مکان اور جو معاشی و سماجی انصاف کی جنگ پاکستان میں عرصہ دراز سے ہے، اس کو ختم کرنے کے لیے اور یہاں کی جمہوریت کو مضبوط کرنے کے لیے اور economics کو ترتیب دینے کے لیے آگے بڑھ سکیں۔ آج کے اس ماحول میں کسی جگہ سے ایسی چیز آئی بھی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ تنقید سب کا حق ہے، حکومت پر تنقید ہونی چاہیے، we welcome criticism لیکن جناب چیئرمین! Criticism اور الزامات میں there is a difference تو الزامات آئیں گے تو پھر we have the right to defend ourselves. ہم اپنے آپ اس طرح defend نہیں کریں گے جس کا مقصد polarization میں اضافہ کرنا ہو۔ میرے House کے تمام ممبران اور دوسری پارٹیوں کے رہنماؤں سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ ایک ایسا political behavior اختیار کریں جس سے international and national issue پر ہم بغیر کسی problem کے آپس میں اپنے اعتراضات حل کر سکیں، ایک مشترکہ سوچ سے آگے بڑھ سکیں۔

جناب والا! جو tax 1% گزار ہیں، ان کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے پاکستان پیپلز پارٹی نے اس دفعہ steps لیے ہیں، مثلاً 500 مربع گز گھر والے کو tax کے دائرے میں لے آنا ہے، 2000 مربع گز، اور flat والے کو لے کر آنا ہے، 1000cc گاڑی والے کو لے کر آنا تو یہ ایک extend کرنے کا طریقہ کار ہے۔ اس House میں جس طرح جیسے خیالات آج پیش کئے گئے ہیں تو پھر یہاں کا وہ جاگیر دار جس کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے کہ وہ agriculture tax دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور یہاں کے اتنے بڑے بااثر خاندان ہیں، وہ tax دینے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اس کا طریقہ کار ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ شاید یہاں پر طارق عظیم نے یہ لفظ استعمال کیا کہ مقدس گائے سے نجات دلا سکتے ہیں تو ملک کسی کے باپ دادا کی جاگیر نہیں ہے، India نے 1951 میں جاگیرداری ختم کر دی تھی، آج دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے۔ پاکستان میں جمہوریت

کو سب نے آگے لے کر جانا ہے کہ ان کی نسلوں تک پہنچے تو we have to take several steps پاکستان پیپلز پارٹی اس کے لیے تیار ہے۔ ہم پر الزامات لگتے ہیں، ہمارے سینے میں کوئی داغ نہیں ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جمہوریت اور غریب لوگوں کے لیے قربانیوں پر قربانیاں دے کر یہاں پر پہنچے ہیں۔ لٰہذا، ہمیں کوئی problem نہیں ہے، کسی سے بات کرنے کے لیے کوئی داغ نہیں ہے جس کو چھپانے کے لیے کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو عزت کا راستہ نہ ہو، پاکستان پیپلز پارٹی نے ہمیشہ عزت کا راستہ اختیار کیا۔ ہم آج بھی اس House میں کہتے ہیں کہ یہاں کا بجٹ ہو یا یہاں کی democracy ہو پاکستان پیپلز پارٹی عزت کا راستہ اختیار کرے گی جو غریب لوگوں کی بھلائی کے لیے ہو گا، اس میں جو participation کرنا چاہتے ہیں اور اس میں cooperation کریں گے تو ہمارے لیے بڑی خوشی اور اطمینان کا باعث ہوں گے۔ ہم نے کہہ دیا ہے کہ we will correct ourselves تو پھر کوئی چیز نہیں رہنی چاہیے، اس House کو جتنی بھی آج طاقت حاصل ہے، ایک suggestive طریقہ سے اللہ کرے کل کوئی زیادہ آ جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو suggestions آپ کے پاس آئی ہیں، آپ کا یہ فرض ہے کہ ان suggestions کو کمیٹی کے ذریعے آگے بھیجیں، میں بھی اس میں contribute کروں گا اور میں اس میں اس طرح contribute کروں گا کہ میری کچھ تجاویز ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ wealth tax لگانا، 1968 to 1999 تک یہ wealth tax لیا جاتا تھا، آج لوگوں کے پاس اتنی دولت آ گئی ہے، ان کی properties آسمانوں تک پہنچ گئی ہیں لیکن کسی کی دولت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ Mr. Chairman, اس House کی کمیٹی کو suggest کرتا ہے کہ وہ اپنی تجاویز میں یہ لکھیں کہ یہاں پر wealth tax کو پھر introduce کیا جائے اور وہ لوگ جن کا 1000000 روپے کا گھر ہو یا ان کے پاس پیسے ہوں تو ان کو exemption دے دی جائے تاکہ جو غریب لوگ ہیں، کم آمدنی والے ہیں اور انہوں نے اپنے اثاثے بنائے ہیں، وہ اس دائرے میں نہ آئیں اور باقی لوگوں پر پہلے جیسے لگایا جاتا تھا، وہ لگایا جائے۔ میں اس چیز کے حق میں ہوں کہ account کھولنے کے لیے NIT No. ہونا چاہیے، اس طرح لوگوں نے interest کے لیے اپنی رقم invest کی ہے، میری یہ suggestion ہے کہ 20000 روپے سے زیادہ منافع آتا ہے، اس کو بھی tax کے network میں لانا چاہیے۔ جناب والا! یہاں پر بہت سارے ایسے commercial ادارے ہیں جو یہاں پر سرکاری allocation سے چل رہے ہیں، میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا، میرے پاس بے شمار مثالیں ہیں، میرے پاس ان حساب لینے والوں کی بھی مثالیں ہیں کہ جنہوں نے جس چیز کا حساب لیا اور اپنے محل قائم کر کے غریبوں کے بچوں سے ان کے لڑکوں کی فیسیں اور گھروں کا بل پوچھتے رہے، یہ میری آنکھوں کے سامنے ہوا، ہمارے اپنے ساتھ ہوا، ہم اس کی بات نہیں کرنا چاہتے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جنہوں نے ملک کے وسائل allocate کیے ہیں اور وہ اس سے پیسے کما رہے ہیں اور وہ privatized ادارے جن لوگوں نے لیے ہیں they should be bound ان کو پابند کیا جائے کہ وہ schools, colleges and hospitals کو چلائیں تاکہ یہاں پر ان کا ایک role متعین کیا جائے، ان کا تو اس ملک میں سوائے پیسے کمانے کے کوئی role ہی نہیں ہے and I suggest to this House کہ جو ان کی sale 1% ہے یا 6% of the profit before tax whichever is the hire, یہ ان پر لاگو کیا جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے نام سے جو Income Support Card issue کیا گیا ہے.this is a noble task یہ ایک بہت ہی نیک کام ہے، اس کام کو صرف وہی سمجھتے ہیں جو غریبوں کی کچی بستیوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس دفعہ اس کو 70 billion کیا گیا ہے it is very good لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ suggest کرتا ہوں کہ اس فنڈ میں سے کچھ رقم پاکستان کے بیروزگار نوجوانوں کے لیے مخصوص کر دی جائے تاکہ جب تک وہ اپنی job پر نہیں جاتے یا وہ کسی کاروبار میں داخل نہیں ہوتے، اس وقت تک ان کو support دی جائے تاکہ وہ اس کے لیے تگ و دو کریں۔ اس کی details طے کی جا سکتی ہیں لیکن کم از کم ان کو support دی جائے اور جب وہ کمانا شروع کریں تو پھر ان کو کہا جائے کہ وہ دوسرے بے روزگار نوجوانوں کے لیے اپنی کمائی سے کچھ نہ کچھ contribute کریں تاکہ غریبوں کی بھلائی کا یہ کارواں چلتا رہے۔

یہاں پر parliamentarians کی بات ہوئی، میں honestly یہ سمجھتا ہوں کہ جو parliamentarians کی تنخواہ میں اضافہ ہے، یہ میں نہیں کہتا کہ آپ کریں یا کہیں، voluntarily House کو کہہ دینا چاہیے کہ یہ واپس لے لیں اور یہ رقم IDPs کو دے دی جائے یا جن بیروزگار نوجوانوں کا میں نے ذکر کیا ان کو support کرنے کے لیے استعمال کی جائے تاکہ ان کا دھیان کسی اور طرف نہ جائے، یہ رقم ان کے کھاتے میں ڈال دینی چاہیے۔

I suggest to this House کہ جو تمام departments ہیں ان کی جو budgetary allocation ہے اس میں سے 10% اخراجات کم کرنے کے لیے ان کو پابند کر دینا چاہیے۔ یہ ایک اچھی خاصی رقم بنے گی اور اسے غریبوں کی uplift کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس میں میری ایک اور بھی suggestion ہے کہ اگر گورنمنٹ ایسا کر سکے کہ جو رقم وہ بنے گی اس میں سے وہ غریب لوگ جو صرف 100 unit تک بجلی استعمال کرتے ہیں انہیں اس رقم میں سے subsidize کر دیا جائے تو اس طرح سے غریب لوگوں پر بجلی کے اخراجات نہیں پڑیں گے۔ This is my suggestion to this House کہ جو ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے اس پر ہاؤس کے کافی ممبران نے یہ suggest کیا and I will support it کہ جو نچلے درجے کے ملازمین ہیں ان کی percentage میں اضافہ کیا جائے اور اوپر کے grades میں percentage کو کم کیا جائے۔ بے شک بجٹ کی allocation میں اضافہ نہ کیا جائے اور اسی میں رہتے ہوئے کیا جائے کیونکہ جو نچلے درجے کے ملازمین ہیں وہ مہنگائی سے خاصے متاثر ہوئے we should look towards them.

Environment کے لیے 2.2 billion rupees رکھے گئے ہیں I suggest کہ اس میں سے 25% جنگلات لگانے کے لیے، پودے لگانے کے لیے allocate کر دینے چاہیئں this is very important for the environmental situation in Pakistan.

I suggest کہ local industry کو فروغ دینے کے لیے steps لینے چاہیئں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے یہ suggest کرتا ہوں کہ mobile phones کی import فوری طور پر بند کر دی جائے، local industry کو فروغ دیا جائے، بے شک اس میں جو foreign investment ہے وہ لائی جائے، پاکستانی 51 اور 49 foreign investment لا کر ان کو incentives دیئے جائیں اور mobile phones کی انڈسٹری اور اسی طرح

دوسری industries کے متعلق بھی غور کیا جائے تاکہ ہم پاکستان میں local manufacturers اور انڈسٹری کو ترقی دے سکیں۔

جناب چیئرمین! میں ایک چیز اور suggest کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے تو ایک معمولی سی چیز لیکن اس میں easy calculated method استعمال کیا جائے۔ اسحاق ڈار صاحب بیٹھے ہیں یہ Chartered Accountant ہیں یہ مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ یہ جو انکم ٹیکس میں سالانہ exemption دی گئی ہے اس کو اگر 204000 کر لیں تو یہ 12 پر تقسیم ہو جائے گا تو اس طرح سے آسانی سے کہہ سکیں گے کہ جس کی income 17000 ہے he is exempted from this صرف چار ہزار کے لفظ کو نیچے اوپر کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اسی طرح I suggest for the women, ان کی exemption 206000 رکھی گئی، اس کو 264000 کر دیں تاکہ یہ بھی 12 پر تقسیم ہو کر 22000 پر آ جائے۔ اس طرح سے calculated figure میں ڈال کر سوسائٹی میں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہیے۔ پاکستان میں جب بھی بجٹ آتا ہے تو اس کے figures ایسے دیئے جاتے ہیں کہ لوگوں کو سمجھنے میں مشکل ہوتی ہے تو we suggest کہ اس میں ایسے figures ڈالے جائیں کہ جس سے لوگوں کو calculation میں آسانی ہو تاکہ عام اور کم پڑھے لوگوں کو بجٹ سمجھنے میں آسانی ہو، اس طرح سے they will be able to contribute more اور وہ آئندہ سالوں میں بجٹ میں زیادہ بہتر contribute کریں گے۔

میں نے آپ کا کافی وقت لیا ہے، I am so grateful to this House بڑے صبر سے میری باتیں سنی گئیں۔ Mr. Chairman! I am so grateful to you on behalf of my party and on behalf of myself as a member of this House. میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کو assure کرتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی شہید ذوالفقار علی بھٹو کے سیاسی فلسفے کی روشنی میں، پاکستان پیپلز پارٹی شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے مشن کو آگے لے جاتے ہوئے، چیئرمین بلاول بھٹو زرداری اور شریک چیئرمین جناب آصف علی زرداری کی قیادت میں آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی اور پاکستان میں معاشی، سماجی انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کے لیے اپنا role ادا کرے گی اور ہم سب کو ساتھ لے کر چلنے کے لیے تیار ہیں، everybody is welcome, we want to serve the people of Pakistan. Thank you very much Mr. Chairman and everybody.

(Thumpingofdesks)

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ابھی میں نے دوستوں کے نام پکارے تھے اور وہ رہ گئے تھے۔ سردار جمال لغاری صاحب کی مختصر تقریر رہ گئی ہے پھر sum up کریں گے۔ مولانا حیدری صاحب نے کہا تھا کہ پانچ منٹ مجھے بھی بات کرنے دیں۔ Sardar Jamal Khan Leghari, please take the floor and then Leader of the House اور پھر میڈم حنا ربانی summing up کریں گی۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (عربی) جناب چیئرمین صاحب! پہلے کی طرح آج بھی آپ کی طرف سے مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اپوزیشن کی طرف سے یہ ناچیز کوشش کرے گا کہ نچوڑ نکالوں، یہ سال 10-2009 کا بجٹ عوامی امنگوں کی ترجمانی تھی یا اس کے برعکس یہ ایک ایسا بجٹ تھا جو کہ ہمیشہ کی طرح افسر شاہی نے انتہائی عجلت میں پیش کیا۔

جناب چیئرمین! 1947 سے لے کر آج تک بے شمار بجٹ آئے۔ ہر بجٹ آتا ہے، پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوتا ہے، سینیٹ کا جو دائرہ کار ہے اس حوالے سے زبردست بحث ہوتی ہے، ظاہر ہے حکومتی ارکان اس کو support کریں گے اور ساتھ ہی اپنی مفید آراء بھی پیش کرتے ہیں۔ اپوزیشن جس پر الزام ہے تنقید برائے تنقید کرنے کا وہ اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے مثبت تنقید کرنے کی، ایک سعی کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں اور یہ ساری باتیں تاریخ کے اندر رقم ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ جناب والا! لیکن بدقسمتی سے آج تک کیا کسی نے اس بات پر غور و خوص کیا کہ National Exchequer کا یعنی قومی خزانے کا جو بے تحاشا خزانہ خرچ ہوتا ہے ان Parliamentary Committees پر جو کہ ہر وزارت کے لیے ایک over site کی حیثیت رکھتی ہیں کیا ان کو اس پورے budget process میں افسر شاہی شامل کرتی ہے؟ unfortunately اس کا جواب آپ کو نفی میں ملے گا۔ بجٹ مختلف ایوانوں میں کچھ دنوں کے لیے غور و خوص کے لیے پیش کیا جاتا ہے اس قلیل مدت کے اندر غور و خوص کیا جاتا ہے۔ یہ بڑے بھاری بھرکم finance related books ہمارے ان ناتواں کندھوں پر رکھے جاتے ہیں، کوئی کندھے برداشت کرتے ہیں، کئی کندھوں سے گر جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سردار صاحب آج کل کے بچوں کے بستے تو اس سے بھی بڑے ہیں۔ آج کے بچوں کے بستوں میں اس سے بھی زیادہ وزن ہے۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: جناب! آج کل کے جو پارلیمنٹیرین ناتواں ہیں ان کے لیے یہ ہی کافی ہے۔ جناب۔ عرض کر رہا تھا مذاق سے ہٹ کر کیونکہ یہ لمحہ کوئی مذاق کا نہیں ہے نہ کوئی ڈرامے بازی کی کوشش کر رہا ہوں، نہ میں کوئی مہمان اداکار ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بجٹ کو آج سے چار ماہ قبل pre-budget session ہونا چاہیے تھا پارلیمنٹ کا جیسا کہ اور ملکوں میں بھی ہوتا ہے اور اس سے پہلے جو Planning Commission ہے، میری خوش نصیبی ہے کہ محترمہ وزیر صاحبہ اس وقت یہاں پر جلوہ افروز ہیں جنھوں نے بجٹ پیش کیا اور خود ان کی بھی MIT کی ڈگری ہے lums کی پڑھی ہوئی ہیں، میں بھی lums کا پڑھا ہوا ہوں۔ جناب چیئرمین! بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو process ہے planning commission کا یہ ستمبر، اکتوبر سے شروع ہونا چاہیے، مختلف جو پارلیمنٹ کی کمیٹیاں ہیں ان کے سامنے وہ projects لانے چاہییں جو اس بجٹ کے اندر PSDP کے اندر in-corporate کیے جاتے ہیں تاکہ Parliamentarians کو بیوروکریسی کا ربڑ سٹیمپ نہ بنایا جائے اس مالیاتی بل کے اندر۔ ان کو پہلے سے ہی آپ شامل کریں۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر میں Parliamentarians کو جو مختلف وزارتیں ہیں، تعلیم، صحت، خارجہ امور دفاع، دفاعی پیداوار کی مختلف کمیٹیوں کے سامنے یہ projects آنے چاہییں وہاں پر بیوروکریسی کے ساتھ سیر حاصل بحث ہونی

چاہیے اور پھر Parliamentarians کی کمیٹیاں اس کو منظور کریں کہ ان projects کو اگلے مالی سال کے لیے شامل کریں۔ یہ process آج تک پاکستان میں نہیں ہوا۔ اب وقت آ چکا ہے کہ ہم لوگ جو اپنے محدود وسائل ہیں ان کا استعمال بہترین اور professionally managed طریقے سے کرنا چاہیے۔ یہ تو تھا میرا پہلا نکتہ کہ بجٹ کا جو procedure ہے وہ اس وقت سے شروع ہونا چاہیے۔ pre-budget session کے اندر اس پر بحث ہونی چاہیے اور پھر جب اصل بجٹ آئے گا تو تمام Parliamentarians محسوس کریں گے کہ They are part of the budget, they are in a position to approve or disapprove various segments, various ministries different projects etc.

جناب والا! بجٹ ہوتا کیا ہے۔ بجٹ ایک reflection ہوتی ہے overall economic vision کی۔ بد قسمتی سے اس سال کا جو بجٹ آیا ہے اس کے بارے میں، میں یہ بات ضرور کروں گا اور جب حکومت پاکستان مسلم لیگ کی تھی اس وقت بھی میں بار بار اس بات کو criticize کرتا تھا کہ Planning Commission کے different PCs ہوتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے PC-I, میں Pearl Continental کی بات نہیں کر رہا۔ PC-I پھر ہوتا ہے PC-II, PC-III آج تک میں نے کوئی complete PC-IV, PC-V نہیں دیکھا۔ PC-IV, PC-V باقاعدہ طور پر اس کی success story ہوتی ہے کہ جو project آیا کیا وہ successful تھا successful نہیں تھا تو اس پر comments دیئے جاتے ہیں۔ ایک توانا پاکستان پراجیکٹ تھا، ہاں ہمارے دور میں ہی شروع ہوا تھا لیکن That's a black dot on the history of Pakistan. اس طرح کے کئی اور کالے دھبے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ کم از کم صحیح طریقے سے کام شروع کیا جائے۔ اس دفعہ جو اعداد و شمار inflation کے پیش کیے گئے ہیں۔ جناب چیئر مین! میں سمجھتا ہوں اور محترمہ ہمارے ضلع کے ساتھ مظفر گڑھ اور ہمارے سرائیکی وسیب کی ماشاء اللہ ہماری بہن ہیں ان کو بھی چاہیے کہ concede کریں یہ لوگ international dictations لے کر bound ہیں کیونکہ ہم نے بہت قرضے لئے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس بات کو concede کریں کہ افراط زر جو ہے اس کی شرح 24% ہے یہ 14% کے ہندسے پر رک گئے ہیں اس سے آگے concede نہیں کر رہے۔ World Bank, IMF, Asian Development Bank تینوں نے declare کیا ہے کہ 24% ہے تو یہ لوگ کیوں 14% کے اوپر ہیں۔ غریب عوام کے لیے کہتے ہیں کہ یہ عوام دوست بجٹ ہے۔

جناب چیئر مین! غریب عوام کے لیے یہ اگر friendly budget ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ غریب عوام کو ایک طرف تو آپ fleece کر رہے ہیں دوسری طرف سے آپ ان کو tense کر رہے ہیں۔ یہ تو غریب عوام کو پیس پیس کر پیس دینے والا بجٹ ہے۔ جناب والا! کاربن ٹیکس سی این جی سے ہٹا لیا گیا۔ ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن ہم ساتھ ہی باقاعدہ طور کے اوپر جناب یوسف رضا گیلانی صاحب کی پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت اور ان کے ساتھ اتحادی ہیں ان کو درخواست کرتے ہیں کہ وہ نظر ثانی کریں ڈیزل اور پٹرول کے اوپر سے بھی وہ اس کاربن ٹیکس کو ہٹائیں کیونکہ ڈیزل جو ہے وہ directly effect کرتا ہے عام، غریب تر اور غریب ترین انسان کو۔ ڈیزل کے اوپر جو کاربن ٹیکس لگے گا تو اس سے آپ کا جو total transport net work ہے اس میں زبردست escalation آئے گی اس کی withdrawal

بہت لازمی ہے۔ زراعت کے شعبے میں ڈیزل ہی سے ٹریکٹر چلتے ہیں۔ ابھی تک کوئی پٹرول کے ٹریکٹر نہیں آئے۔ اس لیے اس کاربن ٹیکس کا ہٹنا ہر صورت لازم جز ہے ورنہ غریب برداشت نہیں کرے گا۔ جہاں تک زراعت کی بات ہے ہم کہتے ہیں کہ لگاؤ ٹیکس۔ میں زمیندار ہوں میں کہتا ہوں کہ لگاؤ ٹیکس زراعت کے اوپر لیکن خدارا ہاتھ باندھ کر استدعا کرتا ہوں کہ مہربانی کریں یہ جو indirect taxes لگے ہیں مختلف زرعی اجناس پر ان کا قلع قمع کیجئیے۔ جو پچاس ایکڑ سے بڑھ کر زمیندار ہیں اس کے اوپر ٹیکس لگائیں جس کا باغ پچاس ایکڑ سے بڑا ہے اس کے اوپر ٹیکس لگائیں لیکن جو چھوٹے کاشتکار ہیں خدارا ان کو indirect taxes سے اور direct taxes سے ہمیشہ کے لیے مستثنیٰ قرار دینے کا آپ سے آج وعدہ چاہیے ہماری محترمہ بہن سے۔ ایک غریب آدمی بھی گھی کے اندر کچھ نہ کچھ کبھی تل ہی لیتا ہے۔ گھی جو آپ پوری قوم کو کھلا رہے ہیں، خاص طور پر جو سستا گھی جو مختلف گاؤں میں اور دیہاتوں میں ملتا ہے وہ گھی تو نہیں ہوتا جناب! That is poison. زہر کھلایا جا رہا ہے۔ کراچی کے اندر باقاعدہ طور پر ملیشیا سے Palm oil کی جگہ سٹیرین import ہوتا ہے جو domestic purpose کے لئے آپ استعمال نہیں کر سکتے۔ اس کا استعمال صرف industrial users کے لئے ہوتا ہے اور وہ سارے کا سارا poison ہے۔ باقاعدہ کراچی کے اندر ان گھی کے ڈبوں میں سٹیرین کو ڈال دیا جاتا ہے۔ غریب سارے وہی سستا گھی استعمال کر رہے ہیں۔ مختلف جو امراض ہو رہے ہیں، جو دل کے امراض ہو رہے ہیں، جو کینسر وغیرہ کے مرض ہو رہے ہیں وہ سارے اسی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ خاص cartels ہیں جو اس import کے اندر ملوث ہیں۔

حکومت کو چاہیے جو دعویٰ کرتی ہے غریب دوست ہونے کا، وہ مہربانی کر کے ان cartels کو expose کرے۔ ان کو بے نقاب کرے اور سٹیرین جیسی لعنت کو domestic use کے لئے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا آج اعلان کرے۔ جناب والا! محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ کا جو Income Support Programme ہے اس پروگرام کی ایک حد تک میں سپورٹ ضرور کرتا تھا لیکن اب جب اس پروگرام کے اور کچھ محرکات سامنے آئے ہیں تو میں مجبور ہو گیا ہوں کہ بجٹ کی اس speech کے اندر کم از کم ان کی نشاندہی کروں۔ کرنے والے یہ خود ہیں۔ اگر اس پر نظر ثانی کرتے ہیں تو یہ ان کا احسان ہو گا، نہیں کرتے تو ان کی مرضی، لیکن میرا فرض بنتا ہے کہ میں اپنے لبوں کو سی کر نہ رکھوں۔ جناب! اس پروگرام کے لئے 70 ارب روپے اب مختص کئے گئے ہیں پہلے 35 ارب روپے تھے۔ یہ غرباء اور مستحقین کے لئے پروگرام تھا۔ میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے ان سارے خاندانوں کو ایک طرح سے اس مستقل ایک amount کے اوپر ان کی نشوونما کی خاطر ان کو مجبور کر دیا ہے۔ ہم نے ان کو کوئی اور alternative نہیں دیا۔ جب آپ ایک غریب بندے کو کہتے ہیں کہ ایک خاندان کو ہر مہینے ایک ہزار روپیہ ملا کرے گا اور وہ اس کے اوپر ایک طرح سے مجبور ہو جاتا ہے۔

جناب والا! اس ساری رقم سے اگر آپ local union council کے اندر productive infrastructure development کا ایک نظام لے آتے تاکہ ان کا ایک automatic روزگار بھی ہو جاتا تو کیا وہ اس سے بہتر نہیں تھا؟ میں سمجھتا ہوں کہ وہ well paid states ہوتی ہیں، آپ چائنا کو دیکھ لیں وہ جو پروگرام چلا رہے ہیں۔ آپ انڈیا کو دیکھ لیں جو پروگرام چلا رہے ہیں۔ آپ ساؤتھ امریکہ میں دیکھ لیں جو پروگرام چلا رہے ہیں۔ وہاں پر وہ induce کرتے ہیں کہ employment کی generation ہو، اس طرح آپ employment کی generation تو

نہیں کر رہے۔ یہ لفظ مجھے کہنا اس معزز ایوان میں زیب نہیں دیتا لیکن آپ ان لوگوں کو ایک ایسی dependency کی طرف لے کر جا رہے ہیں جہاں سے وہ مستقل اس فنڈ کے اوپر ایک قسم کے مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو مرحوم جن کا فلسفہ تھا self respect عزت نفس دینا یہ اس کے مطابق ہے۔ یہ اس عزت نفس کے فلسفے کی عین نفی ہو رہی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ ضرور اس issue کو ایک دفعہ پھر دیکھیں۔

Karachi Electric Supply Corporation کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے۔ ابراج کے ساتھ agreement ہوا تھا۔ انہوں نے تو اپنی ساری formalities پوری کی ہیں میری مستند information کے مطابق، لیکن جو internal ہمارے flaws ہیں اس کی وجہ سے وہاں پر معاملہ زبردست گڑبڑ ہے جناب چیئرمین! کل آپ نے بہت اچھی باتیں بھی کیں۔ اخبارات میں بھی آئی ہیں لیکن اس کے اندر ایک اور رخ بھی ہے جس کو آپ نظر انداز نہیں کر سکتے۔

Ministry of Water and Power ماشاءاللہ روز بروز رنگی جا رہی ہے۔ Ministry کے اکثر officials رنگے جا رہے ہیں۔ پھر آپ subsidy ختم کرنے کی بات کرتے ہیں۔ Subsidy کو آپ ختم کریں گے تو آپ کی industry تباہ ہو جائے گی۔ Subsidy کو آپ ختم کریں گے تو غریب جس کی کمر پہلے ہی اس سارے بوجھ کے نیچے دبی جا رہی ہے وہ کمر ٹوٹ جائے گی۔ اس کا منکا ٹوٹ جائے گا۔ چیئرمین صاحب! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ چیئرمین ہیں۔ یہ سارا ہاؤس آپ کی respect کرتا ہے۔ اس سیٹ کی respect کرتا ہے۔ چیئرمین صاحب! جہاں آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ مختلف time allocations کریں آپ کا یہ بھی فرض بنتا ہے، جس طرح کل آپ نے ایک ruling KESC کے حوالے سے، آپ نے ایک guide line دی تھی، آپ آج مہربانی کر کے محترمہ وزیر صاحبہ کو سننے کے بعد یا اس سے پہلے جس طرح مناسب سمجھیں کچھ تو ہدایات دیجیے۔ اس ایوان میں ہمارا اور کون سننے والا ہے۔

جناب! حج کوٹہ تمام پارلیمنٹیرین کو دیا جاتا تھا۔ دس دس حج کرنے کے ہم لوگوں کو اہل سمجھا گیا تھا کہ ہم کوئی اپنے رشتے داروں کو حج نہیں کرائیں گے۔ ہم یہاں پر mandate لے کر آئے ہیں۔ غرباء کا mandate لے کر آئے ہیں۔ ہر طبقے کا mandate لے کر آئے ہیں۔ کیا ہمارے اوپر اتنا اعتماد بھی نہیں ہے کہ ہم ان دس غرباء کی دعائیں کما سکیں۔ یہ سارے کے سارے، دس کے دس ہر حاجی کا کوٹہ ہم سے لے جانے کا مطلب ہے کہ یہ پھر انہیں tour operators کو دیں جو چپلوں کے اندر ہیروئن ڈال کر ان غرباء کو سعودی عرب بھیجتے ہیں۔ جناب والا! میری یہی گزارشات تھیں۔ امید ہے آپ لوگوں نے توجہ سے سنیں ہوں گی۔ میں آپ سب کا مشکور۔ السلام علیکم۔

Mr. Acting Chairman: Thank you. Thank you very much.

اچھا کچھ دوستوں کا نام لیا تھا وہ موجود نہیں تھے جس میں اسمٰعیل بلیدی صاحب بھی اور عبدالنبی بنگش صاحب بھی۔ مختصر پانچ پانچ منٹ لیں۔ ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! صبح ایک پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بات ہوئی تھی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی جی۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: ابھی جو honourable Senator نے تقریر کی ہے اس میں بھی اس کی نشاندہی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ Treasury Benches کی طرف سے اس کا جواب آنا چاہیے جو حج کے کوٹہ کی بات ہو رہی۔ یہ پھر حج کے کوٹہ میں کوئی لوگ free نہیں جاتے۔ یہ clarification میں دے رہا ہوں۔

Mr. Acting Chairman: They pay.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: یہ صرف نام recommend کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صرف آپ نام دیتے ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: صرف نام دیتے ہیں اور وہ اپنے پورے پیسے جمع کرواتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ پیسے جمع کرواتے ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: اس لئے یہ impression نہیں ہونا چاہیے کہ شاید خدانخواستہ سینیٹرز کو یا ایم این اے کو ایک چیز free مل جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی بری بات نہیں ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر نہ کوئی صحیح جواب آیا ہے۔ مہربانی کر کے لیڈر آف دی ہاؤس یہ commit کریں کہ Ministry of Religious Affairs سے before the House is prorogued tomorrow we have the government policy clear line کہ اس issue پر کیا ہو گی۔

سینیٹر سیمیں یوسف صدیقی: یہ کوٹہ بھی غریبوں کے پاس جاتا ہے۔ Elite class تو international passport پر بھی حج کر لیتی ہے۔ وہ لوگ جو balloting میں رہ جاتے ہیں یا وہ لوگ جو کچی آبادیوں سے آتے ہیں وہ ہمارے پاس آتے ہیں کہ ہمارا نام نہیں نکلا۔ وہ سالہا سال سے پیسے جمع کر کے اس چیز کا انتظار کرتے ہیں اور وہ pay کر کے جاتے ہیں۔ یہ free نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل لیڈر آف دی ہاؤس اس بات کو سمجھ رہے ہیں۔

سینیٹر سیمیں یوسف صدیقی: کیونکہ Prime Minister free quota کا اور President House کا ہے اس کو بے شک ختم کر دیں۔ وہ بالکل free ہے۔ اس کو آپ ختم کر دیں لیکن اس کو تو بحال کر دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صحیح بات ہے۔ اسمٰعیل بلیدی صاحب پھر عبدالنبی بنگش صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب! میں حج کے معاملے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ Leader of the House ہمارے concern کو متعلقہ وزیر تک پہنچائیں اور اس کوٹے کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

جناب! بجٹ کے حوالے سے بہت ساری تقریریں یہاں پر ہوئیں اور اچھی تجویزیں بھی دی گئیں۔ میں سب کی تائید و حمایت کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ مجھے سینیٹر کی حیثیت سے 12 سال ہو گئے ہیں اور میں پچھلے سارے budgets سے گزرا ہوں۔ جناب! جو تجاویز ہم دیتے ہیں ان پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ جناب! جب تک سینیٹ financially آزاد نہیں ہوتا اس وقت تک اس بل کو یہاں لانا بھی سینیٹ کی توہین ہے۔ اگر وفاق کو مضبوط کرنا

ہے تو سینیٹ کو بااختیار کیا جائے جس طرح کہ امریکہ میں ہے کہ جس وقت تک سینیٹ مالی بل کی منظور نہ دے، یہ بل منظور نہیں ہوتا۔ سینیٹ کے پاس یہ اختیار بھی ہونا چاہیے کہ یہ وزیر اعظم کا انتخاب بھی کرے۔ NFC Award کے فیصلے کرنے کا اختیار بھی سینیٹ کے پاس ہونا چاہیے۔ جب تک سینیٹ کو اختیارات نہیں ملتے اس وقت تک صوبوں کی محرومی میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ نیشنل اسمبلی کے ممبران کوئی تبدیلی نہیں لا سکیں گے لیکن سینیٹ میں تمام صوبوں کی نمائندگی برابری کی بنیاد پر ہے اور اگر اسے اختیارات دیے جائیں تو صوبوں کو یہ message ملے گا کہ آئندہ ان کی حق تلفی نہیں ہوگی۔ پیپلز پارٹی شروع سے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگاتی رہی ہے لیکن مجھے اس بجٹ میں غریبوں کے لیے کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں صرف امیروں کے لیے سہولیات دی گئی ہیں۔ جناب! اب غریب، غریب تر ہوتا جا رہا ہے اور امیر، امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔ جناب! مجھے بتایا جائے کہ بجٹ کون dictate کراتا ہے؟ جناب! پلاننگ کمیشن میں چاروں صوبوں کی نمائندگی ہونی چاہیے اور بجٹ بننے سے تین مہینے پہلے صوبوں کے نمائندوں کو بٹھا کر ان کی تجاویز کی مدد سے بجٹ بنایا جائے۔ ہمیں تو باہر سے dictation ملتی ہے کہ فلاں کاربن ٹیکس لگاؤ اور ورلڈ بنک کے کہنے پر یہ تمام ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ یہ ہمارے اندرونی معاملات ہیں، ان میں کسی کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ جناب! میرا تعلق گوادر سے ہے۔ گوادر ایک نئی ایئرپورٹ ہے اور اس کے لیے اس بجٹ میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہمیں امید تھی کہ گوادر کے لیے heavy amount رکھی جائے گی اور اس کے park اور roads پر یہ رقم خرچ کی جائے گی۔ جناب! پنجاب، سندھ اور سرحد کو ملانے کے لیے NHA نے جو گوادر سے اوشاب اور خضدار سے ہوتے ہوئے کراچی تک کام شروع کیا وہ پانچ سال سے pending ہے۔ آج وزارت یہ کہہ رہی ہے کہ وہاں پیسے نہیں ہیں۔ اس رقم کا رخ سکھر، لاڑکانہ وغیرہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ جناب! پورٹ تیار ہے لیکن ریلوے لنک نہیں ہے جو کہ ایک مذاق ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ پورٹ تیار ہے لیکن اس کے لیے کوئی ریلوے لنک نہیں ہے۔ جناب! میری گزارش ہے کہ گوادر کے لیے ایک خاص package کا اعلان کیا جائے۔ اس کے علاوہ جو صحت اور تعلیم کے لیے رقم مختص کی گئی ہے وہ ناکافی ہے۔ بلوچستان میں دو universities ہیں لیکن وہ بھی لاوارث ہیں، وہاں نہ کوئی ہوسٹل ہے اور نہ اس کی حالت بہتر ہے۔ ایک یونیورسٹی تربت کے لیے اور ایک لورالائی کے لیے منظور کی گئی ہے لیکن ان کے لیے صرف 15 لاکھ یا پچاس لاکھ مختص کیے ہیں، یہ بھی ایک مذاق ہے، اس کے لیے بھی ہمیں پیسے دیے جائیں۔ بیوروکریسی، پرائم منسٹر سیکرٹریٹ اور President's Secretariat کے اخراجات کو بھی بڑھا کر دکھایا گیا ہے، ان کو کم کیا جائے۔ یہ باہر کے دورے کرتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ قوم کا پیسہ خرچ کر کے عیاشی کرتے ہیں۔

جناب! پٹرول اور ڈیزل کی قیمتیں جب بین الاقوامی سطح پر کم ہو جاتی ہیں تو یہاں پر قیمتیں کم کر کے عوام کو فائدہ نہیں پہنچایا جاتا ہے۔ یہ زیادتی ہے اور بین الاقوامی rate کے مطابق قیمتوں کی سطح رکھنی چاہیے۔

جناب! ملازموں کی تنخواہوں کے حوالے سے یہ ہے کہ 15% کا adhoc relief دے کر زیادتی کی گئی ہے کیونکہ چھوٹے ملازمین کو چار سو سے آٹھ سو تک کا فائدہ پہنچتا ہے جو مہنگائی سے match نہیں کرتا۔ اگر ان کے بچوں کے اخراجات کو مدنظر رکھیں تو وہ بے چارہ اس تھوڑی سی تنخواہ سے کیسے بچوں کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ کیا غریب کے لیے اس

لیے بجٹ میں کچھ نہیں رکھا کہ اللہ نے انہیں غریب پیدا کیا ہے؟ میری تجویز ہے کہ غریبوں کے لیے کوئی اچھا salary package ہونا چاہیے۔ یہ اضافہ 30% تک ہونا چاہیے۔

جناب! NFC Award کے حوالے سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ دس سال گزر جاتے ہیں اور NFC Award کا فیصلہ نہیں ہوتا ہے۔ ڈیڑھ سال تو اس حکومت کو بھی ہو چکا ہے۔ اگر NFC Award کا فیصلہ نہیں ہو گا تو صوبوں کی محرومی ختم نہیں ہو گی۔ رقبے کے لحاظ سے بلوچستان سب سے بڑا صوبہ ہے، یہ پورے پاکستان کا 47% رقبہ بنتا ہے۔ ہمارے دور دور گاؤں واقع ہیں، وہاں پر بجلی کے کھمبے لگانے کی ضرورت ہے، گیس پائپ بھی install ہونی ہے لیکن اگر ہمیں NFC Award کے ذریعے compensate نہیں کیا جائے گا تو ہمارے صوبے کی محرومی ختم نہیں ہو گی۔ جناب! بڑے بڑے اداروں، OGDC, PPL, PIA etc. میں ہمارا کوئی بندہ بھی key posts پر نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ بلوچستان پاکستان کا چھوٹا بھائی ہے لیکن میں بارہ سال سے سینیٹ میں ہوں میں نے آج تک practically یہ سمجھا ہے کہ بلوچستان پاکستان کا حصہ نہیں ہے، کاغذوں میں اور آئین میں موجود ہے لیکن جو ہمارا share بنتا ہے وہ آج تک ہمیں نہیں ملا۔ گوادر کا چیئرمین بھی کسی دوسرے صوبے سے بھیجا جا رہا ہے۔ جناب! یہ سراسر ناانصافی ہے۔ اگر آپ کسی صوبے کو اس طرح نظر انداز کریں گے تو وہاں آوازیں بھی اٹھیں گی، وہاں یہ تحریک کی بات جو کی جا رہی ہے تو یہ وفاقِ پاکستان کے لیے ایک خطرہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دور اب ختم ہو گیا ہے، ابھی ہمیں جو ہمارا حساب ہے، جو ہمارا کوٹہ بنتا ہے، جو ہمارا حصہ بنتا ہے، وہ calculate کر کے table پر ہمیں دیں، اگر آپ نہیں دیں گے تو ہم چُپ نہیں رہیں گے۔ وہ آپ کو ضرور دینا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ پر نظرِ ثانی ہونی چاہیے اور یہ جو موجودہ حالت ہے ملک میں امن وامان کی اور یہ سوات کا جو معاملہ ہے، یہ ہماری جنگ نہیں ہے۔ یہ دہشت گردی کی جنگ ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ یہ حالات آج کے نہیں ہیں۔ یہ پچھلی آٹھ سالہ حکومت کا تسلسل ہے، یہ ان کی وجہ سے بہت سارے مسئلے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر ہم total ان معاملات کو دیکھیں تو اس ملک میں جب تک امن وامان نہیں ہو گا، تو اس ملک میں نہ معیشت ہو گی نہ یہ ملک ترقی کرے گا، نہ کوئی سرمایہ کار یہاں آئے گا۔ اس لیے امریکی پالیسی، امریکی پلان اور dictation کے متعلق پاکستان کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ امریکہ سے dictation نہ لیں۔ اپنے حالات کے مطابق اپنے فیصلے کریں۔ ابھی پاکستان just like امریکہ کی ایک کالونی ہے، یہاں جو بھی ہوتا ہے اس کے بارے میں ہم سے پوچھا بھی نہیں جاتا۔ اگر یہاں حملے بھی کیے جاتے ہیں تو وہ وہاں سے کیے جاتے ہیں، ہمارے لوگوں کو پتا بھی نہیں ہے، ہماری Interior Ministry کو پتا بھی نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہم ایک خود دار اور خود مختار ملک اپنے آپ کو سمجھتے ہیں تو ہمارا کوئی image نہیں ہے باہر کے ممالک میں۔ ہم اگر باہر جائیں تو پاکستان کا کوئی image نہیں ہے۔ ایرانی کہتا ہے کہ جی میں ایران کا ہوں، بنگلہ دیشی اپنے سینے پر ہاتھ لگا کر کہتے ہیں کہ بنگلہ دیشی ہیں لیکن ہمیں یہ کہہ کر بہت غلط محسوس ہوتا ہے کہ جی I am Pakistani. تو یہ کس لیے ہو رہا ہے، یہ ہماری غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی ناکام ہو چکی ہے۔ ہم باہر سے dictation لیتے ہیں، اس وجہ سے ہمارے یہ حالات ہیں۔

جناب چیئر مین! کیونکہ آپ مجھے بار بار دیکھ رہے ہیں اور وقت بھی بہت قریب ہے اس لیے آخری بات کروں گا۔ میری رائے یہ ہے کہ کم از کم یہ جو taxes ہیں، اس سلسلے کو بالکل ختم کرنا چاہیے۔ غریبوں کے لیے کم از کم ایک منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔ کاربن ٹیکس بھی ختم کیا جائے۔ ہمارے صوبہ بلوچستان کے لیے ایک پیکج کا اعلان کرنا چاہیے۔ جناب چیئر مین! ہمیں گیس رائلٹی دی جانی چاہیے۔ ہم 70% گیس پورے پاکستان کو supply کرتے ہیں۔ ہمارے تیس districts ہیں، صرف چار districts کو گیس provide کی گئی ہے، ابھی تک districts 26 باقی ہیں تو یہ ظلم ہے۔ جو جو وسائل جس صوبے سے نکلتے ہیں، sources سب سے پہلے اس صوبے کا حق ہے۔ اس کی ضرورت پوری کر کے پھر دوسرے صوبوں کو دیں۔ یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے اور ہمارے لوگوں کو پتا نہیں ہے کہ یہ گیس کیا ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ساری چیزیں بلوچستان کے حوالے سے، جو زیادتیاں ہو رہی ہیں، اگر حکومت نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو یہ حکومت کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہو گا کہ صوبے کو اس طرح نظر انداز کرنا اور اس کو دیوار سے لگانا۔ وہاں جو لاپتا افراد ہیں، missing persons وہ یہاں رو رہے ہیں، حاصل بزنجو صاحب نے ایک message پڑھا، تو یہ آخر ہمارے ساتھ کیوں اس طرح ہو رہا ہے؟ وہاں جو آپریشن جاری ہے، وہاں کے لوگ جھنڈا جلا کر آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور وہاں ترانہ بھی آزادی کا چل رہا ہے، اس لیے کہ وہاں حالات اس طرح کے ہیں۔ اگر اکبر بگٹی کا واقعہ نہ ہوتا، گفت و شنید، dialogue سے مسائل حل کیے جاتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام معاملات کو مذاکرات سے حل کیا جائے اور ہمارے جو بھی تحفظات ہیں، جو ہمارا، بلوچستان کا حق بنتا ہے اگر وہ شرافت سے نہیں دیں گے، ہم زبردستی اپنا حق لینا جانتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: شکریہ۔ عبدالنبی بنگش صاحب! Please take the floor.

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب چیئر مین! شکریہ۔ مختصر ضرور کروں گا کیونکہ ابھی بلیدی صاحب کی مہربانی سے جو ہمارے بزرگ ہیں اور senior parliamentarian ہیں، اس کا زیادہ حق ہے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: داڑھی جلدی سفید ہو گئی ہے، عمر اتنی نہیں ہے۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: وہ یہاں پر senior parliamentarian ہیں۔ بہر حال، دل میں تو بہت کچھ کہنے کو ہے لیکن میں وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے main point پر آؤں گا۔ ہماری honourable Minister صاحبہ جو اس وقت تشریف فرما ہیں ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، سب سے پہلے جو یہاں تمام اراکین نے ایک چیز پر زیادہ concern کیا کہ NFC Award کا جمہوری حکومت میں ڈیڑھ سال گزرنے کے باوجود کوئی فیصلہ نہ ہونا بہت قابل افسوس بات ہے۔

نمبر 2 یہ ہے کہ provincial autonomy کی بازگشت ہمارے صدر صاحب کی دونوں تقاریر میں باقاعدہ طور پر سنی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ ہم provincial autonomy کے لیے بہت جلد اقدامات کر رہے ہیں، وہ بھی ابھی تک on hold ہے۔

نمبر 3 یہ ہے کہ جو ہمارے پختونخواہ کے واپڈا کے ذمے بقایاجات ہیں، مذاہب آسمانی صحیفوں سے چلتے ہیں اور قومیں اور civilized societies, constitutions سے چلتی ہیں، Constitution 73 کے مطابق جو حق اور

رائلٹی باقاعدہ طور پر مانی گئی ہے اور اس میں ایک clause ہے کہ چونکہ اس وقت ہمارے ملک کے حالات خراب ہیں تو ایک nominal سی amount ہے لیکن after ten years اس کو review کیا جائے گا اور مناسب حد تک بڑھایا جائے گا، بڑھانا تو ایک طرف، اس کے بعد آمریت چلی آئی، بڑھانا تو چھوڑیں، اس کے بعد AGN Qazi فارمولے کے مطابق ایک خود مختار کمیٹی بنائی گئی جس میں ہمارے پچھلے Prime Minister صاحب guarantor تھے، انہوں نے جو فیصلہ کیا اس کے خلاف بھی واپڈا نے جا کر ایک عام سے کورٹ سے stay order لے لیا. and still it is pending یہ اربوں نہیں، کھربوں روپے ہیں۔

اب بات یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں ہونے کے باوجود ایک اور آفت جو ہم پر نازل ہوئی ہے یا مسلط کی گئی ہے وہ ہے دہشت گردی۔ میں نے پہلے بھی یہاں پر عرض کیا تھا کہ باہر globally کسی فورم میں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ war on terrorism میں ایک front line state ہیں لیکن پاکستان کے اندر رہتے ہوئے، میں بحثیت ایک پختون یہ کہہ سکتا ہوں کہ war on terror کے اندر صرف اور صرف پختونخواہ کا صوبہ ہے اور کوئی صوبہ نہیں ہے۔ اگر war on terror میں صرف ہم ہی suffer ہو رہے ہیں، ہمارے کوئی دس لاکھ لوگ million of people displace ہیں جن کو IDPs کہتے ہیں۔ کتنے لوگ شہید ہوئے، کتنی فصلیں، کتنی جائیدادیں تباہ ہوئیں، ہماری معیشت تباہ ہوئی، ہمارے جان و مال محفوظ نہیں ہیں، اس کے لیے اس بجٹ میں کوئی خصوصی پیکج نہیں دیا گیا۔ میں محترمہ کی توجہ چاہوں گا، ایک منٹ کے لیے please اسے نوٹ کریں، کہ آپ نے نہ NFC Award میں ہمیں ہمارا جائز حق دیا، نہ ہمارے واپڈا کے dues release کیے، نہ as a front line province کوئی special package دیا۔ آپ کیا message ہمیں دینا چاہ رہے ہیں؟ پختون عوام کے اس وقت، سب پاکستانیوں کے no doubt آپ سب اس غم میں برابر کے شریک ہیں لیکن کہتے ہیں جلتی وہ جگہ ہے جہاں پر آگ لگی ہو، آپ کو تپش ضرور پہنچ رہی ہو گی لیکن اس آگ میں ہم جل رہے ہیں۔ ہمیں ان زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے حکومتِ وقت سے، ہم coalition partners ہیں ہمیں لوگ یہ طعنے دے رہے ہیں آپ coalition partners ہیں، آپ بھی رو رہے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ جب آپ کسی کو پوچھتے ہی نہیں ہیں تو پھر جناب! فریاد کرنا اور رونا کوئی جرم تو نہیں ہے۔ ہم مجبوراً چیخ رہے ہیں کیونکہ ہمارے ساتھ یہ ایک بالکل ناانصافی ہے کہ جب آپ یہاں پر بیٹھے ہوئے سب لوگ اس بات سے agree کرتے ہیں کہ اس وقت ہم جو IDPs ہیں پاکستان کی بقا کی جنگ لڑنے کے لیے، اپنا سب کچھ تباہ کر کے سڑکوں پر اور خیموں میں آ گئے ہیں۔ آپ اس صوبے کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ یہ بات تاریخ میں لکھی جائے گی اور یہ بات لوگوں کے دلوں سے کبھی نہیں نکلے گی۔

میں بات کروں گا 17th amendment کے بارے میں۔ ابھی اسحاق ڈار صاحب یہاں تشریف فرما تھے، میں چاہ رہا تھا کہ وہ بھی سن لیتے لیکن ابھی وہ چلے گئے ہیں، پاکستان مسلم لیگ (ن) نے 17th Amendment کے بارے میں کہا کہ اگر کوئی نہیں تو ہم لے آئیں گے۔ اب پھر 17th Amendment کے بارے میں ہم سن رہے ہیں کہ PML (N) اور حکومت کے درمیان understanding پیدا ہو گئی ہے، وہ کیا understanding ہے؟ سترہویں ترمیم کے ساتھ ہماری کافی چیزیں جڑی ہوئی ہیں اور ہم توقع کر رہے تھے کہ اٹھارہویں ترمیم جب آئے گی تو اس میں

ہمارے صوبے کے لیے provincial autonomy ہو گی، جس میں ہمارے صوبے کا نام بھی شامل ہے، یہ ساری چیزیں decide ہو جائیں گی لیکن ابھی تک وہ as usual prolong کیا جارہاہے۔اس وقت جو آپریشن ہو رہاہے، جو ہمارے جوان شہید ہو رہے ہیں، وہ جوان چاہے کراچی کے ہوں، لاہور کے ہوں، کوئٹہ کے ہوں، چاہے پشاور کے ہوں وہ سب ہمارے بھائی اور بچے ہیں، ہمیں دکھ ہے۔ایک چیز پر مجھے افسوس ہو رہاہے کہ ہمارے شہیدوں کے جنازے تو دکھائے جارہے ہیں۔ISPR والے کہتے ہیں کہ اتنے terrorists مارے گئے لیکن ایک بھی دہشت گرد کی dead body ہمیں نہیں دکھائی گئی، کسی ایک بھی terrorist کی لاش آج تک TV screen پر نہیں دکھائی گئی ہے۔میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ قوم کو کیا message دینے جارہے ہیں؟ آپ تو لوگوں کو اس سے اور زیادہ demoralize کر رہے ہیں کہ صرف ہمارے ہی لوگ شہید ہو رہے ہیں جبکہ وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔جناب والا! اب frustration زیادہ ہو رہی ہے۔ ہم اس آپریشن میں بحیثیت coalition partner اور پختونخواہ صوبے کی حکومت کے بڑے partner ہونے کی حیثیت سے پوری ذمہ داری لیتے ہیں۔ہم نے نظام عدل میں بھی پوری ذمہ داری لی تھی، اس پر دستخط کروائے اور اس کو ہم نے نافذ کیا۔اس نظام عدل کی وجہ سے ہی پاک فوج کے لیے ایک اچھا تاثر آیا، اس وقت general perception یہی تھا کہ خدانخواستہ پاک فوج اور طالبان ایک ہیں لیکن نظام عدل کے بعد پاک فوج زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔جناب والا! ایک بات میں خاص طور سے کہنا چاہوں گا کہ ماضی میں ہمارے اکابرین اور پختونوں کو غداری اور مختلف القابات سے نوازا گیا۔آپ کوئی ایک مثال نہیں دے سکتے کہ اتنے لوگ شہید ہوئے، اتنے لوگ تباہ ہوئے، اتنے لوگ displace ہوئے، آج تک پختونخواہ میں کسی ایک انسان کی زبان سے پاکستان مردہ باد کا نعرہ سنا ہو۔اللہ کے کرم سے کسی نے آج تک پاکستان کا جھنڈا نہیں جلایا۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

یہ ہماری پختونوں کی اس قوم کے ساتھ وفاداری اور خودداری ہے۔ہماری اس مٹی کے ساتھ یہ commitment ہے کہ اگر امتحان آیا ہے تو ہم خون دیں گے۔انشاء اللہ ہم اس امتحان سے ہم اپنی خودداری، اپنی خوداعتمادی، اپنی غیرت، اپنے culture اور اپنی روایات کے مطابق نمٹیں گے۔دوسری طرف ہم اپنے بھائیوں کی طرف بھی دیکھتے ہیں کہ یہ وہ خوددار قوم ہے جو ایک وقت کھا کر ایک وقت بھوکے رہ کر بھی گزارہ کر سکتی ہے۔

جناب والا! خوش قسمتی سے یہ نیا جمہوری دور آیا ہے۔اس کو ورثے میں جو مصیبتیں ملیں، جن کو ہم جھیل رہے ہیں، یہ بہت پہلے تیس سالوں کا تسلسل اور پھر پچھلے نو سالوں کا تسلسل ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا۔یہ تو ہماری خوش قسمتی کہ نئی جمہوری حکومت کے ساتھ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا Army Chief بھی مہیا کر دیا کہ اس نے حکومت کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا ہے۔ہمیں اس کی نیت پر، اس کے خلوص پر، اس کی پیشہ ورانہ مہارت پر کوئی شک نہیں ہے لیکن ایک چیز جواب دوبارہ سر ابھار رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دہشت گرد کہاں چلے گئے ہیں؟ مولانا فضل اللہ کہاں چلا گیا ہے؟ اگر آپ مالاکنڈ کے عوام کو ایک گھنٹے میں گھر خالی کرنے کا کہہ سکتے ہیں تو دوسرے گھنٹے میں آپ کو ان دہشت گردوں کے سروں پر پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن آج مولانا فضل اللہ نہیں ہے۔آج مسلم خان نہیں ہے، کیا اب ہر

کوئی اسامہ بن لادن بن گیا ہے؟ کیا اب ہر کوئی ملا عمر بن گیا ہے؟ بیت اللہ محسود اور دوسرے کہاں گئے؟ یہ چیزیں دوبارہ شکوک وشبہات پیدا کر رہی ہیں۔ Sir, there is something wrong, میں یہاں پر ایک ذمہ دار رکن پارلیمنٹ کی حیثیت سے بہت اہم بات کہنے جا رہا ہوں، مجھے اپنی فوج پر فخر ہے، مجھے ان شہیدوں اور ان کے خاندان والوں سے ہمدردی ہے۔ میرے اپنے بچے بھی آرمی میں ہیں، میرے اپنے عزیز بھی فوج میں ہیں۔ ہمیں پاکستان کی افواج اور اس کی قربانیوں پر اور اس مٹی پر فخر ہے لیکن جناب والا! کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ میں بڑے دردمندانہ طریقے سے آپ کی وساطت سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ خدارا! اس ملک پر رحم کیا جائے۔ میرے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے لیکن میں جالب کے اس شعر پر اپنی بات ختم کروں گا کہ

اگر ہے فکر گریباں تو گھر میں جا بیٹھو
یہ وہ عذاب ہے جو دیوانگی سے جائے گا
بجھے چراغ لٹیں عصمتیں چمن اجڑا
یہ رنج جس نے دیے کب خوشی سے جائے گا
جگانہ شاہ کے مصاحب کو خواب سے جالب
اگر وہ جاگ اٹھا نوکری سے جائے گا

آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ بنگش صاحب۔ جی صابر بلوچ صاحب اب کیا ہو گیا ہے۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب والا! میں نے recommendations کمیٹی میں دی تھیں وہاں پر ہر ممبر کو بلایا گیا مگر مجھے call نہیں کیا گیا۔ I don't know what happened to my recommendations. مجھے بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ recommendations note کی جاتی ہیں۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: لیکن جناب وہ میں نے Finance Committee کو پیش کی تھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب والا! Finance Committee نے ابھی اپنی report پیش کرنی ہے۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: مجھے تو کسی نے نہیں سنا۔ everybody is called there جس جس نے اپنی recommendations and proposals دی ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جاوید علی شاہ صاحب آپ کو بتا دیتے ہیں۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: جناب چیئرمین! یہ ضروری نہیں ہوتا کہ mover کو بلایا جائے، مگر اس کو consider کیا جاتا ہے، اس پر کوئی نہ کوئی action ضرور لیا جاتا ہے اور جو اس قابل ہوتی ہیں کہ ان کو recommend کر کے بھیجا جائے وہ consider کی جاتی ہیں۔

Senator Sabir Ali Baloch: Will you please quote the rules. I don't think that there is any law in this regard.

جناب قائم مقام چیئرمین: جاوید علی شاہ صاحب مہربانی فرما کر صابر بلوچ کے ساتھ بیٹھ کر انہیں طریقہ بتا دیں جو آپ adopt کریں گے۔ اس میں بلانے کا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ جمع کر لیے جاتے ہیں۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب والا! normally بلاتے ہیں۔ میرے کئی دوستوں کو وہاں پر بلایا گیا ہے۔ جب سب کو بلایا گیا ہے تو I don't know why I was ignored.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! میں نے بھی recommendations دی تھیں۔ روایات بھی یہ رہی ہیں کہ جو بھی ممبر کمیٹی کو recommendations دیتا تھا تو اسے باقاعدہ اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لیے بلایا جاتا تھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی احمد علی صاحب۔

سینیٹر احمد علی: جناب والا! شکریہ۔ جناب چیئرمین! جہاں تک اس چیز کا سوال ہے کہ کوئی rule ہے تو ایسا کوئی rule نہیں ہے۔ کمیٹی نے خود ایسا کیا تھا کہ ممبروں کو بلا لیا جائے تو اچھی بات ہے۔ اب آپ لوگوں کو احساس ہونا چاہیے کہ 371 تجاویز سینیٹروں نے پیش کی ہیں، اگر آپ ایک ایک کو لے کر چلیں تو میرے خیال میں پندرہ دن تو چاہییں کہ آپ اس کی deliberations کریں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کو بلایا اور کس کو نہیں بلایا گیا، کچھ ممبروں کو بلایا بھی گیا ہے، جس کی تجاویز related to budget ہیں تو ان کو ہم نے بلایا بھی ہے، ان سے بات بھی کی ہے لیکن جو recommendations ہیں کہ وہاں پر سڑک بنا دو، وہاں پر پمپ لگا دو، وہاں پانی کے لیے کچھ کر دو یہ متعلقہ وزارتوں کو refer کر دی گئی ہیں۔ متعلقہ وزارتیں ان کا جواب دیں گی تو ہم ان کو وہ جواب بھیج دیں گے۔ اس کی یہ position ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر احمد علی: دیکھیں میں نے آپ سے عرض کی کہ کمیٹی under pressure کام کر رہی ہے۔ اس کے پاس 371 تجاویز ہیں، اگر وہ ان تجاویز پر سب لوگوں کو بلائے، اب یہ تو prerogative Committee کا ہے کہ کس کو بلائیں اور کس کو نہ بلایا جائے، اس میں discrimination کہاں سے آ گئی ہے۔

Mr. Acting Chairman: Let the recommendations be laid, then we will talk on them. Leader of the House please.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Thank you Mr. Chairman. Personally, I am thankful to the Chair for giving patient hearing

to the debate. I am also thankful to the Members of the House for participating in the debate and expressing their views. I have a great regard and respect for the views expressed by the members. Although, there was criticism and it was the right of the members from the other side to criticize the Finance Bill but take criticism for improvement. We never intended to reply in the same tone narrating events and facts is never a difficult thing. But at least, it is an admission on the part of the members who gave certain suggestions for improvement in our budget and in fact, it is an admission on their part that while they were in the government, they could not implement those policies and today they have identified that such and such provisions should have been made in our budget. I hope that the views expressed by the members of the Senate would be duly considered by the National Assembly and particularly, the proposals and the suggestions which would be coming before this House those would also be considered by the National Assembly.

Sir, Pakistan Peoples Party since March, 2008 when it formed the coalition government, we proceeded towards the coalition government and we proceeded towards coalition and apart from reconciliation process, still we are working on that and still we want reconciliation in the political atmosphere. Since 1947 onwards, Pakistan Peoples Party had an opportunity to present the budget from 1972 to 1977 and then Peoples Party had an opportunity to present the budget 1989 and 1990 and from 1994 to 1996 and if you calculate all these years, it has not been more than 11 years out of 62 years when the budget was presented in any form either before the parliament or when the parliament was not in existence. Peoples Party has never taken its political opponents as enemies. We have never supported any dictatorship. We have never been instrumental towards dictator to prolong his tenure in Pakistan and prolong his dictatorship in Pakistan. But it is a good omen now that the whole political leadership of Pakistan has realised that the only solution to the problems of people of Pakistan is democracy and we should strengthen the democracy. And today, we look forward for all political leadership. Mr. Chairman, the present composition of the parliament, I think, the credit goes to Mohtarma Shaheed Benazair Bhutto, it was her vision since 1999 onwards, we could not throw

out General Musharraf who was in uniform by the street power but it was her vision that she compelled Musharraf to take out his uniform. It was her vision that elections were held and the political forces participated in the elections. And I still recall that there were certain political parties who wanted to boycott rather they boycotted the elections but on the persuasion on Mohtarma Shaheed, today we have got the parliament, today we have got the democracy in our country.

Similarly, there has been a criticism from the parliament on our leadership also, but one thing I want to mention that credit goes to Mr. Asif Ali Zardari, the Co-Chairman of Pakistan Peoples Party, it was his vision that today we do not have our president in uniform. It was the vision of Mr. Asif Ali Zardari that we got rid of General Pervez Musharraf. So, I feel that it is still an admission on the part of those political forces who supported for 17th Amendment and today, they realize that they were on the wrong side and today they are asking for the repealing of 17th Amendment. It is our commitment, our Party's commitment and it was Mohtarma Shaheed's commitment that we will repeal the 17th Amendment. And for that matter a resolution has been passed in the National Assembly and similarly a resolution has been passed in the Senate also. A committee would be constituted very soon in the near future and a day will come when this whole nation would get rid of the 17th Amendment.

One thing Mr. Jamal Leghari pointed out regarding the huge books of the budget. These books are for reading and these books are not meant to be taken on shoulders and I hope so, he might have read also and he must have read those also and similarly all other members must have read all those books and that is why they were able to express their views in the Senate.

Sir, during these budget speeches in the Senate particularly, the members from the different federating units have been expressing their concerns. They have been expressing their views about the people who have been deprived of certain things and rights. I represent Federal Capital Islamabad over here and if you see Article 1 of the Constitution, Islamabad Federal Capital territory is part of the Federation of Pakistan. Whenever there was a dictatorship in this country, my people have always been

deprived of certain things. People might be thinking that Islamabad is a very soft area, a planned city but in spite of that I would bring it to the notice of the honourable members, although I know that while in the government for that certainly, I have written to the Prime Minister and I hope that things would be taken in proper order. When I talk about Federal Capital Islamabad, it is not a part of any of the provinces. We have certain departments in Islamabad, we have got an independent status, it has a status of a province and when you see the provisions of Civil Servants Act and its rules, they categorically provide that rule 15 & 16 both that where there are regional offices, there jobs would be given to the locally domiciled people from grade 1 to 15 and our people have been deprived of this right. I take it in the sense that while this is a province, Islamabad Police recruitment should have been from the local people. Because people from Islamabad, they do not get jobs in any province. If a person has a domicile of Islamabad and he seeks a job in any province, he is denied on this base that you do not hail from that province. So, these are our problems, not only the other federating units are facing even the place from where I am elected, the place which is being represented by me in the Senate they are also facing these problems. The budget which has been presented we have to see it in the given circumstances and in the given circumstances this was the budget which the government could bring for 2009-10 and the political leaderships also realized this. Although we cannot bent upon every time on borrowing and the fiscal deficit which we see today, it is not of a one year you know. It has been accumulated since long that you see the previous budget since 1996 onward. So, there has been deficit not only in one year, it has been accumulated since 1996 onward. So, we have to see that we can't depend on borrowing but we have to change our attitudes also. We have to see that how we can move forward and one thing we have been listening the previous budgets when they were being presented in the National Assembly during 2002 and 2007, the GDP is grown. There has been a growth in services sector. People have started buying mobiles. People have started buying Air-conditions but at the cost of the comfort of the 5% of the people, you deprived 95% of the people of this country. This is not fair. That clause is to be seen while

objecting to all these things what they are giving to the rest of the people, rest of the nation. So, these are the things to be considered by every political figure, by every political party and even by every citizen of Pakistan. Today the circumstances exist that we need more unity. We have to fight against terrorism and we have to go forward and we have to strengthen the democratic institutions. These are my few submissions and once again, I am grateful and thankful to the all members who are participating this debate and giving certain good suggestions also and certainly we accept the criticism also and we will try to improve the things. Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: لیڈر آف دی ہاؤس کو میں یاد کراتا چلوں کہ tomorrow you will have to convince Hamid Saeed Kazmi regarding 10 individuals Haj quota. کاظمی صاحب کل بھول نہ جائیں۔ وہ بڑے پریم سے آپ کو ادھر ادھر کر دیں گے۔ Madam! Please take the floor.

Ms. Hina Rabbani Khar (Minister of State for Finance, Economic Affairs & Statistics): Thank you Mr. Chairman. Mr. Chairman! let me first of all thank all the honourable members of this House for debating on this budget. I am frankly speaking that they debated mostly in a very very constructive manner and looking into the final points of this budget in detail, Mr. Chairman! let me just go through some of the main points, which I think were raised during the speeches of the honourable members of the Senate and looked at things in a beautiful perspective because I think clearly we have all been in this country so, we do know the background. But it is important to see where we are today in terms of our internal issues and of course the world is ever changing Mr. Chairman! The world has come a long way in only 18 months and I don't think when we do analysis I think we should do a realistic analysis and we should be aware of how that affects us internally.

Mr. Chairman! some of the things which have been mentioned over here which I wanted to talk towards the end but I want to be able to mention them at the very outset. It was mentioned that this budget seems to lack in vision altogether and said what was the economic vision of this government. Then it was said that this budget was formed without following

a consultative process and some of the things might be correct. We have conceded to it. There is always room for improvement and of course, we would put before this honourable House also to change the processes of how the Parliament will debate and how much time the Parliament gets for the next year.

Mr. Chairman! the whole question of this budget being the burden on the poor and not being pro-poor. It has also surprised me that they were saying that this budget is also not for development. I want to mention that at the very outset, there were certain contradictory attributions made to this budget. At one point in time it is called extremely risky because it is relying too much on borrowings, be it from external sources or internal and at the same time it is called recessionary and not pro-development. So, it could either be that or this. Then Mr. Chairman! there was of course, the Carbon tax, the whole issue of Carbon tax and specially the CNG sector, the tax which was imposed on CNG, carbon tax was criticized by a few in both the Houses and in general public through the media and as you are aware Mr. Chairman! the Prime Minster yesterday on the floor of the National Assembly advised the Finance Team to withdraw the Carbon tax on CNG. Then Mr. Chairman! the question of the social sector spending and surprisingly, to my utter shock and surprise again, some criticism was given to also the Benazeer Income Support Programme, on that Mr. Chairman! I would like to go on the defense and obviously also admitting there could have been room for improvement and there is still room for improvement. Of course, Mr. Chairman! this government looks forward to the presentation of the recommendations of the Standing Committee of the Senate on Finance. And let me assure you that we are in full mind to take the recommendations of the Senate very seriously and within the National Assembly also.

Mr. Chairman! let's not go very far back. Let's go to the first quarter of this financial year that we are ending today. So, October, 2008 which I think was not so far back, so most of us would remember in the active memory. Mr. Chairman! October, 2008 was a month in which we didn't know where the slide would end. We knew that we were going for a nose dive for various sectors there were of course external factors, the

international commodity price hike but also certain internal factors. Inflation on food price was at 33%. The Stock Exchange of this country was at stand still. The Current Account deficit of this country was at 2.1 billion dollars a month. The reserves, the Foreign Exchange Reserves of this country were standing at about 6.6 billion dollars and I don't need to tell this august House as to how to translate it in terms of our monthly import. Mr. Chairman! we were possibly labeled by rest of the world in their eyes a default state. State's borrowing had its peak by then and there seemed to be that your currency was devaluing hedging close to 85 and going further down. In these circumstances Mr. Chairman! I think it might be appropriate to mention here that every time we discuss a budget for the future year, we obviously with that also discuss the performance of the previous year that is ending. So, Mr. Chairman! there was a time when you obviously could not possibly go to the International financial market because there was no environment to be able to do that. The IFIs (International Financial Institutions) you know, Mr. Dar is over here who was obviously involved at some level also knows that and you know, can guarantee that, the IFIs who normally, you know, tell you before any given year as to what the supply is going to be, had not given a penny in terms of policy loan to this country for good 18 months Mr. Chairman. In these circumstances in Pakistan, we did take the option of going to our friends and putting our case before them and saying that in this situation where Pakistan is obviously fighting a war on terror and all the other internal problems that we had, we needed help if we could get it. Mr. Chairman! other than China which gave us 500 million dollars and I would also like to mention specifically the Asian Development Bank which even in those very difficult circumstances did give us a 500 million dollars. Other than China all our friends looked toward the IMF to give financial assistance to the government owned, home grown programme. And why was calling a home grown programme Mr. Chairman? Mr. Chairman! home grown programme کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پروگرام اگر ہم IMF کے ساتھ بناتے تو یقیناً یہ ہمارا 2008-09 کے بجٹ میں reflect نہ ہوتا۔ IMF کے ساتھ ہماری جس جس چیز پر بھی agreement ہوا وہ ایک ایک چیز آپ کے بجٹ 2008-09 کا حصہ تھی، بے شک وہ electricity کی subsidy کو reduce کرنا ہو، بے شک وہ Oil subsidy کو reduce

کرنا ہو اور IMF کے ساتھ ہمارا جو agreement ہوا وہ کوئی بند کمروں میں تو نہیں ہوا۔ اور یہی agreement ہم نے Ministry of Finance کی website پر بھی رکھا اور IMF کی اپنی website پر بھی یہ agreement موجود ہے۔ ایک چیز پر ہمارا اور IMF کا اختلاف رہا یا ہمارا conflict of opinion رہا اور وہ یہ رہا کہ interest rate کو کتنا بڑھانا چاہیے۔ ان کے لحاظ سے ہمیں interest rate کو 5% بڑھانا چاہیے اور ہمارے خیال میں inflation کو کم کرنا ہماری اوّلین ترجیح تھی اور اس میں

let there be no doubt to control the inflation and it has been the primary objective, policy objective of the Government and yes we have suffered. Mr. Chairman! we have clearly suffered and two sectors have suffered. One growth and the other is development. Both have suffered, Mr. Chairman! but inflation

ہماری عوام پر سب سے بڑا tax ہوتا ہے۔ اس لیے حکومت کا policy objective number one تھا کہ ہم نے اس پورے سال میں macro stabilization کے through inflation کو ہر حال میں control کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! بہت سارے honourable senators نے یہ بھی کہا کہ ہمیں کوئی اتنی performance نہیں نظر آ رہی اور اسی لیے ہمیں آگے جاتے ہوئے بھی vision نظر نہیں آ رہا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کے سامنے ایک بہت humble request کروں گی کہ آپ کی vision اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک آپ اپنے پیروں پر کھڑے نہ ہوں اور میں اس سے بھی زیادہ کہوں گی کہ جب تک آپ کے پاس استحکام نہ ہو، جب تک macro-economic stability نہ ہو تو growth and development کی بات ہی بہت دور کی ہے۔ آپ کا تو پورا economic structure slip کر رہا تھا اور October 2008 میں ہم سب کو وہ دن یاد ہے جب banks پر run ہونے والا تھا کیونکہ عوام یقین نہیں کر رہے تھے کہ یہ exchange rate کہاں پر جا کر گرے گا یا وہ جو default کی بات ہو رہی تھی اس پر عوام کا اتنا زیادہ یقین ہو گیا تھا کہ لوگ اپنے پیسے کو banks میں غیر محفوظ سمجھ رہے تھے۔

جناب چیئرمین! اب اگر جائزہ لیا جائے کہ آج یعنی آٹھ، نو مہینے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں، آپ کے foreign exchange reserves 11.5 billion dollars پر کھڑے ہیں۔ جس سے obviously تھوڑا بہت استحکام ملتا ہے۔ For instance آپ کی LCs بھی آپ کا private sector نہیں کھول سکتا تھا۔ اس میں باہر کے banks کو تھوڑا سا تحفظ ملتا ہے۔ جب آپ اکتوبر میں current account کا 2.1 billion dollars deficit کو دیکھ رہے تھے، آج آپ کے پاس کیا ہے؟ مئی جو کہ ایک normal month نہیں تھا، clearly this is not a norm but May میں آپ کو 408 million dollars کا surplus تھا۔

Inflation ابھی بھی ایک challenge ہے اور اگلے سال بھی یہ challenge continue رہے گا اور ہم یہ مانتے ہیں۔ جو challenges اس economy کو درکار ہیں وہ ہمیں خود سامنے رکھنے چاہئیں تاکہ ہمیں پتا ہو کہ

کل کو وہ چیزیں change ہوتی ہیں تو ہماری جو assumptions ہوں گی وہ بالکل بدلیں گی۔ اس وقت oil prices دوبارہ اوپر کی طرف جا رہی ہیں۔ اگر ان میں زیادہ تیزی آئی تو یہ ہمارے لیے یقیناً ایک challenge ہوگا کیونکہ یہ ایک fact ہے کہ پاکستان کو international commodity price hike نے international financial crisis سے زیادہ چوٹ پہنچائی۔ I think یہ ایک established fact بن گیا ہے لیکن جناب چیئرمین! Inflation جو اکتوبر میں 25% پر کھڑا تھا آج مئی میں اور اس پر بھی I think اعتراض ہوا لیکن مئی کی month on month figures average CPI is at 14%. اور یہ یقیناً کوئی بہت خوشی کی بات نہیں ہے۔ جب تک inflation single digit میں نہ ہو ٹھیک نہیں ہوتا۔ دنیا بھر میں تو inflation بہت کم ہے۔ Inflation کو ہمیں single digit میں لانا ہے اور یہ ہماری commitment ہے اور یہ سارا policy direction ہے جس کے واسطے ہم نے development کو at some level sacrifice کیا، جس کی وجہ سے ہم نے growth کو sacrifice کیا، وہ افراط زر control کرنا ہے کیونکہ افراط زر جب تک control میں نہیں آئے گا آپ کا غریب پستا ہی پستا چلا جائے گا۔

پھر جناب چیئرمین! ہم 7% fiscal deficit سے اوپر دیکھ رہے تھے اور آج ہم 4.3% پر year end کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! پھر جو ایک بہت بڑی بات ہے اور جس پر حکومت کو باہر کے اداروں سے بھی اور اندرونی سطح پر بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا وہ State Bank کی borrowing ہے۔ State Bank کی borrowing بھی inflationary pressures inculcate کرتی ہے۔ جب ہم تقریباً 250 billion کے قریب پہنچ گئے تھے، اس سال ہم نے ان کو 200 billion واپس کیا ہے جو کہ IMF کی conditionality نہیں تھی۔ IMF نے ہمیں ایک تھوڑی سی space provide کی ہوئی تھی کہ اس پر اس کو halt کر دیں لیکن اس سے زیادہ نہ کریں۔ ہم نے اس سے زیادہ کرنے کی بجائے، اس کو 200 billion واپس کیے۔

اب جناب چیئرمین! اس پورے بجٹ کی direction کی طرف آتے ہیں۔ بجٹ یقیناً اس پورے vision کا حصہ ضرور ہے۔ اس کے ایک سال کا حصہ ہے لیکن اس سال میں جتنا ہم آگے چلیں گے اسی سے obviously determine ہوگا کہ ہمارا future of action کیا ہے۔ جناب چیئرمین! اب آپ کی اجازت سے میں پہلے دو نکات جو میں نے point کیے تھے ان پر آؤں گی۔ پہلا یہ کہ اس میں vision نہیں نظر آتی اور دوسرا یہ کہ یہ consultative process نہیں تھا۔ جناب چیئرمین! میں یہاں آپ کے سامنے اور اس ایوان کے سامنے اس چیز کو ضرور admit کرتی ہوں کہ

this Budget is supposed to be approved by the Parliament, the consultative process could have been much much much better. We could have taken much more people into confidence but the intention was that this Parliament, at the end of the day, is the one which approves this Budget, therefore, through the Parliamentary system and through the Committee system, the Finance Committee of the National Assembly met, I think, twice

a month in the pre-Budget phase and it is through that process that we have to strengthen it. Mr. Chairman! outside the Parliament consultative process

کی بات ہے، آپ کو میں یقین دلاتی ہوں کہ اگر یہ بجٹ کسی نے بنایا ہے تو وہ ایک گروپ ہے جس کو ہم Economic Advisory Council کہتے ہیں، جس میں ہم نے کوشش کی پورے ملک سے ایک collective wisdom لے کر آئیں۔ اس میں کون سے نام ہیں جناب چیئرمین۔ اس میں social economists, economists, industrialists, agriculturists, academics like Ijaz Nabi, Hafeez Pasha, Tariq Saeed, Saigal, Bashir Mohammed, Jehangir Tareen from the agriculture community, مطلب اس طرح کے کافی اور نام اس میں ہیں۔ یہ 16 لوگوں کی ایک body ہے اور بجٹ میں لائے گئے ایک ایک taxation کے proposal کو ان کے سامنے لایا گیا لیکن obviously this is not enough. This is where we finally went but the consultative process with the chambers, for instance with the Farmers Association of Pakistan. یہ تو ایک normal consultation ہے جو ہر Budget making process کا حصہ ہوتی ہے اور یقیناً وہ اس budget making process کا بھی حصہ رہی لیکن جہاں اس ایوان سے جو آوازیں نکلیں اور یقیناً یہی آوازیں قومی اسمبلی میں سے بھی نکلیں جس میں Parliament کے role کو مزید فعال بنانے کی لیے، بجٹ کی presentation کے timing اور جو ایک pre-budget session کی بات کی گئی ہے، ہم اس کو fully support کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ہم Ministry of Finance کی طرف سے تو ضرور proposal دیں گے لیکن یہ ہاؤس بھی یہ Government proposal کو دے سکتا ہے اور ہم اس کی مکمل تائید کریں گے اور پوری طرح support کریں گے۔

جناب چیئرمین! پھر بات کی گئی کہ یہاں پر ہمیں کوئی economic vision نظر نہیں آرہا ہے۔ جناب چیئرمین! جو ابھی آپ کو جو تھوڑی بہت macro-economic stability نظر آرہی ہے وہ بھی نہیں achieve ہوئی تھی، اسی وقت سے ہم ایک 9 نکاتی Economic Reform Agenda پر کام کر رہے تھے جس کو صرف Ministry of Finance نے تیار نہیں کیا۔ جس میں یہ again the Economic Advisory Council نے ایک بہت بڑا role play کیا لیکن پھر اس کو Cabinet کے سامنے رکھا گیا اور اس پر ایک full day Cabinet discussion میں ہوئی کہ یہ nine points economic reform agenda جو ہے، کیا یہ حکومت کا economic reform agenda ہے، going forward, Cabinet نے اس کی پوری ownership لی۔ اس میں تھوڑی بہت changes کیں اور پھر it became what we call nine points economic reform agenda اور اس agenda کا پہلا ستون کیا ہے؟ جب تک آپ کی economic stability or macro-economic stabilization achieve نہیں ہوتی اس وقت تک آپ اپنا کوئی goal

or objective or aim achieve نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کے پاس وہ سارے tools موجود نہیں ہوتے جس سے آپ کچھ آگے بڑھ سکیں۔ بہت ساری economies اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں جنہوں نے inflation کو ignore کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ میں آپ کو ان کا نام دے دیتی ہوں۔ Argentina, Philippine, Brazil, ان ممالک میں hyperinflation ہو گئی اور اس کے اثرات ابھی تک وہاں پر موجود ہیں اور وہ ابھی تک اس کی price pay کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس میں اب کوئی دو رائے نہیں کہ low inflationary environment sustainable growth کے لیے ایک pre–requisite ہے، ایک requirement ہے اور جب تک وہ نہ ہو ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ جناب چیئرمین! اس پوری stabilization میں اگر آپ پاکستان کے structural flaw میں جائیں تو آپ کو ایک ہی چیز نظر آئے گی اور وہ ہے tax revenue collection. اگر ہم آپ کو numbers دیں تو آپ پریشان ہو جائیں گے کہ اس پورے ملک میں کتنے تاجران ہیں اور وہ کتنا tax ادا کرتے ہیں۔ پورے ملک میں کئی ایسے sectors ہیں جو اس وقت تک tax net کے اندر ہی نہیں آتے۔ اگر آپ for instance industry کو لے لیں کیونکہ یہ 20% آپ کے GDP میں contribute کرتی ہے اور tax 60% آپ اس سے لیتے ہیں۔ لہٰذا اس میں وہ ایک sense of equity نہیں آتا اور ہر کوئی کہتا ہے کہ جی آپ اس سے تو tax نہیں لیتے، ہم سے کیوں لیتے ہیں اور generally اس کا end result کیا ہوتا ہے اس کا end result یہ ہے کہ آپ کی economy دنیا کی واحد economy ہو گی جہاں پر tax to GDP ratio is less than 10% of the GDP. Developed countries میں یہی tax to GDP ratio آپ کو 30% ملے گا۔ سری لنکا میں یہ 15, 16 or 20 کے قریب ملے گا۔ ترکی میں جنہوں نے پانچ سال اور پندرہ سال کے بیچ میں اس کو کہاں سے کہاں لے گئے لیکن پاکستان unfortunately اس میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوا۔ یہ بھی ہمارا major objective ہو گا going forward towards stabilization.

جناب چیئرمین! اس کے بعد obviously اس کا جو second most important ستون ہے، وہ ہے social protection اور اس میں بھی بات کی گئی کہ جی اس بجٹ میں pro–poor کیا ہے۔ ہم یہ clearly understand کرتے ہیں کہ inflation اس وقت poverty پر یا poor پر ایک بہت بڑا burden ہے اور اسی burden میں at least پہلی بار ریاست نے اتنی ذمہ داری تو اٹھائی کہ جو غریب ترین یا جو most vulnerable groups of society ہیں ان کو مدد فراہم کریں اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ بیشک ایک ہزار روپے کسی ایک گھرانے کو دینا کوئی بہت بڑی مدد نہیں ہے لیکن ایک ہزار روپے ایک ایسے گھرانے کو دینا جہاں پر شاید روٹی کی بھی کمی ہو تو یقیناً یہ step in the right direction ہے۔.

جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے یہ بھی بتانا چاہوں گی کہ ہم اس پورے process کو انتہائی transparent بنانا چاہتے ہیں تاکہ اگر آپ نے کسی کو فائدہ پہنچانا ہے تو آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ وہ غریب یا وہ شخص جس

کوآپ فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں وہ کہاں ہے۔ Unfortunately, ہم targeting نہیں کر سکے اور ہم نے بڑی کوشش کی کہ NADRA کے نمبر سے کسی طرح ہمیں پتا چل جائے کہ غریب کون ہے جس کو آپ directly assistance پہنچانا چاہتے ہیں لیکن targeting کا کوئی ایک صحیح طریقہ اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ اسی لیے poverty support card اس وقت 16 اضلاع میں pilot کر رہے ہیں اور پھر انشاء اللہ دسمبر تک پورے پاکستان میں اس کے results آجائیں گے اور اس کے بعد اس poverty survey کے تحت ایک ایک گھرانے میں یہ Benazir Income Support Programme پہنچائیں گے جو 22 billion rupees اس سال میں استعمال ہوئے، اگلے سال ہم اس کو 70 billion rupees کر رہے ہیں۔ یقین کریں جناب چیئرمین! میں صرف آپ سے ایک التجا کروں گی، یہاں پر کئی لوگوں نے یہ الفاظ استعمال کیے کہ آپ لوگوں کو بھکاری نہ بنائیں۔ ہم میں سے جو لوگ rural or urban area میں کسی بھی طرح اور کہیں بھی غریبوں سے تھوڑا سا interaction کرتے ہیں، ہم ان کا دکھ درد تو نہیں بانٹ سکتے، ہمیں یہ پتا ہے کہ آپ یہاں پر بہت سارے ایسے غریب ہیں جن کو ایک ہزار روپے دینے سے ان کے گھرانوں میں فرق پڑتا ہے، اس لیے ان کو بھکاری نہ کہیں۔ وہ vulnerable ہیں، وہ poor ہیں لیکن وہ بھکاری نہیں ہیں، ایک welfare state ہونے کے تحت، پاکستان ایک مکمل welfare state نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس اتنے resources نہیں ہیں، at least for the poorest of the poor آپ welfare state بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیے جناب چیئرمین! میری التجا ہو گی کہ ہم یہ لفظ بالکل استعمال نہ کریں۔ جو لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں ان کے لیے یہ لفظ استعمال کرنا ان کی dignity کو ٹھیس پہنچانے کے برابر۔

پھر جناب چیئرمین! ہم نے اس کو BISP تک محدود نہیں رکھا۔ Peoples Works Programme جو کہ 35 billion rupees کا ہے، وہ پورے پاکستان میں skilled or unskilled labour کو job provide کرے گا اور BISP سے بھی آگے جو ستون ہیں وہ یہ ہیں کہ جب ایک مرتبہ آپ کو پتا چل جاتا ہے کہ یہ ایسے households ہیں جو poverty stricken ہیں، آپ انہی households میں سے ایک ایک بندہ لیں، اس کو skilled training provide کریں، پھر اس کو industry کے ساتھ connect کریں تاکہ وہاں سے آپ کی employment generate ہو سکے اور پھر eventually آپ اس کو ایک health insurance کا system بھی بنانا چاہتے ہیں۔

Mr. Chairman! let me just say that the biggest task over here right now is to identify who are the poorest of the poor. Once you have identified them, you are able to take this whole menu of goods of welfare to these people.

جناب چیئرمین! بہت زیادہ بات ہوئی جس پر میں نے تھوڑی سی پہلے بھی نشاندہی کر دی ہے کہ social sector کیا ہے۔ جناب چیئرمین! ہماری یہ کوشش ہے کہ اگلے سال ہم 4% of GDP صرف اپنی health

and education پر لگائیں کیونکہ social sector میں اور بھی کافی چیزیں آجاتی ہیں۔ صرف یہ spending
ہم 4% پر لے جائیں اور اس کے اگلے تین سالوں میں ہم انشاءاللہ 6% پر لے جائیں گے۔

پھر بات ہوئی کہ vision نظر نہیں آ رہا، long term prosperity کے لیے کوئی direction نظر نہیں آ رہی ہے۔ جناب چیئرمین! میں نے یہاں پر پہلے ہی admit کیا کہ یہ سال stabilization کا سال تھا and I have no qualms in saying that this year and we have said it before at various forums also, this year could have either been a year of stabilization or it could have been a year of further deterioration and I am glad کہ جب ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں at least we can say that it was at least a year of marginal stabilization. So, Mr. Chairman! going forward, کون سے دو sectors ہیں جن کو اس بجٹ سے target کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ آپ کے productive sectors ہیں۔ جناب چیئرمین! صرف دو clearly sectors ہیں اور ان میں سے ایک ہے agriculture کا اور دوسرا manufacturing کا۔ Agriculture میں کیا ہے؟ اس میں سب سے پہلے جو price signaling effect Government نے consistent policy کے تحت not as an ad hoc measure, کہ ہم rice کی price بڑھا دیتے ہیں، یہ ایک policy mechanism کے through ایک policy line بنائی ہوئی ہے کہ ہم کوشش کریں گے کہ ہم اپنے farmers کو as close to import prices as possible دیں اور اس پر یقیناً بہت تنقید ہوئی کہ آپ نے rural area کو غربت میں دھکیل دیا۔ مگر جیسے by the way wheat کی صحیح price رکھنے سے rural areas میں 270 billion rupees پہلے سے زیادہ صرف wheat کی مد میں گئے۔ So, I think this is a directly ensuring کہ rural sector کو آپ زیادہ پیسے دیں تاکہ وہ خود بعد میں اس کو spend کر سکیں اور agriculture کو زیادہ productive بنا سکیں۔ So, first the price signaling and price signaling as a policy decision. Then, Mr. Chairman! ایک چیز ہے جس سے ہمارے کسانوں کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچا throughout history, not in any specific Government. کیونکہ ہمارے پاس ہمیشہ terms of trade were against the farmer and not for the farmer. This is one thing, the next big step is infrastructure اور جب ہمیں wheat کی storage کرنی پڑی تو یہ مسئلہ بڑا clearly سامنے آیا کہ ہمیں storage facilities یا باقی جو agriculture infrastructure ہے بیشک وہ value addition کی طرف ہو، بیشک وہ markets ہوں، اگر ہم اپنی markets میں دیکھیں، Mr. Chairman! I would like to share with this august House that once we did analysis of what was keeping the perishable prices of commodities not to reach the farmer as the other non-perishable commodities would. For instance, میں آپ کو example دیتی ہوں wheat میں اگر farmer کو 950 روپے ملتے ہیں تو وہ آگے جا کر market میں بکتی ہے ا

ور کچھ بہت زیادہ amount کی نہیں بکتی لیکن اگر آپ perishable commodities لے لیں جیسے آم لے لیں، کینو لے لیں، اس طرح کی چیزیں لے لیں تو اگر farmer دو روپے کما رہا ہے تو بازار میں وہ جاکر 12, 13, 14 روپے کا بکتا ہے۔ اگر اس کو analyze کریں تو وہ inefficient physical market ہے، ایک تو inefficient system, lack of cold storage facilities ایک لمبی کہانی ہے۔ But because of lack of inefficient or lack thereof of efficient and physical markets. So, Mr. Chairman, اس بجٹ میں 37 billion rupees کی allocation دی گئی ہے، پاکستان کے ہر ضلعے میں انشاءاللہ جو storage facilities ہیں اور جس کو ہم agriculture marketing and storage infrastructure کہہ رہے ہیں جس کے لیے 37 billion rupees درکار ہیں اور اسی بجٹ میں ہم نے ایک substantial amount رکھی ہے۔

پھر جناب چیئرمین! دو، تین چیزیں میں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔ ایک تو Agri Policy Institute in two of your best crops which are wheat and cotton, جس میں آپ کے پاس ایک competitive and comparative advantage ہے compared to the rest of the world.

پھر organic model farming کو فروغ دینے کے لیے budget رکھا گیا ہے اور پھر ہر یونین کونسل میں، to begin with 100 union councils کو model union councils بنا رہے ہیں جہاں پر ہم کوشش کریں گے کہ ایک intensive طریقے سے، strategic طریقے سے وہاں پر intensively agriculture کے لیے جو مواقع موجود نہیں ہیں یا جو جو مسائل ہیں ان کو ہم حل کر سکیں اور وہاں پر ہم ایک model farm create کر سکیں۔

جو economic reform agenda کا چوتھا ستون ہے اور جو چیزیں ہم نے growth کے لیے بجٹ میں رکھی ہیں وہ ہے manufacturing sector. Sir, manufacturing sector has suffered greatly in this year.

We have negative 7.7% growth in manufacturing and a negative 3% of growth in over all manufacturing. Sir, we are extremely careful that this trend has to be reversed. This is obviously leading to unemployment as and when more and more textile mills and other manufacturing units are closed. There is, of course, evidence of unemployment.

Mr. Chairman! what have we done for the manufacturing sector? Let me say, I think, the first step that was taken for the manufacturing sector which is again a policy decision and not related to the Budget but I would like to put this on record because I think this could have a major

impact on the manufacturing sector especially the export oriented sector and that is changing the exchanging rate bias which was against the exporters and the manufacturers of this country. There is of course, still a view that it is somewhat over value your exchange rate but Pakistan has an exchange rate which is somewhat realistic.

Mr. Chairman! again another thing which is a policy decision, not directly related to the Budget but I would like to mention because I think this is again an important bias against industry which has been inculcating in this country throughout years not in any specific Government but throughout years. We have been subsidizing other sectors at the cost of industry in both your major energy components which is both for gas and electricity. The bias, all over the world, is for industry, in this country, the bias is against industry which means that your industry, the sub-sectors of industry or the slab of industry is actually subsidizing other sectors which is domestic, fertilizers, I have a long list, name all the other sectors which have been subsidized at the cost of industry.

Mr. Chairman! in order to put this trend right, we have assured the industry and we have put this again as a policy decision that this bias must be removed and industry if anything must be subsidized, in terms of power tariff both for gas and for electricity.

Then, Mr. Chairman! 40 billion rupees fund has been created to encourage exports and this will be open of course to textiles primarily but all the other sectors which are export-oriented and this fund will go a long way in being able to give them an incentive to be able to grow and expand further.

جناب چیئرمین! اب آجاتے ہیں energy پر اور energy پر یقیناً بہت بات کی گئی۔

I think if you do an analysis as to what was the one single sector which kept your industry from going further, it would probably be energy before it is mark up, it is between the two. Energy has been the single biggest contributor to keep your industry from going and thus exhibiting this. I was recently speaking to a banker who said that most of their non-performing loans, if he were to do an analysis, the majority of them are due to lack of goods, sustainable flows of energy and high prices of energy as opposed to any other reason.

Mr. Chairman! let me assure you that we have come up with an integrated energy plan which wants to eventually in the 5-10 years horizon, change the balance between various sub-sectors of energy. Currently the balance, there is a strong bias for the most unproductive or the most costly furnace oil based energy production, we want to be able to change this bias again towards hydro, coal and solar. Therefore, there has been a larger amount kept for the hydro sector within a year.

Mr. Chairman! then in order to attract capital for infrastructure in energy and other sectors, the IPDF which is currently an institution which is lying there but is un-utilized, we want to be able to use as a major engine through the public-private partnership so that the money that government currently has to give for infrastructure, may then be left for spending in the social sector.

Then Mr. Chairman! we come to the capital markets, in capital markets, though there has been a decent improvement in the bank sector. Banking sector
میں اس وقت بھی ایک بہت major flaw ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی for instance agriculture sector,
SME sector بہت سارے ایسے sectors جن کو ابھی تک آپ کا banking sector cater نہیں کرتا۔ اس
کے لیے جناب چیئرمین! ہم نے، مثلاً اگر میں اگر ایک sector کو لے لوں۔ SME Sector کے لیے ہم نے
two major initiatives لیے ہیں جو کہ اسی سال میں شروع ہو جائیں گے اور انشاء اللہ مجھے یقین ہے کہ they
will go a very long way in being able to solve the problems of the SME sector.

One of these initiatives is to put up a credit guarantee scheme because Mr. Chairman! for two sectors, 1) agriculture, 2) SMEs, the banks are very apprehensive of giving loans to these sectors because mostly is the collateral, they are not very sure of and some of these people may not have equity. In order to do that, we have created a credit guarantee fund which is going to act as a buffer between the banks and the borrowers and, therefore, provide the guarantees that the banks need for these people to be able to borrow and this is a total about 10 billion, we have kept about 2.5 billion rupees within this year.

Then, Mr. Chairman! for the same sector we have also come up with innovative funds which is going to enable to cater to venture

capitalists. Now today, for instance, in Pakistan, if somebody does not have equity in collateral, he cannot do anything. He might have a brilliant idea but there is no window where he can go and get some money to be able to invest in business. So, this venture capital is as all over the world, I think the USA is primary and the excellent example of that. This is a first step clearly, not enough 2.5 billion rupees again kept within this budget, so I think this is a first step certainly in the right direction.

Then, Mr. Chairman! in order to be able to do all your reforms, I think a major component of this is going to be a motivated and efficient administration. Mr. Chairman, there has been a lot of criticism and admittedly a well placed criticism for the lack of increasing salaries by more than 15%. Mr. Chairman! again, this is something which is coming in as a suggestion from both the houses of Parliament and I can assure you that we will look at whatever suggestions come from either the Senate or the National Assembly very, very seriously. Let me also say Mr. Chairman that we need to do more than just increase salaries now. There is a major flaw in this structure today. Your government is no longer an employer of choice and we need to make sure that eventually we are able to motivate these people and to make the government an employer of choice. Mr. Chairman! in order to do that we have already set up a Pay and Pension Commission under the chairmanship of Dr. Ishrat Hussain and we are hoping that within these three months we will be able to hear back from them and then within this financial year, we have kept a buffer for that within this budgetary allocations also, we shall be able to you use some of the suggestions that come.

Mr. Chairman! then let me come to some of the specific points which were raised regarding the budget and flaws which are very visible within this budget. First of all, I think both on the media, within this House, there has been a concern raised about government's ability to be able to come up with the funds and be able to meet the 722 billion rupees deficit that we have in front of us. I think most of these concerns were coming in more from the 510 billion rupees which we have presumed to come from the foreign donors.

Mr. Chairman! let me assure this House that this figure has not come as the figment of our imagination. We have not just created this figure out of nowhere. This figure is based only on two major heads. One is the normal flows of credit that comes to this country through the major IFIs and other bilateral donors, some in terms of grant and some in terms of loan. What has been a matter of more criticism, nevertheless, and a matter of a bit of disbelief as to whether this will actually come through or not, is the funds that we have allocated under the head of different FODP, the friends of democratic Pakistan and frankly speaking, the donors conference that was done in Tokyo or the Tokyo pledges.

Mr. Chairman! let me give you the details of that. Within the donors conference that was held in Tokyo what we now call the Tokyo pledges, the totals pledges were to the tune of about 5.2 billion dollars. Let me also give you the background of what this donors' conference was about because we do know the Friends of Democratic Pakistan or the FODP forum is about more than just collecting money. That is about a strategic outlook etc. Now this donors' conference was done in Tokyo side by side FODP, to be able to go to our friends as I said in the beginning of the statement and to tell them that while we are going through a resource crunch in the next two years, we don't want this resource crunch to do what it did to us this year which is decrease of spending in the social sector and decrease of growth to a level where we will not be able to sustain our population and we will not be able to provide the employment that we want to be able to provide.

In this background, with a two years time horizon only, with a two years time horizons I want to again emphasize, we went to the friends, we went to the donors' conference and came up with and put a menu of our needs in front of them. Now within that, there were only three major sectors that we asked for funding; poverty alleviation, education and health and we said if you are able to provide this funding then we will also be able to utilize the resources that we have on more productive sectors of our economy and thus the 40 billion rupees, for instance, funds to be able to promote export. Otherwise I don't think we would have been able to do that.

So, Mr. Chairman! now within that background when 5.2 billion dollars were pledged to the Government of Pakistan and pledged by which countries, one billion dollars by the USA, one billion dollars by Japan, about 700 million dollars by Saudi Arabia, 300 million dollars by UAE, about 500 million dollars by UK, clearly these are all countries that we can rely on and clearly these are all countries which have provided funds to Pakistan before in a timely fashion mostly.

So, Mr. Chairman! it is said 5.2 billion dollars over two years that should come to about 2.6 billion dollars a year but we became despite having gone through each and every number which each of these donors of course at the working level and then at every level, instead of 2.6 billion dollars for the year we have just kept 2 billion dollars, Mr. Chairman! so, I think we were conservative and we were careful in giving these estimates and what we give in this budget within this august House. I think we are clearly sure at least that our intensions are correct in making of those assumptions and at least that we have done our home work. Of course, certain circumstances can change. For instance you know I already said if there would be again a price hike in the prices of oil that might again come as a challenge and a few numbers we have to change. But by and large Mr. Chairman! when you make your assumptions, you make them on what you know and what you are suggesting in the future. So if we thought that if we have been assured that 2.6 billion dollars is going to come and we have kept 2 billion dollars, I think we have been conscious enough. So this entire criticism about not being sure about what is going to come and where's going to come from and what will you do if it doesn't come true and again criticism on that also that you again going to the IMF. No body has gone to the IMF again. All we have said that in case some of this money instead of arriving for instance in July, arrives in January then we want a standby guarantee that we can take some money from the IMF during that time and as soon as we have our replenishment from the other donor we can return that money immediately. So Mr. Chairman! all I am trying to say over here is that this budget has been created with a lot of seriousness and with a lot of purpose on being able to meet the targets which has come true. Mr. Chairman! also that to call it

a budget which has been concentrated on the productive sectors of this economy I think will be a very very unfair statement in the current circumstances. Mr. Chairman! again I think we also need to look at where the world is going, I think most of these honourable members know that the IMF, the World Bank or any other major institution the ADB, they are outlook for the world and even Asia which is supposed to be regional and today certainly Asia is still riding the board, Asia is still probably, the only emerging countries from Asia and some of the Latin American countries and middle east which still is delivering some sort of a growth the rest of the world economies, the major economies are going for major recession so in these circumstances of course the realities of Pakistan also become more and more difficult because your exports are not going the way they should have gone. Your exports are going to face may be even tougher challenges going forward and therefore Mr. Chairman! I am again emphasizing that despite extremely difficult circumstances a 40 billion rupees fund have been kept on the side to be able to be utilized, to be able to as our exports. Then Mr. Chairman! another area of great criticism the Carbon Tax Mr. Chairman ! we all know and this is a fact that Pakistan is not an oil surplus country. We do all our imports and we know the oil bill that run in to tens of billion dollars for this country and there was what we call the PDL the Petroleum Development Levy which is already existing in this country. Our effort was only to be able to change it and to be able to make it more transparent so, that people, any body who is paying for petrol knows as to what component of that is going towards the PDL or Carbon tax or what ever you may want to call it, instead of government having the room to manoeuvre that to some times 22 rupees, some times 5 rupees and some time going to a lot. So that was the only intention and I think it is a well intention to move. As far as the carbon tax on CNG which has been withdrawn is concerned let me still attempt at least explaining where it came from because clearly we heard from both houses in no uncertain terms that are un-expectable and the nomenclature of Carbon Tax will not be applicable to CNG and therefore we have already withdrawn. But Mr. Chairman we must understand that we have to chose whether we want to be able to use our gas, to be able to use our oil, to

be able to use our electricity, to be able to support our industry so that we are able to create employment or whether we want to burn it on our roads whether we want to use it as subsidy for figure in better houses.

Mr. Chairman! now I will just touch briefly' before winding up' on two issues which were raise very appropriately I think we are not proud of the fact that this government was not able to call the first meeting of NFC throughout this time we know the circumstances that this government has been dealing with. Therefore, I don't think anybody is much surprised at that but clearly Mr. Chairman! we are committed to do the process of NFC the Prime Minister has already announced that he will be reconstituting NFC according to the constitution and we want to be able to reach some formula, he wants to hold the meeting within the next week and to be able to reach conclusion and obviously it will be impossible to please every one, to give a time as to when, because this will obviously be dependent on what the provinces how much time they take to be able to agree on what should eventually the award.

Mr. Chairman! on the whole process of and this is pointed out by honourable Senator Dar also I think we agree the whole question of supplementary grants how they submitted to the House first of all we admitted you know they should have been distributed right in the beginning, they were distributed in the National Assembly I don't know why this slip to place distributed immediately but I think that it was beyond that type that we are currently providing the supplementary grants for whatever number to this house, the source the next financial budget. I think there is room for impovement. We are considering now to be able to do it to both houses on the quarterly basis and this is something in which more discussing opportunity need to take place. We would recommend or we would be very glad to sit with both the committees both within the Senate and the National Assembly to see as to how we can improve this system better and once we agree on something we can ensure that the Minister of Finance work on it.

Mr. Chairman! then of course there has been a lot of voices have been raised about the total allocation for Balochistan, Frontier and for FATA, Mr. Chairman! let me just assure this House that within the given

resources for instance for Balochistan within the PSDP 50 billion specifically has been kept a side for Balochistan specific projects and of course they had continued to be issued with other projects which could have been done, which were not and the whole issue of Balochistan happened to be the only province on which this time within the PSDP there was absolutely there was a 20% over all which was taken away from all the other project for Balochsitan. Any project which is related to Balochistan that money was not taken away from that or on the other hand we have decided to roll over whatever is there left over funds to the next year so they will be able to utilize. And let me also assure to this House Mr. Chairman! that within this year we had made a commitment and I make the commitment on the floor of this honourable House also that unllike last year where in the first quarter of the last year we came through a severe severe resource crunch. We are not expecting this year to be as difficult as last year and therefore, we have made a commitment within the NEC also that the first quarterly allocations for the projects whether they are for Balochistan or any other area will be made in a timely passion and then of course what is the movement process of the Planning Commission if some projects are not moving at all there is a bit of re-orientation but by and large the first allocation will be made in a timely and justifiable passion.

Mr. Chairman! total budgetary allocation for FATA, FANA and Northern Areas has been increased substantially within this budget within this financial year. I admit Mr. Chairman! there is always room to do much much more. We will also try and ensure whatever the Federal Government starts as a vertical programme from here these areas are given specific attention. Let me also Mr. Chairman! before winding up just that for these special areas which are currently, the most of the operations is also currently is being taking place right now, we all know special funds which are coming from some of our friendly countries for these specific areas, we have not budgeted their funds within their allocated budget there. So when that money comes and we are pretty sure that will come within this financial year most of it is going to be going to FATA and to Balochistan and to the Pakhtoonkha. So Mr. Chairman! it has been my attempt to be able to take in whatever were the major points which were raised by the

honourable members of the Senate and to give sort of response or the other to this august House.

Mr. Chairman! we are determined to show as much flexibilities within this as is possible. We are determined to ensure that whatever suggestions coming in from both the honourable Houses, can be absorbed and utilized to be able to guide us better as we go forward and Mr. Chairman! we look towards you to be able to guide us as you have done previously.

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ابھی ہاؤس میں تقاریر کے دوران ایک اہم مسئلہ کی طرف بہت سارے اراکین نے آپ کی توجہ مبذول کروائی ہے اور وہ ہے اراکین سینیٹ کا حج کوٹہ۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ یہ ایک کار خیر ہے، اس میں چند لوگوں کی کیوں اجارہ داری قائم کی جائے۔ لہٰذا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ جیسا کہ آپ نے ابھی Leader of the House سے بھی کہا ہے اور میری بھی request یہ ہے کہ آپ ہاؤس کی sense لیں اور اگر یہ consensus سامنے آتی ہے کہ یہ کوٹہ بحال رکھا جائے تو آپ Leader of the House کو پابند کریں کہ وہ متعلقہ حکام سے رابطہ کر کے کل Floor of the House پر ہمیں اس بات کی یقین دہانی کروائیں کہ یہ کوٹہ بحال رکھا جائے گا بلکہ اسے double کر دیا جائے گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مولانا غفور حیدری صاحب۔ احمد علی صاحب! آپ دو منٹ تشریف رکھیں۔ اسلام کی بات پہلے ہے۔ اگر حج نہ ہوا تو پھر خیر نہیں ہے۔

سینیٹر احمد علی: اگر پیسے نہیں ہوں گے تو کیسے حج پر جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: لوگ پیسوں کا بندوبست کر لیتے ہیں لیکن سرکار کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میں شاہد بگٹی صاحب کی تائید کرتا ہوں۔ ہم پارلیمنٹ کے اراکین اور خاص طور پر سینیٹ کے اراکین لوگوں کو نہ نوکری دلا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں کم از کم میں اپنی بات کرتا ہوں۔ حج کے ہمیں کوئی دس بارہ فارم ملتے تھے۔ ان کی وجہ سے ہم کسی حاجی صاحب کا کام کرتے تھے۔ اب یہ بھی ختم کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی زیادتی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کے اراکین کا ایک طرح کا استحقاق بھی ہے۔ لوگوں سے ان کے رابطے ہیں۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ اسے بحال رکھا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بخاری صاحب! پھر آپ اسے کیسے tackle کریں گے کیونکہ اگر میں نے sense of the House لینے کی بات کی تو پھر سب in favour of Hajj quota کھڑے ہو جائیں گے سوائے ڈاکٹر مالک کے کہ وہ ابھی تک نہیں جانا چاہتے۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری (قائد ایوان): کل وزیر مذہبی امور کو یہاں بلا لیتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: ہاں! کل انہیں بلالیں۔ وہ بڑے پریم سے اس کا جواب دیں گے۔ بڑے ملائم طریقے سے جواب دیں گے لیکن ملائم طریقے سے یہ ہاؤس نہیں ماننے لگا۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ اس پر ruling دے دیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: اس پر ruling تو نہیں ہو گی لیکن sense of the House تو اس پر ہے۔ بخاری صاحب کو کہا ہے۔ یہ ایسے ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ brutal majority votes آ گئے ہیں کہ کوٹہ بحال کیا جائے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین: پھر ان سے اسی طریقے سے اپنے جذبات کا اظہار کریں گے جس طریقے سے کرنا چاہتے ہیں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس طرح ہو کاظمی صاحب کے ساتھ۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: It was on the Cabinet agenda and secondly,
they are part of the Government. میرے لئے مولانا حیدری صاحب بہت محترم ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ They have got the representation in the Government also. اس لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم وزیر مذہبی امور سے درخواست کریں گے کہ وہ ہاؤس میں آئیں اور اپنی position explain کریں۔ انہیں یہ بھی بتائیں گے کہ this is a demand of the Members of the Senate also.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب والا! یہ بھی بتائیں کہ یہ کوٹہ کیوں ختم کیا گیا ہے اور کون سی وجوہات ہیں جن کی بناء پر یہ ختم کیا گیا ہے؟ یہ ایک چھوٹا سا اچھا کام ہوا تھا جو ہم نے پچھلے دو سالوں کی محنت سے کروایا تھا، اب اسے کیوں ختم کیا گیا ہے، اس کی وجوہات بھی بتائیں؟

جناب قائم مقام چیئر مین: یہ درست بات ہے۔ کل وزیر صاحب آ رہے ہیں۔ ولی بادینی صاحب۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: اس کا فیصلہ تو ہو چکا ہے، اب آپ انہیں یہاں بلا کر کیا کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: Leader of the House نے کہا ہے کہ میں وزیر صاحب کو یہاں بلاتا ہوں۔ آپ ان کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کر سکیں گے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین: وہ انہیں بلا رہے ہیں۔ کل وزیر صاحب آ رہے ہیں۔ پہلے انہیں سننے تو دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اگر وہ مصروفیات کے باعث نہ آ سکے تو پھر کیا صورت ہو گی۔ آپ اس پر ruling دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اس پر ruling نہیں دی جاتی۔ وہ پہلے یہاں آ کر جواب دیں۔ اس پر کابینہ نے فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعظم کے سامنے ایک فیصلہ ہوا ہے، اس لئے انہیں پہلے آ کر جواب تو دینے دیں۔ اس پر فیصلہ تو کابینہ نے دینا ہے۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: سواتی صاحب! کابینہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: انہیں کہیں کہ کل یہاں آ کر سارا کیس سمجھائیں اور sense of the House لیں۔ شکریہ۔ جی! احمد علی صاحب۔

Senator Ahmad Ali: I beg to present the report of the Standing Committee on Finance, Revenue and Economic Affairs and Statistics on Finance Bill and Annual Budget Statement 2009.

Mr. Acting Chairman: The report stands presented.

Senator Ahmad Ali: I beg to lay on the table of the House 91 unanimous recommendations of the Standing Committee on Finance, Revenue and Economic Affairs and Statistics on Finance Bill and Annual Budget Statement 2009. 91 unanimous recommendations from No.1 to 91 made by Senate Standing Committee on Finance, Revenue and Economic Affairs and Statistics laid on the Floor of the House, be passed by the Senate and transmitted to the National Assembly under Article 73 of the Constitution.

Mr. Acting Chairman: It has been moved that unanimous recommendations from 1 to 91….

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! یہ متفقہ نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! ہماری recommendations تھیں اور ان کے لئے کمیٹی کی meeting ہوئی اور کمیٹی کی meeting میں ہمیں نہیں بلایا گیا ہے۔ للذا یہ unanimous نہیں ہو سکتی ہیں۔ جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ ہم یہاں سینیٹ میں آئے ہیں اور ہم نے اختیارات کے لئے سینیٹ میں struggle کی کہ سینیٹ Money Bill بھی pass کرے گا لیکن انہوں نے جس طریقے سے 17th Amendment میں سینیٹ کے اختیارات رکھے ہیں، وہ یہ ہے کہ بڑے محدود وقت، سات دن میں بغیر اختیارات کے بجٹ پر بحث اور پھر اس پر

recommendations دینے کی provision رکھی ہے۔ اس کے باوجود آپ دیکھیں گے، مثال کے طور پر میں اپنے صوبے کی بات کرتا ہوں، باقی جو مختلف تجاویز ہیں، ان کے علاوہ ہم نے بجلی کی transmission line کے لئے اس ہاؤس میں، اس Floor پر ہر سال بات کی ہے اور اس کے لئے متعلقہ وزیر وعدے بھی کرتے رہے ہیں اور assurance بھی دیتے رہے ہیں لیکن بجٹ دینے کی بات آتی ہے، تو اس میں ایسی کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی ہے۔

جناب والا! ہماری تجویز یہ تھی کہ چشمہ سے، ڈیرہ اسماعیل خان سے ژوب تک بجلی کی high tension line extend کی جائے لیکن آج تک اس کے بارے میں متعلقہ حکام نے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ گورنمنٹ نے اس کے بارے میں کوئی recommendation نہیں دی ہے۔ اسی طرح جناب والا! ہمارے صوبے کے حوالے سے پانی کا مسئلہ ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے صوبے میں باقاعدہ billion 57 رقم کی تجویز دی گئی تھی لیکن آج تک صورت حال ایسے ہی ہے یعنی ہمارا پانی مکمل طور پر ضائع ہوتا ہے۔ اس میں آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے لوگوں نے بڑی غریبی سے اپنے لئے زراعت میں کام کیا ہے لیکن اس کے باوجود معمولی بجلی کی جو ضرورت ہوتی ہے، اس پر اخراجات کی ضرورت ہو، اس کے لئے گورنمنٹ نے کوئی تجویز نہیں دی ہے۔ ٹھیک ہے یہ تو گورنمنٹ نے نہیں دی لیکن یہ سینیٹ ہے اور سینیٹ ایک ایسا ادارہ ہے کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ سینیٹ ہماری تجاویز قومی اسمبلی کو recommend کرے گا اور قومی اسمبلی پر بھی یہ پابندی ہو گی کہ وہ باقاعدہ اس کے لئے رقم allocate کرے۔ اگر آپ نے ہم سے ایسے ہی یک طرفہ کام کروانا ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ میرے سامنے PSDP ہے۔ ایک 2007 کا پی ` والی ہے، ایک 2008 والی ہے اور ایک 2009 والی ہے۔ یہ آپ بھی نکالیں۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ ہمارے پورے صوبے کو خواہ معاملہ پانی کا ہے، خواہ بجلی کا ہے، خواہ سڑکوں کا ہے، خواہ ایجوکیشن کا ہے، کتنی رقم دی ہے؟ جب پچھلے سال سینیٹ نے recommend کیا جو ہم نے پچھلے سال باقاعدہ تجاویز دی تھیں، ان میں سینیٹ نے recommend کیا تھا لیکن قومی اسمبلی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ کان پر جوں بھی نہیں رینگی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: خان صاحب یہ observation کل بھجواتے ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! آج مجھے افسوس ہوا کہ سینیٹ نے پچھلے سال جو recommend کیا تھا، اسی بات کی ہم نے اس مرتبہ دوبارہ تکرار کی۔ سینیٹ کی کمیٹی بجائے اس کے کہ اسے recommend کر کے نیشنل اسمبلی میں پیش کرتی، اس نے ایسے ہی چھوڑ دیا، جیسے کہ وہ PSDP والے سیکرٹریز ہیں۔ مجھے اس پر بہت افسوس ہے۔ میں کم از کم اب بجٹ سیشن میں نہیں بیٹھوں گا۔ بجٹ سیشن میں یہاں ملک کے حوالے سے اربوں، کھربوں کی ایلوکیشن ہوئی ہے لیکن ہمارے صوبے کے لیے نہ بجلی کے بارے میں، نہ پانی کے بارے میں، نہ سڑکوں کے بارے میں ہماری تجاویز پر کوئی توجہ دی گئی۔ اس حوالے سے یہ unanimous نہیں ہے۔ بالکل نہیں ہے اور ہم احتجاج کرتے ہیں۔ اگر اس رویے کو تبدیل نہیں کیا گیا تو کل جب cut motions پیش ہوں گی، میں واضح طور پر سینیٹ کے بجٹ اجلاس سے احتجاجاً واک آؤٹ کروں گا اور اس وقت باہر بیٹھا رہوں گا۔ وہ فیصلے کریں۔ پیسے تقسیم کریں اور ہمارے علاقے میں کوئی چیز نہ دیں۔ میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔ مہربانی۔

(سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل واک آؤٹ کر گئے)

جناب قائم مقام چیئر مین: شکریہ جی۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین: وہ آپ کا point under observation ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین: وہ میں کر لوں۔ مجھے ہاؤس کو put up کرنے دیں۔

Recommendations 1-91 which have been unanimously passed by Senate Committee are placed before the House.

(At this point, some members walked out from the House)

(The Recommendation, from 1-91 were unanimously passed)

سینیٹر احمد علی: مجھے اجازت ہے جناب؟

جناب قائم مقام چیئر مین: جی. please

Senator Ahmed Ali: Mr. Chairman! I have the honour to inform you and this august House that the Committee received 280 recommendations from the honourable Members of the Senate on 15th June. The Committee held eight meetings spreading over 23 hours of deliberating these recommendations one by one and working in the bipartisan respect and came over 91 unanimous recommendations. Mr. Chairman! I wish to place on the record the appreciation of the Committee of personal appearance for ex-Senator Anwar Bhinder for taking pain to go through the poor statute and are being amended in the budget has been successfully pursuing and convincing the concerned ministry to agree 35 proposals.

I also thank the Members of the Committee and place my appreciation for the valuable contribution made by Senator Professor Khurshid Ahmed, Muhammad Ishaq Dar, Haroon Khan, Dr. Safdar Abbasi, Talha Mahmood and the new Members of the Committee namely Ilyas

Ahmed Bilour, Mrs. Kulsoom Parveen, Mrs. Sughra Imam, Syed Javed Ali Shah and Islam-ud-Din Sheikh during the deliberations of the Committee.

I would also like to appreciate the patience of the valuable contributions of Governor State Bank, Secretary Finance and officers of the Ministry of Finance, Chairman and Members of FBR, Additional Secretary of Ministry of Petroleum and officers of Securities and Exchange Commission of Pakistan in the meetings.

Last but not the least, I place on the record the appreciation for the hard work put in by Mr. Iftikharullah Babar, Secretary for the Committee preparing this report in time. Thank you sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ احمد علی صاحب۔ کل کے لیے پھر adjourn کرتے ہیں۔ انشاءاللہ
We will meet at 10:30 in the morning.

[The House was then adjourned to meet on Saturday, 20th June 2009 at 10:30 am]